کتاب البر والصلۃ (عربی)

خدمتِ والدین اور صلہ رحمی (مترجم)

قرآن و حدیث کی روشنی میں

والدین کی خدمت، ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد ان سے رابطے کی اہمیت، صلہ رحمی کی اہمیت، رشتے داروں، غریبوں اور یتیموں کو صدقہ دینے کی فضیلت کا بیان

تصنیف

امام علامہ جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن جوزی بغدادی رحمہ اللہ تعالٰی
(متوفی ۵۹۷ھ)

ترجمہ

مولانا غلام نصیر الدین چشتی
مدرس جامعہ نعیمیہ، لاہور

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
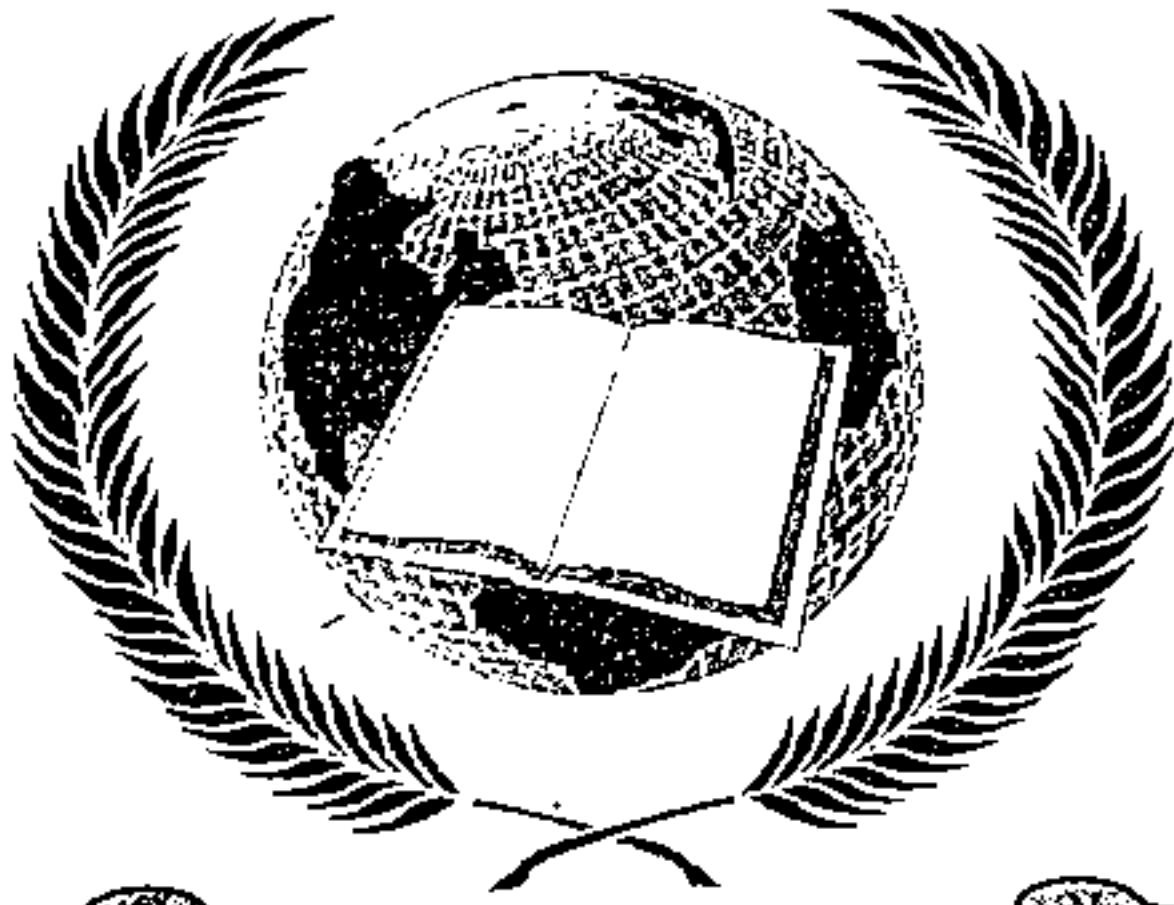
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد، محمد اشتیاق
مطبع : روبی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاول : شوال 1430ھ / ستمبر 2009ء
قیمت :

Farid Book Stall
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای میل: info@faridbookstall.com
ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

فہرست

خدمتِ والدین اور صلہ رحمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصنف کتاب کا تعارف

حافظ الحدیث' ثقہ' معتبر' فقیہ' اصولی عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فقہ اسلامی کے میناروں میں سے ایک بلند مینار تھے اور اسلام کے ایک عظیم داعی اور مبلغ تھے' آپ نے ستر سال سے زیادہ عرصہ تک دعوتِ اسلامی کا علم بلند کیے رکھا۔ آپ علماء اسلام کے درمیان ایک منفرد شان کے مالک تھے۔ علم کے شعبوں میں سے کوئی شعبہ اور کوئی میدان آپ نے چھوڑا نہیں' ہر میدان اور ہر شعبہ میں آپ نے ڈول ڈالا' جیسا کہ آپ کے تفصیلی حالات کے بیان کے وقت یہ بات بڑی شان سے الم نشرح ہو جائے گی اور آپ نے تشنگانِ علم و حکمت کو ہر چشمہ علم سے خوب سیراب کیا اور علم کے جام بھر بھر کر پلائے بلکہ خم کے خم لنڈائے' لگتا ہے کہ جیسے ان سے کسی نے یہ التماس کر دی ہو کہ

یہ تھوڑی تھوڑی مے نہ دے کلائی موڑ موڑ کے
بھلا ہو تیرا ساقیا پلا دے خُم نچوڑ کے

نام و نسب

شیخ' امام' علامہ' شیخ الاسلام' فخر عراق' جمال الدین ابو الفرج' عبدالرحمٰن بن علی محمد بن علی بن عبداللہ بن عبداللہ بن حمادی بن احمد بن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن قاسم بن محمد عبداللہ بن فقیہ عبدالرحمٰن بن فقیہ قاسم بن محمد بن خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ قرشی' تیمی' بکری' بغدادی' حنبلی واعظ صاحب التصانیف المعروف بابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ آپ کا نام المبارک رکھا گیا لیکن پھر آپ کے شیخ امام حافظ ابن ناصر رحمۃ اللہ علیہ نے تبدیل کر کے عبدالرحمٰن رکھ دیا۔

ابن القطیعی لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت ملی ہے کہ ۵۷۰ھ تک آپ کا نام المبارک ہی

چلتا رہا ہے اور آپ کا اپنا بیان ہے کہ ہمارے استاذ گرامی شیخ ابن ناصر رحمۃ اللہ علیہ نے میرا اور میرے بھائیوں کا نام رکھا: عبداللہ' عبدالرحمٰن' عبدالرزاق اور ہم مشہور صرف اپنی اپنی کنیتوں سے ہیں۔

لقب

آپ کا لقب ابن الجوزی ہے' آٹھویں پشت میں آپ کے ایک جد اعلیٰ جعفر ابن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ دراصل ''الجوزی'' کے لقب سے ملقب تھے' پھر اس لقب کی نسبت ان کے سلسلہ نسب میں توارث کے طور پر چلتی رہی اور امام ابوالفرج اس لقب کے ساتھ مشہور اور معروف ہو گئے (اور یہ لقب آپ کی وجہ سے مشہور ہو گیا)۔

الجوزی

الجوزہ کی طرف نسبت ہے اور اس نسبت میں مؤرخین کا اختلاف ہے' امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا کہ ان کے بڑوں میں سے کوئی بزرگ الجوزی کے لقب سے مشہور تھے اور یہ شہر واسط میں ان کی حویلی میں قائم (الجوزہ) کی طرف منسوب ہے اور شہر واسط میں اس کے سوا اور کوئی ''جوزہ'' نہیں تھا۔

علامہ المنذری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: الجوزی ایک موضع کی طرف منسوب ہے جس کو'' فرضۃ الجوز'' کہا جاتا تھا اور آپ کے نواسے ابوالمظفر یوسف قزغلی کا بیان ہے کہ جعفر الجوزی بصرہ کے فرض میں سے ایک فرضہ جس کو (جوزہ) کہا جاتا تھا' کی طرف منسوب ہے۔

''روضۃ الجنان'' میں مذکور ہے: ''الجوزی'' بغداد کے ایک مشہور موضع ''فرضۃ الجوز'' کی طرف اسم نسبت ہے۔

ابن العماد نے ''الشذرات'' میں لکھا ہے کہ الجوزی بصرہ کے ایک محلّہ' محلّہ الجوز (کوچہ اخروٹ فروشاں) کی طرف منسوب ہے۔

العلیمی نے بھی اس طرح روایت کیا ہے' وہ لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالصمد ابن الحبشی بیان کرتے ہیں کہ الجوزی بصرہ کے ایک محلّہ کی طرف منسوب ہے' اس محلّہ کا نام محلّہ الجوز (اخروٹ گلی) تھا۔

تاریخ پیدائش

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ راجح ترین قول کے مطابق ۵۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔

بچپن کے حالات

ابن جوزی ابھی تین سال کے تھے کہ ان کے والد (علی ابن محمد ابن جعفر الجوزی) کا انتقال ہو گیا تھا' ابن جوزی کا اپنا بیان ہے' وہ لکھتے ہیں:

جب میرے والد گرامی کا انتقال ہوا' میں اس وقت ابھی بچہ تھا اور میری ماں مجھ پر کوئی توجہ نہ دیتی تھی۔ (صید الخاطر ص ۱۹۲)

ابن جوزی اپنے خاندان کے بارے میں اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اے بیٹے! ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں' ہمارے بزرگ تجارت پیشہ تھے' اے بیٹے! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میرا باپ مال دار آدمی تھا' جب وہ فوت ہوا تو اس نے ہزاروں دینار ورثہ میں چھوڑے۔ (لفتۃ الکبد فی نصیحۃ الولد ص ۴۷)

تعلیم و تربیت

ابن الجوزی جب سن تمیز کو پہنچے تو ان کی پھوپھی (اور ایک روایت میں ان کے چچا ابو البرکات) ان کو مشہور فقیہ اور لغت کے امام شیخ ابوالفضل محمد ابن ناصر کی خدمت میں لے گئیں' ابن جوزی نے پہلے قرآن کریم حفظ کیا اور پھر حدیث مبارک کا سماع کیا' اسی طرح ان کے علاوہ دوسرے اساتذہ کرام اور شیوخ الحدیث کی خدمت میں بھی آپ کی پھوپھی آپ کو لے جاتی تھیں۔

آپ کے مشائخ اور اساتذہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا تذکرہ

آپ نے کثیر اساتذہ کرام اور مشائخ عظام سے علم حاصل کیا' آپ کے چند مشہور مشائخ کے نام یہ ہیں: (۱) ابوالقاسم بن الحصین رحمۃ اللہ علیہ (۲) ابوعبداللہ الحسین ابن محمد البارع رحمۃ اللہ علیہ (۳) علی بن عبدالواحد الدینوری رحمۃ اللہ علیہ (۴) احمد بن احمد المتوکل رحمۃ اللہ علیہ (۵) اسماعیل بن ابی صالح (۶) المؤذن الفقیہ ابوالحسن ابن الزاغوانی رحمۃ اللہ علیہ (۷) ھبۃ اللہ ابن الطبر الحریری رحمۃ اللہ علیہ (۸) ابن غالب ابن البناء رحمۃ اللہ علیہ (۹) ابوبکر محمد ابن الحسین المزرفی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰) ابوغالب محمد ابن الحسن الماوردی رحمۃ اللہ

علیہ (۱۱) ابو القاسم عبد اللہ ابن محمد الاصبہانی الخطیب رحمۃ اللہ علیہ (۱۲) قاضی ابوبکر محمد بن عبد الباقی انصاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳) اسماعیل بن السمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴) یحییٰ ابن البناء رحمۃ اللہ علیہ (۱۵) علی ابن الموحد رحمۃ اللہ علیہ (۱۶) ابو منصور ابن خیرون رحمۃ اللہ علیہ (۱۷) بدرا لشیحی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸) ابو سعد احمد بن محمد الزوزنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹) الحافظ ابو سعد احمد بن محمد البغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۲۰) الحافظ عبد الوہاب ابن المبارک النماطی رحمۃ اللہ علیہ (۲۱) ابو المسعود احمد ابن علی ابن المجلی رحمۃ اللہ علیہ (۲۲) ابو منصور عبد الرحمٰن ابن زریق القزار رحمۃ اللہ علیہ (۲۳) آبی الوقت السجزی رحمۃ اللہ علیہ (۲۴) ابن ناصر رحمۃ اللہ علیہ (۲۵) ابن البطی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ دیگر بہت سارے مشائخ اور اساتذہ کرام سے آپ نے اکتسابِ فیض کیا' مجموعی طور پر ان کی تعداد اسی (۸۰) سے زیادہ ہے' آپ نے اپنے مشائخ کا تذکرہ لکھا ہے' جو دو جزوں پر مشتمل ہے۔

حدیث پاک پڑھنے کے لیے آپ نے سفر نہیں کیا لیکن آپ کے پاس مسند امام احمد' طبقات ابن سعد' تاریخ الخطیب' صحیح البخاری اور مسلم شریف' سنن اربعہ' ابو نعیم کی الحلیہ' اشیاء عالیہ اور متعدد تالیفات اور اجزاء موجود تھے' جن سے آپ تخریج اور حوالہ جات دینے کا کام نکالتے تھے اور امام دینوری اور المتوکل رحمہم اللہ سے سب سے آخر میں حدیث پاک کا علم حاصل کرنے والے خوش نصیب طالب علم آپ ہی تھے' حدیث پاک میں آپ نے ابن ناصر کی خدمت میں پابندی اور باقاعدگی سے استفادہ کیا اور قرآن مجید اور ادب عربی کے سلسلہ میں آپ نے بسط الخیاط اور ابن الجوالیقی سے کسبِ فیض کیا اور فقہ میں آپ نے ایک جماعت فقہاء سے فیض پایا۔

آپ کے شاگردوں کے نام

(۱) علامہ محی الدین یوسف استاذ دارا لمعتصم باللہ' یہ آپ کا صاحبزادہ ہے (۲) اور اسی طرح آپ کا بڑا صاحبزادہ علامہ علی الناسخ اور (۳) آپ کا نواسہ مشہور واعظ شمس الدین یوسف ابن قزغلی حنفی مصنف (مراۃ الزماں' جہاں نماہ) کو بھی آپ سے سماع حدیث کا شرف حاصل ہے (۴) حافظ عبد الغنی (۵) شیخ موفق الدین ابن قدامہ (۶) ابن الدبیثی (۷) ابن النجار (۸) ابن خلیل (۹) الضیاء (۱۰) البلدانی (۱۱) النجیب الحرانی (۱۲) ابن عبد الدائم اور

ان کے علاوہ بھی کثیر مخلوق نے آپ سے علمی استفادہ کیا ہے' شیخ شمس الدین عبد الرحمٰن' ابن البخاری' احمد ابن ابی الخیر' خضر ابن حمویہ اور قطب ابن عصرون' یہ پانچوں حضرات آپ سے مجاز تھے۔

آپ کی تصانیف

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار کثیر التصانیف علماء میں ہوتا ہے''وذلك فضل اللّٰه یوتیه من یشاء''(یہ اللہ تعالیٰ کا فضل محض ہے جس کو چاہے وہ اس کی توفیق عطاء فرماتا ہے) یعنی

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کی بعض تصانیف کے نام یہ ہیں

(۱) المغنی' یہ قرآن مجید کی تفسیر میں لکھی گئی بہت ضخیم تصنیف ہے۔
(۲) زاد المسیر' یہ اسی مذکورہ بالا تفسیر کا اختصار ہے۔
(۳) تذکرہ الادیب' یہ کتاب لغت میں ہے۔ (۴) الوجود والنظائر (۵) فنون الافنان
(۶) جامع المسانید (یہ سات جلدوں پر مشتمل ہے) (۷) الحدائق (۸) نفی النقل
(۹) عیون الحکایات (۱۰) الموضوعات (۱۱) الواھیات (۱۲) الضعفاء (۱۳) تلقیح المفہوم (۱۴) المنتظم فی التاریخ (۱۵) المذہب فی المذہب (۱۶) الانتصار فی الخلافیات (۱۷) مشہور المسائل (۱۸) الیواقیت (۱۹) نسیم السحر (۲۰) المدہش (۲۱) صفۃ الصفوۃ من اخبار الاخیار (۲۲) اخبار النساء (۲۳) مثیر العزم الساکن (۲۴) المقعد المقیم (۲۵) ذم الھوی (۲۶) تلبیس ابلیس (۲۷) صید الخاطر (تین جلدوں پر مشتمل ہے) (۲۸) الاذکیاء (۲۹) المغفلین (۳۰) منافع الطب (۳۱) صباء نجد (۳۲) الظرفاء (۳۳) الملھب (۳۴) المطرب (۳۵) منتہی المنتھی (۳۶) فنون الالباب (۳۷) المزبح (۳۸) سلوۃ الاحزان (۳۹) منہاج القاصدین (۴۰) الفاء بفضل المصطفیٰ (۴۱) مناقب ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ (۴۲) مناقب عمر رضی اللہ عنہ (۴۳) مناقب علی رضی اللہ عنہ (۴۴) مناقب بشر الحافی رضی اللہ عنہ (۴۵) مناقب رابعہ رحمہما اللہ تعالیٰ (۴۶) مناقب عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (۴۷) مناقب سعید بن المسیب (۴۸) مناقب احمد ابن حنبل (۴۹) مناقب الثوری (۵۰) مناقب الحسن رضی اللہ عنہ (۵۱) مناقب الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (۵۲) موافق

المرافق (۵۳)متعدد مشاہیر کے مناقب (۵۴)مختصر ابن عقیل (۵۵)مناقب الحبش (۵۶)لباب زبن القصص (۵۷)فضل مقبرہ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (۵۸)فضائل الایام (۵۹)اسباب البدایہ (۶۰)واسطات العقود (۶۱)شذور العقود فی تاریخ العہود (۶۲)الخواتیم (۶۳)المجالس الیوسفیہ (۶۴)کنوز العمر (۶۵)ایقاظ الوسنان باحوال النبات والحیوان (۶۶)نسیم الروض (۶۷)الثبات عند الممات (۶۸)الموت وما بعدہ (۶۹)دیوان ابن الجوزی (۷۰)مناقب معروف رحمۃ اللہ علیہ (۷۱)العزلۃ (۷۲)الریاضۃ (۷۳)النصر علی مصر (۷۴)کان وکان فی الوعظ (۷۵)خطب اللائی (۷۶)الناسخ والمنسوخ (۷۷)مواسم العمر (۷۸)اعمار الاعیان۔

اس کے علاوہ اور بھی آپ کی تصانیف ہیں' الاستاذ عبد الحمید العلوجی نے آپ کی تصنیفات کے بارے ایک کتاب تالیف کی ہے' جو بغداد شریف سے ۱۹۶۵ء میں چھپی ہے' اس میں علامہ علوجی نے آپ کی تمام کتابوں کے اسماء کا تتبع کیا ہے اور مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کی تفصیل دی ہے اور حروفِ تہجی کے حساب سے کتب کے نام کی ترتیب کا لحاظ رکھا ہے اور ہر کتاب کا نمبر بھی درج کیا ہے۔

علماء کی طرف سے کلماتِ ثناء اور خراجِ تحسین

اہل علم کے جم غفیر نے آپ کی شان میں کلماتِ ثناء کہے ہیں' چند اہل علم کے تعریفی کلمات پیش کیے جاتے ہیں' ملاحظہ ہوں:

(۱) حافظ ابن کثیر اپنی ''البدایہ والنہایہ'' میں ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:
آپ یکتائے روزگار علماء میں سے ایک تھے' کثیر علوم میں آپ کو نمایاں فوقیت حاصل تھی اور بہت سارے علوم میں اپنے ہم عصر سے ممتاز اور منفرد مقام رکھتے تھے' آپ نے لگ بھگ تین سو چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور ان میں سے دو سو تصانیف خود اپنے ہاتھ سے لکھیں۔ آپ کو تمام مروّج علوم میں یدطولیٰ حاصل تھا اور علوم کی تمام انواع مثلاً تفسیر' حدیث' تاریخ' حساب' نجوم' طب' فقہ' لغت اور نحو وغیرہ کی خدمات میں آپ نے وافر حصہ ڈالا ہے۔

(۲) ابن خلکان نے کہا:
ابن الجوزی اپنے دور کے بہت بڑے عالم اور علوم الحدیث میں اپنے وقت کے امام

تھے اور وعظ و خطابت کے فن میں تو انہیں ایک منفرد کمال حاصل تھا' گویا وہ بہادر یار جنگ کے ان اشعار کا صحیح مصداق تھے جو انہوں نے تحدیث نعمت کے طور پر اپنے بارے کہے ہیں کہ

میں خطبہ سرا نہیں تو سونی ہے بزم شاہنشہ اقلیم سخن ہوں میں

پھر یہ کہا:

ہے خدا کی دین تقریر و خطابت کا کمال کیا اتارے گا کوئی چربہ میرے انداز کا

آپ نے فنون کثیرہ میں کتب تصنیف فرمائی ہیں۔

(۳) حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

میرے علم میں نہیں کہ علماء میں سے کسی نے اس شخص (ابن الجوزی) کی طرح کتابیں تصنیف کی ہوں۔

(۴) ابن تیمیہ نے کہا:

"عددت له اكثر من الف مصنف ورايت بعد ذلك مالم اره" میں نے ابن جوزی کی ہزار سے زیادہ تصنیفات شمار کیں' اس کے بعد اور ایسی کتابیں دیکھیں جو پہلے نہیں دیکھی تھیں۔

(۵) علامہ موفق مقدسی فرماتے ہیں:

ابن جوزی وعظ کہنے میں اپنے ہم عصروں کے امام تھے' اس نے علم کے تقریباً ہر فن میں خوب صورت کتابیں تصنیف فرمائی ہیں' کئی فنون کا ماہر تھا' فقہ کا مدرس تھا اور فقہ میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔

(۶) حافظ ابن رجب لکھتے ہیں:

ابن الجوزی اپنے وقت کا کوئی لمحہ ضائع نہیں کرتے تھے' وہ چار کراریس (کتاب کا جز چھوٹا رسالہ) یومیہ لکھتے تھے' جس میں اصلاح کی گنجائش تک نہ ہوتی تھی اور سال کے بعد ان اجزاء کو جمع کرنے سے پچاس سے ساٹھ مجلدات پر مشتمل کتب بن جاتی تھیں' آپ نے ہر علم میں حصہ ڈالا ہے جیسا کہ ابن الجوزی اپنے بارے میں خود لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے مجھے اعلیٰ مقاصد کو طلب کرنے کی ہمت عطاء فرمائی تھی' علم کی محبت تو بچپن سے ہی میرے دل میں پیدا ہو گئی تھی' مجھے محض ایک فن میں نہیں ہر فن میں کمال حاصل

کرنے کی رغبت رہی اور میری تمام زندگی زہد و عبادات اور علم و تحقیق میں گزری ہے' میرے بعض بچپن کے ساتھیوں اور عزیزوں نے دنیا کمانے میں اپنی عمر صرف کر دی' پھر بھی وہ کچھ حاصل نہ کر سکے' جو میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل کیا اور میری زندگی ان سے زیادہ خوشگوار گزری اور میرا جاہ و منصب ان احباب کے جاہ و منصب سے اعلیٰ ہے' مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں طالب علمی کے دور میں اپنے ساتھ چند خشک اور سوکھی روٹیاں لیتا اور حدیث پاک کی طلب میں نکل کھڑا ہوتا'' نہر عیسیٰ'' کے کنارے بیٹھ جاتا اور خشک روٹی کو نہر کے پانی میں بھگو بھگو کر کھایا کرتا تھا کیونکہ پانی کے گھونٹ کے بغیر ایک لقمہ بھی حلق سے نیچے اتارنا ممکن نہ ہوتا تھا لیکن خشک ٹکڑوں کو کھا کر اور نہر کے پانی سے سیراب ہو کر علم حاصل کرنے کی اپنی ہی لذت تھی' غربت و افلاس کی حالت کے باوجود علم کی لذت اور ایمان کی حلاوت جو میں نے محسوس کی' اگر میں اس کو کھول کر بیان کروں تو مجھے اپنے بارے میں اندیشہ ہے کہ کہیں میں عُجب اور بڑائی میں مبتلا نہ ہو جاؤں' اس لیے چپ ہی بھلی۔

وفات

علم و تقویٰ سے چھلکتی جہاد اور قربانیوں سے دمکتی اہل بدعت و ضلالت سے لڑتی بھڑتی زندگی گزارنے والے اس عالم باعمل کو سات رمضان المبارک ۵۹۷ھ کی شب میں لوگوں نے دنیائے فانی سے عالم بقاء کی طرف الوداع کہا۔ (انا للّٰہ و انا الیہ راجعون) ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کے پاس واپس جانے والے ہیں۔

شیخ حسب معمول اپنے مرض الموت کی رات بھی وعظ کے لیے منبر نشین ہوئے' حضرت معروف الکرخی قدس سرہٗ العزیز کے مزار کے قریب ام الخلیفہ کی تربت پر تعمیر شدہ دالان کی چھت کے نیچے یہ مجلس وعظ منعقد تھی اور آپ لوگوں کو دعوت الی اللہ دینے میں مشغول تھے اور اسم جلالت'' اللہ'' کی تشریح کر کے لوگوں کی آنکھیں کھول رہے تھے کہ اچانک جیسے آپ کو احساس ہو چکا تھا کہ آپ کی موت قریب ہے' آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے اور مجلس برخاست کر دی اور حاضرین و سامعین کی آنکھیں کھولتے کھولتے دنیا سے آنکھیں بند کر لیں اور ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے۔

اور یہ کہہ کر چل دیئے کہ ۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

ہاں! مہر علی ایہہ جھوک فنا دی قائم دائم ذات خدا دی

وہ اشعار جو آپ نے وفات سے قبل پڑھے، حسب ذیل ہیں:

اللّٰہ اسئال ان یطول مدتی لا نال بالانعام ما فی نیتی

''میں اللہ سے سوال کیا کرتا تھا کہ وہ مجھے لمبی عمر دے تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے وہ کچھ حاصل کرلوں جو میری نیت میں ہے (آخر تک)''۔

خوالت کے خوف سے باقی ماندہ اشعار اس جگہ نہیں دیئے جا رہے، جن کو شوق ہو وہ کتاب کے صفحہ ۲۶ پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کی قبر پر یہ ۔۔۔۔۔ اشعار لکھے جائیں

یا کثیر العفو عمن کثر الذنب لدیہ

جاء ك المذنب یرجو الصفح عن جرم یدیہ

انا ضیف وجزاء الضیف احسان لدیہ

''رحم اللّٰہ ابن الجوزی وغفرلہ وبلّل بالرحمۃ ثراہ'' اللہ تعالیٰ عزوجل ابن جوزی پر رحم فرمائے، ان کو بخش دے اور ان کی قبر پر رحمت کی بارش برسائے۔ (آمین)

- اے وہ ذاتِ پاک جو اس شخص کو بھی بہت زیادہ معاف فرمانے والی ہے، جس کے پاس گناہوں کی کثرت ہوگئی ہو،
- تیرے پاس ایک گناہ گار اپنے ہاتھوں کے کیے ہوئے جرم لے کر آیا ہے اور معافی کا امیدوار ہے،
- میں مہمان بن کر آیا ہوں اور مہمان کی جزاء اور صلہ، کریم ذات کے پاس احسان کرنا اور فضل و مہربانی فرمانا ہی ہوتا ہے۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند نصیحت آموز اقوال اور علمی لطائف

ایک مرتبہ شیخین (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) سے بغض و عداوت رکھنے والا اہل سنت کا مخالف شخص عام مجلس وعظ میں کھڑا ہو کر کہنے لگا: ہم

آپ کی رائے جاننا چاہتے ہیں اور آپ کے جواب کو آگے نقل کر کے عام کریں گے اور پھیلائیں گے' یہ بتائیں کہ:

''ایما افضل ابوبکر او علي؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں میں کون افضل ہے؟

آپ نے فرمایا: بیٹھ جایئے' وہ شخص بیٹھ گیا' مگر تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر پھر یہی سوال دہرایا' آپ نے اسے پھر بٹھا دیا' تیسری مرتبہ اس شخص نے پھر کھڑے ہو کر وہی سوال پوچھنا شروع کر دیا' تو آپ نے فرمایا: ''اقصد فانت افضل من کل احد'' نیچے بیٹھ جایئے' تو سب سے افضل (یعنی فضول ترین شخص) ہے۔

اسی طرح ایک اور شخص نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ ''ایما افضل اسبح او استغفر؟ ''میرے لیے تسبیح کرنا یا استغفار کرنا ان دونوں میں سے بہتر عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''الثوب الوسخ احوج الی الصابون من البخور'' کپڑا میلا ہو تو وہ خوشبو کی بجائے صابن کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔

بلند ہمت بچہ کون سا ہوتا ہے؟

ابن الجوزی لکھتے ہیں:

بلند ہمت اور بلند حوصلہ بچہ وہ ہوتا ہے جو علم کے حصول کو ہر چیز سے برتر سمجھے اور اسے ترجیح دے۔

جب بچہ اپنے لیے کسی چیز کا انتخاب کرتا ہے تو اس سے اس کی فہم وفراست' سمجھ بوجھ اور بلند ہمتی یا ناسمجھی' کم ہمتی اور پست سوچ کا پتا چلتا ہے' مثلاً بچے کھیل کود کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں' جو بلند ہمت ہوگا' وہ یوں کہے گا: میرے گروپ میں کون کون شامل ہوگا؟ اور جو پست ہمت ہوگا' وہ یوں کہے گا: مجھے کون اپنی ٹیم میں شریک کرے گا؟

ایک دن ہارون الرشید نے اپنے ایک وزیر کے بیٹے سے سوال کیا (اس وقت ہارون الرشید اپنے وزیر کے گھر میں تھا) کہ بیٹا! یہ بتاؤ کون سا گھر زیادہ خوب صورت ہے ہمارا یا تمہارا؟ وزیر کے لڑکے نے کہا: ہمارا گھر' ہارون الرشید نے پوچھا کہ کیوں؟ اس نے جواب دیا: اس لیے کہ آپ اس وقت اس میں موجود ہیں۔

بچوں کی تربیت بچپن ہی سے کرنی چاہیے

جیسا کہ کہا جاتا ہے: "التعلیم فی الصغر کالنقش فی الحجر" چھوٹی عمر میں دی گئی تعلیم پتھر میں کندہ نقش کی طرح ہوتی ہے۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ آیت کریمہ "قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا" (التحریم) خود کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے بچوں کو تعلیم دلاؤ اور ادب سکھاؤ۔ (الحاکم ج ۲ ص ۴۹۴' ابن حجر/الفتح الربانی ج ۸ ص ۱۵۹)

عبدالملک بن مروان اپنے بیٹے ولید سے بہت زیادہ لاڈ پیار کرتا تھا اور اسے ادب نہیں سکھاتا تھا' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بڑا ہوا تو غلط عربی بولتا تھا' عبدالملک بن مروان کہا کرتا تھا کہ میری بے جا محبت اور حد سے زیادہ لاڈ پیار نے ولید کو بگاڑا ہے اور اسے نقصان پہنچایا ہے۔

اسی لیے ایک شاعر کہتا ہے:

لا تنسه عن ادب الصغیر وان شکا الم التعب

○ چھوٹے بچوں کو ادب سکھانے میں غفلت نہ کرو' اگرچہ وہ تھکاوٹ کی تکلیف کی شکایت ہی کیوں نہ کریں۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بچہ کم عمری ہی میں ذہانت کی دولت سے بہرہ ور اور مالا مال ہوتا ہے' وہ خداوند تعالیٰ کی عطاء کردہ صلاحیت اور استعداد کی بدولت خود ہی اپنے لیے اچھی چیز کا چناؤ اور انتخاب کر لیتا ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰھِیْمَ رُشْدَہٗ مِنْ قَبْلُ" (الانبیاء: ۵۱) ترجمہ: "اور بے شک ہم نے پہلے سے ہی ابراہیم کو ان کی فہم و ہدایت دے رکھی تھی"۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر صرف تین سال تھی' جب انہوں نے سورج' چاند اور ستارے کو مخاطب کر کے یہ بات کہی تھی اور آخر میں یہ فرمایا تھا:

"اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ O" (الانعام: ۷۹) ترجمہ: "بے شک میں نے اپنا رخ یکسوئی سے اس کی طرف

پھیر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بے مثال پیدا فرمایا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں O''۔

آپ نے فرمایا: جو شخص قناعت اختیار کرتا ہے اس کی زندگی پرلطف ہوتی ہے اور حریص انسان کی زندگی بدمزدہ ہوتی ہے۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

میرے شیخ محترم میں ایک عجیب اور پسندیدہ صفت یہ بھی تھی کہ نہ خود وہ کسی کی غیبت کرتے تھے اور نہ ان کی مجلس میں کوئی اور شخص کسی کی غیبت کرتا' نیز آپ اپنی کتب کو عاریۃً دینے میں بڑے نرم خو واقع ہوئے تھے' بلا توقف اپنی کتب طالب علموں اور علماء کو عنایت فرما دیتے تھے اور تعلیم پر اجرت (ٹیوشن فیس) نہیں لیتے تھے بلکہ اجرت لینے والے کو معیوب سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بلا معاوضہ تعلیم دو جس طرح تمہیں بلا معاوضہ پڑھایا گیا ہے۔

(ذیل طبقات الحنابلہ مصنفہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ ص ۲۰۳۔ ۲۰۲)

ابن الجوزی لکھتے ہیں:

لوگوں کی تین قسمیں ہیں: (۱) فائزین (۲) خاسرین (۳) ہالکین

(۱) جو لوگ اپنی زندگی کا اکثر حصہ نیک کاموں میں صرف کرتے ہیں اور اچھے کاموں پر ہمیشگی اختیار کرتے ہیں' وہ فائزین یعنی کامیاب لوگ ہوتے ہیں۔

(۲) دوسرا گروہ وہ ہے جس نے ملے جلے کام کیے ہیں' اچھے بھی اور برے بھی' وہ خاسرین ہیں یعنی نقصان اٹھانے والے لوگ۔

(۳) تیسرا گروہ وہ ہے جن کی پوری زندگی برے کاموں میں گزری ہو' یہ لوگ ہالکین یعنی تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔

تنبیہ اور تخویف وہ تازیانہ ہے جو نفس کو سستی سے پاک کرتا ہے اور جس کام کو تم تعذیب سمجھتے ہو' وہ حقیقت میں تہذیب ہے کیونکہ بعض اوقات علاج چیز کو توڑ کر کرنا پڑتا ہے اور آپریشن کرنا ضروری ہوتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمہید

بے شک سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں، ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد اور بخشش مانگتے ہیں اور ہم اپنے نفس کی برائیوں اور شرارتوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دیتا ہے پھر اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو وہ گمراہی میں بھٹکتا ہوا بے یارومددگار چھوڑ دے تو اس کو راہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، سوائے اللہ کے جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

اور میں گواہی دیتا ہوں بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ○ (آل عمران:۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان○

اور ارشاد فرمایا:

يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً ‌ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيۡبًا○ (النساء:۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیے اور اللہ سے ڈرو، جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں

کا لحاظ رکھو' بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے ○

نیز ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ○ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ○ (الاحزاب: ۷۰-۷۱)	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو ○ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے' اس نے بڑی کامیابی پائی ○

امابعد! بے شک سب سے زیادہ سچی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور سب سے بہترین سیرت حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی سیرت ہے۔

اور سب سے بُری باتیں من گھڑت باتیں ہیں اور ہر من گھڑت کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں جانے کا سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آخری رسول بنا کر بھیجا' آپ کی شریعت آخری شریعت ہے' آپ کی رسالت اور شریعت میں تمام لوگوں کے لیے سعادت مندی کا سامان ہے اور آپ کا پیغام تمام قوموں اور قبیلوں کے لیے حیات بخش ہے اور آپ جانتے ہیں کہ ایک خوش حال اور خوشیوں بھری زندگی کا انحصار آپس میں ایک دوسرے پر احسان کرنے' نیکی' ہمدردی اور بھلائی' حسن سلوک اور صلہ رحمی پر ہوتا ہے۔ حسن سلوک اور صلہ رحمی کا اسلام میں بہت بڑا مقام اور مرتبہ ہے۔ اسلام میں احسان اور صلہ رحمی کرنے کو عظیم عبادت قرار دیا گیا ہے۔ شریعت محمدیہ جن اخلاقی اقدار پر مشتمل ہے' ان میں "البر والصلة" یعنی حسن سلوک اور صلہ رحمی کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ اسلام نے ہر چیز پر احسان کرنے کو انسان پر لازم قرار دیا ہے۔ دین اسلام اور شریعت محمدیہ نے جہاں رب اور بندے کے درمیان دائمی تعلق اور ربط کو سب سے اچھا عمل قرار دیا ہے وہاں اس نے افراد کے باہمی روابط اور اچھے تعلقات پر بھی زور دیا اور ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرنے اور اچھا برتاؤ کرنے کو ایک خوب صورت عمل اور بابرکت عبادت کا درجہ دیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کسی بھی معاشرے میں افراد کے باہمی تعلقات' صرف خوش گوار اور دوستانہ ماحول میں ہی قائم ہو سکتے ہیں اور اچھے تعلقات کے قیام کے لیے جب تک دونوں طرف سے دستِ تعاون نہ بڑھایا جائے' بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی۔ ان تعلقات اور باہمی روابط و مراسم کو ہم دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں' اگر دوسرے کے لیے ادا کرنے کا اعتبار کیا جائے تو ان معاشرتی تعلقات اور مراسم کا نام واجبات و فرائض ہے اور اگر یوں لحاظ کیا جائے کہ غیر کے پاس آپ کے لیے ان تعلقات کا استحقاق ثابت ہوتا ہے تو ان کو حقوق کہتے ہیں' بہر حال ان حقوق اور فرائض و واجبات کے درمیان جو چیز ربط و اتصال اور ان کو باہم مستحکم و مربوط رکھنے کا کردار ادا کرتی ہے اور الفت کے باہمی رشتہ کو ٹوٹنے نہیں دیتی' وہ ہے "البر والصلة" "برّ" (نیکی) اور صلہ رحمی' اب ہم ان دونوں لفظوں کی تحقیق سپرد قلم کرتے ہیں۔

"برّ" اور "صلہ" کے معانی کی تحقیق

"برّ" عطیہ' طاعت' صلاحیت' سچائی' بھلائی۔

"بِرّ یبو" اطاعت کرنا' حسن سلوک کرنا' خوش معاملگی سے پیش آنا' صفت "بار" آتا ہے۔ "البار البر" کا معنی ہے: نیک اطوار' بھلائی کرنے والا' بڑا نیک' سچا۔

جمع "اَبْرَار' بَرَرَةٌ" نیکوکار لوگ۔

ابن اثیر "نہایہ" میں "البِرّ" کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"البر" (بالکسر) احسان کرنے کو کہتے ہیں' والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور ان کے حقوق کی رعایت کرنا' اس کی ضد عقوق ہے' جس کا معنی بدسلوکی اور بدمعاملگی سے پیش آنا اور ان کے حقوق کو ضائع کرنا ہے۔

(النہایہ ج ۱ ص ۱۱۶' لسان العرب ج ۱ ص ۲۵۲۔۲۵۳)

امام نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ "شرح مسلم شریف" میں لکھتے ہیں:

علماء نے فرمایا ہے کہ "البرّ" بمعنی صلہ ہے۔

ابن قرقول "المطالع" میں لکھتے ہیں:

"برّ" ایک ایسا جامع لفظ ہے' جو دنیا و آخرت کی خیر' والدین کے ساتھ حسن سلوک' اچھے

کام کرنے، وسعت ظرفی، نرمی، مہربانی کرنے اور اطاعت کرنے، سب کو شامل ہے۔

اصطلاح شرع میں اس لفظ کا استعمال خیر کے جملہ اصناف کے لیے کیا جاتا ہے اور اس سے مراد ایک ایسی صفت لی جاتی ہے، جو تقویٰ کی تمام تعریفات سے برتر صفت ہے، اس کا درجہ تقویٰ سے بلند و برتر ہے اور احسان سے کم تر ہے۔

یعنی عدل اور احسان کا سلوک کرنے سے منع نہیں فرماتا، بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. (آل عمران: ۹۲)

تم اس وقت تک ہرگز برّ یعنی نیکی نہ پا سکو گے، جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے کچھ خرچ نہ کرو۔

ابو منصور نے کہا: ''برّ'' دنیا اور آخرت کی خیر کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو جو ہدایت، نعمت اور اچھی چیزیں عطا فرمائی ہیں، وہ دنیا کی خیر ہے اور جنت میں دائمی نعمتوں کا حصول آخرت کی خیر ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور کرم سے ہم کو دنیا اور آخرت کی خیر عطا فرمائے۔ آمین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: ہمیشہ سچائی پر رہو کیونکہ سچائی ''برّ'' کی ہدایت دیتی ہے۔

ثمر نے کہا: اس حدیث میں ''برّ'' کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا: ''برّ'' سے مراد صلاح (درستگی) ہے اور بعض نے کہا: ''برّ'' سے مراد خیر ہے اور میرے علم میں اس سے زیادہ جامع ''برّ'' کی اور کوئی تفسیر نہیں ہے، کیونکہ یہ تمام اقوال کو جامع ہے۔

لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ''برّ'' ہے، ہمارے شیخ نے بیان کیا کہ بعض اہل لغت کا قول ہے کہ ''برّ'' کا اصل معنی وسعت ہے، بحر کے مقابلہ میں ''برّ'' کا لفظ اسی سے ماخوذ ہے، پھر یہ لفظ شفقت، احسان اور صلہ میں مشہور ہو گیا، صاحب ''قاموس'' نے ''بصائر'' میں کہا ہے کہ ''برّ'' کا معنی ہے: فعل خیر میں ''تَوَسُّع'' (کھل کر نیکی کرنا)، کبھی یہ لفظ اللہ عزوجل۔

صلہ کا لغوی اور شرعی معنی

صلہ کا معنی ہے: مہربانی کرنا، شفقت کرنا اور اللہ کی طرف جب صلہ کی نسبت ہو تو اس کا

معنیٰ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے لیے رحمت کرنے والا ہونا اور ان پر اپنی گونا گوں نعمتوں کی بارش فرمانا ہے یا ان کو اپنے فرشتوں سے ملانا اور اپنے قرب خاص سے نوازنا اور اپنے بندگان خاص کے سینوں کی بندش کو کھول کر انشراح صدر کی نعمت غیر مترقبہ اور دولت سرمدی سے مالا مال فرمانا ہے۔ (الابی علی مسلم ج ۷ ص ۱۵ م)

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

"وصل" "فصل" کی ضد ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ (القصص:۵۱)

اور بے شک ہم ان کے لیے اپنا کلام وصل کے ساتھ (یعنی پے در پے) بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○

علامہ ابن اثیر نے کہا کہ صلہ رحمی کا جو حکم دیا گیا ہے' یہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان پر نرمی اور شفقت برتنے سے کنایہ ہے' خواہ وہ رشتہ دار دُور کے ہوں اور بدسلوکی کیوں نہ کریں۔ (تاج العروس' شرح القاموس ج ۸ ص ۱۵۷)

والدین کے ساتھ حسن سلوک سب سے بڑی نیکی ہے

اسلام نے جن طاعات و عبادات میں احسان کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی بہت سی قسمیں ہیں اور ان میں سب سے زیادہ توجہ "برّ والدین" یعنی ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور ان کے ساتھ احسان کرنے پر دی گئی ہے' اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر میں "برّ والدین" کی کیا قدر و اہمیت ہے اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے اور خوش معاملگی سے پیش آنے کی کتنی عظمت اور شان ہے' اس کا اندازہ ذیل کی آیات اور احادیث و آثار سے لگایا جا سکتا ہے:

اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

"وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○ (الاسراء:۲۳-۲۴)" اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو' اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان

سے ہوں نہ کہنا اور نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا' نرم دلی سے اور عرض کر: اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا'' (کنز الایمان)۔

''بِرُّ الْوَالِدَیْن'' کی تفسیر

علامہ قرطبی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ محولہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر کے ذیل میں ''بـرّ الوالدین'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''بـرّ الوالدین'' کا معنی ہے: والدین کی مرضی اور خواہش کے مطابق عمل کرنا' اس بناء پر حکم یہ ہے کہ اگر ماں باپ اپنی اولاد کو کسی کام کا امر دیں تو اولاد پر ان کی اطاعت کرنا واجب ہے' جب تک کہ وہ کام کرنا معصیت اور گناہ نہ ہو اور اگر وہ کام جس کا والدین حکم دیتے ہیں' فی نفسہ مباح ہو اور اسی طرح مستحب اور مندوب ہو تو پھر بھی اس کو بجالانا ضروری ہے۔ بعض علماء نے فرمایا: اگر والدین کسی مباح کام کا حکم دیں تو ماں اور باپ کے امر دینے سے وہ مباح کام اولاد کے حق میں مندوب اور مستحب بن جاتا ہے اور اگر کسی ایسے کام کا حکم دیں' جو اصل میں مستحب تھا تو وہ کام اولاد کے حق میں مؤکد اور لازم ہو جاتا ہے۔ (قرطبی ج ۱۰ ص ۲۳۸)

نیز علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

والدین کے ساتھ احسان کرنے اور ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر مسلمانوں پر جہاد متعین اور فرض عین کی صورت اختیار نہیں کر گیا ہو اتو ایسے عالم میں والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں شریک ہونا جائز نہیں ہے' والدین اگر مشرک ہوں تو آیا ان سے بھی فرض کفایہ جہاد کے لیے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام ثوری فرماتے ہیں:

والدین اگر چہ مشرک ہوں' ان کا مسلمان بیٹا جہاد جبکہ فرض کفایہ ہو' ان کی اجازت کے بغیر اس جہاد میں شریک نہ ہو۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کے لیے بغیر اجازت کے جہاد میں شرکت کرنا جائز ہے۔ (القرطبی ج ۱۰ ص ۲۳۸)

امام جصاص کا موقف

امام جصاص ''احکام القرآن'' میں لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب نے کہا: کسی شخص کے لیے اپنے والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کے لیے جانا جائز نہیں ہے' جبکہ جہاد فرض کفایہ ہو اور دشمن کے مقابلہ کے لیے مجاہدین کافی ہوں' لیکن اگر دشمن کے مقابلہ کے لیے مسلمانوں کی تعداد ناکافی ہو تو پھر والدین کی اجازت کے بغیر بھی اس شخص پر جہاد کے لیے نکلنا فرض ہے' کیونکہ اس صورت میں جہاد کرنا ہر قدرت رکھنے والے شخص پر فرض عین ہو جاتا ہے اور اب اس صورت میں جہاد فرض کفایہ نہیں ہے کہ بعض کے جہاد کرنے سے باقیوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے۔

کیا تجارت وغیرہ کی غرض سے سفر پر جانے کے لیے بھی والدین کی اجازت ضروری ہے؟

علماء کرام فرماتے ہیں کہ تجارت اور کاروبار معاش کے سلسلہ میں والدین کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص والدین کی اجازت کے بغیر روزی کمانے کے سلسلہ میں اگر گھر سے باہر چلا جاتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صرف جہاد کے لیے والدین کی اجازت کے بغیر جانے سے منع کیا ہے' جب کہ دوسرے اس فرض کی ادائیگی کے لیے کفایت کرتے ہوں' نیز جہاد سے بنا اجازتِ والدین ممانعت اس لیے فرمائی ہے کہ اس میں آدمی خود کو قتل کے لیے پیش کرتا ہے اور والدین کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے' لہٰذا ان کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے' کیونکہ جب وہ اپنی رضامندی اور خوشی سے اپنے بیٹوں کو جہاد پر بھیجیں گے تو اس سے ان کو دکھ نہیں ہوگا' رہا تجارت اور اس نوعیت کے دوسرے معاملات کا مسئلہ تو چونکہ یہ مباح اور جائز امور ہیں' لہٰذا ایسے معاملات اور کارروائیوں پر والدین کو اپنی سمجھ دار اور عاقل و بالغ جوان اولاد پر کوئی اعتراض ہوگا نہ ان کو اس سے کوئی دکھ تکلیف پہنچتی ہے' لہٰذا اس میں اجازت کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ ایسے مباح کام میں وہ شخص خود کو چونکہ قتل کے لیے پیش نہیں کر رہا' لہٰذا والدین سے اجازت کی بھی حاجت نہیں۔

جنگ میں کافر والد کو قتل کرنے کا کیا حکم ہے؟

امام جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب نے کہا: کسی مسلمان شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کافر والد کو قتل کرے جب وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ میں شریک ہو کر لڑائی کر رہا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ'' (الاسراء: ۲۳) ''تو ان سے ہوں نہ کہنا'' (کنزالایمان)۔ نیز فرمانِ خداوندی ہے: ''وَاِنْ جَاهَدٰكَ .... الایۃ'' (لقمان: ۱۵) ''اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا' پھر میری ہی طرف تمہیں پھر آنا ہے تو میں بتادوں گا جو تم کرتے تھے'' تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے اور حسن سلوک سے پیش آئے' جب کہ وہ حالت کفر پر ہوں اور اس کے ساتھ جنگ کریں اور نیکی اور حسن سلوک کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان اپنے والدین کے سامنے ہتھیار نہ نکالے اور اسلحہ سے ان کو خوف زدہ اور دہشت زدہ نہ کرے اور نہ ہی ان کو قتل کرے' الّا یہ کہ انسان مجبور ہو جائے' مثلاً اس کو اپنی جان کا اندیشہ ہو کہ اگر وہ اپنے باپ کو قتل نہیں کرتا تو وہ اسے نہیں چھوڑے گا' اس کو قتل کر دے گا تو اس اضطراری صورت میں وہ اپنے کافر باپ کو قتل کر سکتا ہے' کیونکہ اگر وہ اس کو قتل نہیں کرتا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ دوسرے کو اپنے قتل پر قدرت دے کر خود کو اپنے ہی ہاتھوں ہلاک کرنے والا ہے اور یہ خودکشی ہے اور خودکشی کرنا حرام ہے کیونکہ اپنے ہاتھ سے اپنی جان برباد کرنا اور دوسرے کو اپنی ہلاکت کا موقع فراہم کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے' اس لیے حرام موت مرنے سے کافر والد کو قتل کرنے کی اجازت ہے۔

اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ جو راہب تھے' ان کو اپنے باپ کے قتل سے روک دیا تھا' حالانکہ وہ مشرک تھے۔

مرنے کے بعد والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے کا حکم

والدین کے فوت ہونے کے بعد بھی اسلام ان کے ساتھ نیکی کرنے اور حسن سلوک کا معاملہ کرنے کی تلقین اور تاکید کرتا ہے' اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے: ''وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا'' (بنی اسرائیل: ۲۴) ''اور عرض کر: اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم

کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا" (کنزالایمان)۔

امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا: اگر کسی مسلمان آدمی کے والدین کافر تھے اور وہ فوت ہو جائیں تو وہ ان کو غسل دے ان کے جنازہ کے ساتھ جائے اور ان کو دفن کرے کیونکہ یہ امور بھی اس نیکی کے زمرہ میں آتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ کرنے کا امر فرمایا ہے۔ (امام جصاص احکام القرآن ج ۲ ص ۲۳۶)

والدین کے ساتھ گفتگو کے آدابِ اسلامی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا" (بنی اسرائیل: ۲۳) "ان دونوں سے تعظیم کی بات کہنا" (کنزالایمان)۔ "کریم" کا معنیٰ نرم اور لطیف ہے یعنی والدین کے ساتھ شائستہ پاکیزہ اور مہذب گفتگو کرے اور ان سے بات کرتے وقت دھیما اور نرم لہجہ اختیار کرے اونچی آواز سے چلّا کر بات نہ کرے اور ان کے نام یا کنیت سے انہیں نہ بلائے بلکہ ابا جان اور امی جان کہہ کر بلائے حسن ادب اور انسانیت کے تقاضوں کے مطابق اچھے سے اچھا طریقہ اپنانے کی کوشش کرے ایک آیت کریمہ میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ" (بنی اسرائیل: ۲۴) "اور ان دونوں کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے" (کنزالایمان)۔

"الذل اللّين" "ذل" کا معنیٰ نرمی کرنا اور تواضع اور انکساری سے پیش آنا ہے اس آیت کریمہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ انتہائی عاجزی وانکساری اور تواضع کے ساتھ پیش آئے ان سے بات کرنے میں ان کی طرف دیکھنے میں اور تمام معاملات میں نرم رویہ اختیار کرے اور ان کی طرف گھور کر نہ دیکھے کیونکہ اس طرح غصہ کرنے والے کا دیکھنا ہوتا ہے نیز ارشاد فرمایا:

"وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا" (بنی اسرائیل: ۲۴) "اور عرض کر: اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا"۔ (کنزالایمان)

تربیت اور پرورش کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے کیا ہے کہ بندہ جب اپنے

والدین کی شفقت کو یاد کرے گا اور سوچے گا کہ اس کے والدین اس کی پرورش میں کس قدر مشقت اور تکلیف اٹھاتے رہے ہیں' تو اس کے دل میں اپنے ماں باپ کے لیے ہمدردی اور محبت کے جذبات اور بھی زیادہ بڑھیں گے اور وہ دل و جان سے ان کا احترام کرے گا اور زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کا اس کے دل میں شوق اور جذبہ پیدا ہوگا۔

قرآن مجید میں شرک کی حالت میں فوت ہونے والے والدین کے حق میں بخشش کی دعا کرنے سے منع کیا گیا ہے' اگر کسی مسلمان شخص کے والدین ذمی ہوں تو ان کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرنے کا حکم ہے' مگر جب ان کی موت کفر پر واقع ہوئی ہو تو مرنے کے بعد ان کے لیے رحمت اور بخشش کی دعا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۲۴۴)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ○ وَاِنْ جٰهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

(لقمان: ۱۴۔۱۵)

اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی' اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا' کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے' یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھ ہی تک آنا ہے ○ اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے' ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا' پھر میری ہی طرف تمہیں پھر آنا ہے تو میں بتا دوں گا جو تم کرتے تھے ○

اور اس طرح ان دو آیتوں میں کئی چیزوں کا حکم دیا گیا ہے اور کئی چیزوں کی ممانعت کی گئی ہے۔

اوامر کی تفصیل یہ ہے: مثلاً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ'' (لقمان: ۱۴) ''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی'' مطلب یہ ہے کہ ہم نے لوگوں کو اس کا حکم دیا ہے اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو اس کا حکم دیا۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۶۴)

دوسرا حکم اور امر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ'' معنی یہ ہے کہ ہم نے انسان کو امر دیا اور تاکید فرمائی ہے کہ وہ میرا حق مانے اور اپنے والدین کا حق مانے اور اس سے بھی بہتر تفسیر یہ ہوگی کہ ''ان تکون'' میں لفظ ''ان'' کو برائے تفسیر قرار دیا جائے' اب اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ''ہم نے انسان سے فرمایا کہ ہمارا اور اپنے والدین کا حق مان''۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شکر سے مراد ہے نعمتِ ایمان پر اس کا شکر ادا کیا جائے اور والدین کا شکر یہ ہے کہ ان کے تربیت کرنے اور پرورش کرنے کا شکریہ ادا کیا جائے۔ سفیان بن عیینہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان فرمایا:

جس نے پانچ وقت کی نمازیں ادا کیں' وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا اور جس نے پنجگانہ نمازوں کے بعد والدین کے لیے دعائیں کیں' اس نے والدین کی شکر گزاری کی۔

روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''قال سفيان بن عيينه من صلى الصلوت الخمس فقد شكر الله تعالىٰ' ومن دعا للوالدين في أدبار الصلوات فقد شكرهما''۔ (تفسیر القرطبی ج ۱۴ ص ۶۵)

تیسرا امر

ارشادِ خداوندی ہوا کہ

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا. اور (دنیا میں) والدین کا اچھی طرح (لقمان: ۱۵) ساتھ دے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

یہ آیت کریمہ دلیل ہے' اس بات پر کہ کافر ماں باپ اگر حاجت مند ہوں تو مقدور بھر ان کی مالی معاونت سے ان کے ساتھ صلہ رحمی کا حق ادا کیا جائے۔ (تفسیر القرطبی ج ۱۴ ص ۶۵)

اور ان سے نرمی کے ساتھ گفتگو کی جائے اور نرمی اور پیار و محبت سے ان کو اسلام قبول

کرنے کی حکیمانہ انداز سے دعوت دی جائے (اور ان کے لیے ہدایت کی دعا کی جائے)
کیونکہ

لہجے میں اگر رس ہو تو دو بول بہت ہیں انسان کو رہتی ہے محبت کی زباں یاد

چوتھا امر

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ

''وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ''(لقمان:۱۵)''اس شخص کے طریق کی پیروی کرو جو میری رجوع کرنے والا ہے''۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہے کہ اگر والدین شرک کا حکم دیں تو ان کا کہنا مان اور ان کی راہ پر نہ چل بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے مؤمنین کی راہ پر چلتے ہوئے ان کی اتباع اور تقلید کر' کیونکہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

(تفسیر القرطبی ج ۱۴ ص ۶۵)

آیت مذکورہ بالا میں منہیات کا بیان

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

''وَاِنْ جٰهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا ''(لقمان:۱۵)
''اور اگر وہ (والدین) تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو کسی کو میرے ساتھ شریک ٹھہرائے' جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا مان'' اور اسی طرح یہ فرمانِ خداوندی کہ ''وَاِنْ جٰهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ''(العنکبوت:۸)''اور اگر وہ (والدین) تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو کسی کو میرے ساتھ شریک ٹھہرائے' جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا مان''۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

یہ آیت کریمہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی' ان کی ماں حمنہ بنت ابی سفیان بن امیہ بن عبد شمس تھی' حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنو زہرہ سے تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ محسنۂ کائنات حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بھی قبیلہ بنی

زہرہ سے تھیں' اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''هٰذَا خَالِیْ فَلْیُرِنِی امْرَءٌ خاله''۔

(ترمذی' ابواب المناقب)

یہ میرے ماموں ہیں' کوئی شخص مجھے (ان جیسا) اپنا ماموں تو دکھائے؟ حضرت سعد سابقین اوّلین میں سے تھے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: امام ترمذی نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے بارے میں چار آیتیں نازل ہوئیں' پھر انہوں نے واقعہ بیان کیا' حضرت سعد کی والدہ (ام سعد) نے کہا: ''الیس قد امر اللّٰہ بالبر؟'' کیا اللہ تعالیٰ نے نیکی کا حکم نہیں دیا؟ اللہ کی قسم! میں اس وقت تک نہ کھاؤں گی اور نہ پیوں گی' جب تک کہ مجھے موت نہ آ جائے یا تو کافر ہو جائے' فرماتے ہیں: گھر کے لوگ ان کا منہ زبردستی کھول کر کھانا کھلاتے تھے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ'' (لقمان: ۱۴) ''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی''۔

مترجم کہتا ہے:

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنی والدہ حمنہ بنت ابی سفیان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے' جب اسلام لائے تو آپ کی والدہ نے کہا: تو نے یہ کیا نیا کام کیا' خدا کی قسم! اگر تو اس سے باز نہ آیا تو نہ میں کھاؤں گی نہ پیوں گی' یہاں تک کہ مر جاؤں (تادمِ مرگ یا تمہارے کافر ہونے تک بھوک ہڑتال جاری رکھوں گی۔ مترجم عفی عنہ) اور تیری ہمیشہ کے لیے بدنامی ہو اور تجھے ماں کا قاتل کہا جائے' پھر اس بڑھیا نے فاقہ کیا اور ایک شبانہ روز نہ کھایا' نہ پیا' نہ سایہ میں بیٹھی' اس سے ضعیف ہو گئی' پھر ایک رات دن اور اسی طرح رہی' تب حضرت سعد اس کے پاس آئے اور آپ نے اس سے فرمایا کہ اے میری ماں! اگر تیری سو جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے سب ہی نکل جائیں تو بھی میں اپنا دین چھوڑنے والا نہیں' جب وہ حضرت سعد کی طرف سے مایوس ہو گئی کہ یہ اپنا دین چھوڑنے والا نہیں تو کھانے پینے لگی۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے اور اگر وہ کفر و شرک کا حکم دیں تو نہ مانا جائے (یعنی بھوک ہڑتالیوں کے جائز مطالبات تو

مان لیے جائیں بلکہ ایسی نوبت ہی نہ آنے دی جائے' لیکن ناجائز مطالبات ماننا جائز نہیں ہے' مترجم)۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اگر کسی مسلمان شخص کے والدین ذمی ہوں تو اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے' الّا یہ کہ اگر ان کی موت کفر پر واقع ہوئی ہو تو پھر ان کے لیے مرنے کے بعد رحمت اور بخشش کی دعا نہیں کرسکتا' جیسا کہ پہلے بھی اس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۰ص ۲۴۴۔۲۴۵)

اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے لیے' ماں باپ کے لیے اور مؤمنین و مؤمنات کے لیے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر فرمایا ہے:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًاO (نوح:۲۸)

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہیں اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو اور کافروں کو نہ بڑھا مگر تباہیO

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ انعام اور صلہ عطا فرماتا ہے جو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں' ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَO

اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے' اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنی اس کو تکلیف سے اور اسے اٹھا کر پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے' یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا' عرض کی: اے میرے رب! میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ○ (الاحقاف:۱۵۔۱۶)

نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لیے میری اولاد میں صلاح رکھ' میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں ○ یہ ہیں وہ جن کی نیکیاں ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی تقصیروں سے درگزر فرمائیں گے' جنت والوں میں سچا وعدہ جو انہیں دیا جاتا تھا ○

جس طرح والدین کے ساتھ بھلائی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے نوازتا ہے' اسی طرح والدین کے ساتھ نیکی کرنے پر اللہ تعالیٰ آدمی کے رزق اور عمر میں بھی خیر و برکت عطا فرماتا ہے' جس کا پوری تفصیل کے ساتھ بیان ہماری اس زیر نظر کتاب ''البر والصلة'' کے آئندہ ابواب میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

والدین کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کے سلسلہ میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور سلف صالحین کی زندگیوں میں ہمارے لیے بہترین نمونہ موجود ہے' اس اسوۂ حسنہ اور بہترین نمونہ کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا ابو کو دعوت الی اللہ دیتے تھے' انداز کتنا پر لطف ہے کہ چچا ان کے ساتھ سخت لہجہ میں بات کرتے اور ڈانٹتے ہیں' مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا کے اس سخت رویہ کے جواب میں نرمی کو اختیار کرتے ہیں اور ان کے لیے رحمت و بخشش طلب کرنے کا ان کو وعدہ دیتے ہیں' اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ○ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا ○ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ

اور (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کتاب میں ابراہیم کو یاد کیجئے بے شک وہ صدیق تھے نبی ○ جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے باپ! کیوں ایسی چیز کو

الْعِلْمِ مَالَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْ أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا○ يَاأَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا○ يَاأَبَتِ إِنِّيْ أَخَافُ أَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا○ قَالَ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يَاإِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا○ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ إِنَّهُ كَانَ بِيْ حَفِيًّا○

(مریم:۴۱۔۴۷)

پوجتا ہے جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ تیرے کچھ کام آئے○ اے میرے باپ! بے شک میرے پاس وہ علم آیا جو تیرے پاس نہیں آیا لہٰذا تو میری پیروی کر، میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں گا○ اے میرے باپ! شیطان کی پوجا نہ کر، بے شک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے○ اے میرے باپ! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کا عذاب پہنچے پھر تو ہو جائے شیطان کا ساتھی○ اس نے کہا: کیا تو میرے معبودوں سے منہ پھیرتا ہے اے ابراہیم! بے شک اگر تو باز نہ آیا تو میں یقیناً تجھے سنگسار کر دوں گا اور تو ہمیشہ کے لیے مجھ سے بے تعلق ہو جا○ فرمایا: (بس) تجھے سلام، (پھر بھی) عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب سے بخشش مانگوں گا، بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے○

بیٹے کا اپنے باپ کی طاعت وفرماں برداری میں مثالی کردار

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسمٰعیل کا کردار اپنے باپ کی طاعت اور فرماں برداری میں مثالی اور قابل تقلید تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ○ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّيْ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يَاأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ إِنْ

تو ہم نے اسے خوش خبری سنائی ایک عقل مند لڑکے کی○ پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا، کہا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح

شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ○ (الصّٰفّٰت:۱۰۱۔۱۰۲)

کرتا ہوں' اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے؟ کہا: اے میرے باپ! کیجئے' جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے' خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے○

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اپنے والدین کے ساتھ نیکی کی تعریف اور مدح کرتے ہوئے اللہ عزوجل قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ وَّاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا○ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوۃً وَکَانَ تَقِیًّا○ وَّبَرًّا بِوَالِدَیْہِ وَلَمْ یَکُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا○ (مریم:۱۲۔۱۴)

اے یحییٰ! کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے بچپن میں نبوت دی○ اور اپنی طرف سے مہربانی اور ستھرائی اور کمال ڈر والے تھے○ اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والے تھے' زبردستی کرنے اور نافرمانی کرنے والے نہ تھے○

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان دیکھیں کہ وہ اپنی طرف منسوب باتوں سے براءت کا اظہار کرتے اور اپنی والدہ کے ساتھ کس طرح نیکی اور برّ واحسان کرتے دکھائی دیتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی یہ دو صفتیں بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا○ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا○ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا○ (مریم:۳۰۔۳۲)

بچہ نے فرمایا: میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں دینے والا (نبی) کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا' میں کہیں ہوں اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں○ اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے جبر کرنے والا اور بدبخت نہیں بنایا○

حضرت سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ السلام کی اپنے والدین کے ساتھ برّ (نیکی) اور حسن سلوک کی حکایت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ○ وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا وَقَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ○ (یوسف:۹۹۔۱۰۰)

پھر جب وہ سب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا: مصر میں داخل ہو اللہ چاہے تو امان کے ساتھ ○ اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لیے سجدے میں گرے اور یوسف نے کہا: اے میرے باپ! یہ میرے خواب کی تعبیر ہے' بے شک اُسے میرے رب نے سچ کیا اور بے شک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا' بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرادی تھی' بے شک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کر دے' بے شک وہی علم و حکمت والا ہے ○

سلف صالحین کی حیات میں والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کی بہترین مثال اور نمونہ کا بیان

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی حیات میں والدہ کے ساتھ حسن سلوک کی اعلیٰ مثال اور نمونہ کا حدیث نبوی میں تذکرہ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب اہل یمن میں سے کوئی کمک آتی تو وہ ان سے سوال کرتے: کیا تم میں اویس بن عامر ہے؟ حتیٰ کہ ایک دن حضرت اویس اُن کے پاس گئے' حضرت عمر نے فرمایا: کیا آپ اویس بن عامر

ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! فرمایا: آپ قبیلہ مراد سے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: کیا آپ قرن سے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے پوچھا: کیا آپ کو برص (پھلبہری) کی بیماری لگی تھی؟ اور ایک درہم کے برابر داغ کے علاوہ باقی ٹھیک ہو گئے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اہل یمن کی امداد (فوجی دستے اور کمک) کے ساتھ ہمارے پاس قبیلہ مراد سے قرن کے ایک شخص آئیں گے' جن کا نام اویس بن عامر ہو گا' ان کو برص کی بیماری تھی اور ایک درہم کی مقدار کے علاوہ باقی ٹھیک ہو چکی ہو گی' قرن میں ان کی ایک والدہ ہے' جس کے ساتھ وہ بہت نیکی کرتے ہیں' اگر وہ کسی چیز پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا فرما دے گا' اگر تم سے ہو سکے تو تم ان سے مغفرت کی دعا کرانا' سو اب آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کیجئے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے استغفار کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: کوفہ میں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں کوفہ کے عامل (گورنر) کی طرف آپ کے لیے خط نہ لکھ دوں؟ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے کہا: خاک نشیں لوگوں میں رہنا مجھے زیادہ پسند ہے' جب دوسرا سال آیا تو کوفہ کے اشراف میں سے ایک شخص آیا' اس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے حضرت اویس رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا' اس نے کہا: میں ان کو کم سامان کے ساتھ شکستہ گھر میں چھوڑ کر آیا ہوں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ تمہارے پاس کمک کے ساتھ قبیلہ مراد سے اویس بن عامر قرن سے آئیں گے' ان کو برص کی بیماری تھی' ایک درہم کی مقدار کے علاوہ وہ سب بیماری ٹھیک ہو گئی' ان کی ایک والدہ ہیں' وہ اُن کے ساتھ نیک' اچھا سلوک کرتے ہیں' اگر وہ اللہ تعالیٰ پر کسی کام کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا کرتا ہے' اگر تم سے ہو سکے تو تم ان سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کرانا' پھر وہ شخص حضرت اویس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور اُن سے کہا: میرے لیے استغفار کیجئے' انہوں نے کہا: تم ابھی سفر سے آ رہے ہو' تم میرے لیے استغفار کرو' اس نے پھر کہا: آپ میرے لیے استغفار کیجئے' انہوں نے کہا: تم ابھی نیک سفر کر کے لوٹے ہو' تم میرے لیے استغفار کرو' پھر کہا: کیا تمہاری حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی

تھی؟ اس نے کہا: ہاں! پھر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے استغفار کیا' تب لوگوں کو حضرت اویس رضی اللہ عنہ کے مقام کا علم ہوا اور وہ وہاں سے چلے گئے' اسیر نے کہا: میں نے حضرت اویس رضی اللہ عنہ کو ایک چادر اوڑھائی' جب بھی ان کو کوئی شخص دیکھتا تو کہتا: اویس رضی اللہ عنہ کے پاس یہ چادر کہاں سے آئی؟ (صحیح مسلم ج ۴' کتاب فضائل الصحابہ' باب: ۲۲۵' حدیث: ۶۳۶۹)

یتیم کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کا بیان

نیکی اور صلہ رحمی کرنے کی وہ صورتیں جن کی طرف اسلام نے دعوت دی ہے' ان میں سے ایک صورت یتیم کی کفالت کرنا اور اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا اور اس پر رحم کرنا بھی ہے کیونکہ اس کا مضبوط سہارا ختم ہو گیا اور محفوظ قلعہ ڈھے گیا ہے' جس میں وہ پناہ لے سکتا تھا اور وہ دل نہیں رہا ہے' جو اس پر شفقت کرنے والا تھا اور وہ روح کہیں دور پرواز کر گئی ہے' جو اس کو اپنی آغوش میں لے کر اس کی دلجوئی کیا کرتی تھی تو اس کے اعصاب قوت پاتے تھے اور اس نرم و نازک شاخوں اور کونپلوں والے ننھے پودے کی نشو و نما پانے کو اور پروان چڑھنے کے لیے جو باڑ اور حصار کا کام دیتی تھیں' وہ نہیں رہیں۔ اپنے باپ کی موت سے وہ ان ساری نعمتوں سے محروم ہو گیا ہے۔ تقدیر نے اس کو غم' محرومی اور دل شکستگی کے سپرد کر دیا ہے۔

یتیم کسی مہربان' رحم اور ترس کھانے والے ہمدرد کی ہمدردی اور عنایت و توجہ کا کس قدر محتاج ہے؟ جو اس بے سہارا کو پستی سے نکالے اور اس کو گھٹن سے پاک کھلا ماحول مہیا کرے' جس میں وہ آزادی اور خوشی سے سانس لے سکے۔ وہ حکمت والے مولیٰ کریم عزوجل کے حکم شرعی کے مطابق کس قدر شفقت کا محتاج ہے' اور بہت رحم فرمانے والے پروردگار کی طرف سے ایک باوقار وصیت کی طرف کس قدر حاجت مند ہے' جو اس کی جان اور اس کے مال کی حفاظت و نگرانی کی ضمانت دے' تاکہ وہ تربیت اور نگرانی زندگی میں اس کو ایک کارآمد شخص بنائے' تاکہ وہ غیروں کے سہارے زندگی گزارنے پر مجبور ہو اور نہ قوم و ملت پر بوجھ بنے اور نہ ہی قوم کے درمیان ایک برا عنصر ثابت ہو' یہی وہ کچھ باتیں تھیں' جن کی وجہ سے دین اسلام نے قرآن و سنت میں یتیم کے معاملہ پر خاص توجہ کی ہے اور اس کو بڑی اہمیت دی ہے' اسلام یتیم کی تربیت

کرنے اور اس کی جان و مال کی محافظت پر لوگوں کو آمادہ کرتا اور اس کی ترغیب دیتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ یتیم کے معاملہ میں قرآن مجید کی عنایت (توجہ) اس کے شروع نزول سے لے کر اللہ تعالیٰ کے اپنے اس دین کو مکمل کرنے اور احکامِ شریعت کے مومنین پر پورا فرمانے تک جاری و ساری رہتی ہے۔

یتیم پر اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی کا ظہور آپ ﷺ کی مکی زندگی میں ہوتا ہے' جب طویل مدت تک آپ پر آمدِ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا' جس سے آپ کو یہ خیال گزرا تھا کہ شاید اللہ تعالیٰ آپ سے ناراض ہو گئے ہیں اور آپ کو چھوڑ دیا ہے تو آپ کے یہ خیال کرتے ہی دوبارہ نزولِ وحی کا سلسلہ جاری ہو گیا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی اتاری اور آپ کو یاد دلایا کہ میں آپ کو ناراض ہو کر کیسے چھوڑوں گا جب کہ آپ کے اعلانِ نبوت اور آپ کی بعثت سے قبل آپ کے پروردگار اللہ عزوجل کی آپ پر اس طرح عنایات اور نوازشات رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى○ (الضحیٰ:۶)	کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی○

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس نعمت پر شکر ادا کرنے کا حکم ہوتا ہے' وہ بھی اس طرح کہ شکرِ نعمت اُسی نعمت کی جنس سے ہو یعنی یتیم پر مہربانی کرو اور رحمت و شفقت فرمایا کرو' ارشاد ہوا:

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ○ (الضحیٰ:۹)	تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو○

پھر برابر اور پے در پے ایسی آیات اترتی رہیں' جن میں یتیم کی عزت کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ. (البقرہ:۲۲۰)	اور یہ لوگ آپ سے یتیموں کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ ان کی خیر خواہی کرنا بہتر ہے اور اگر تم اپنا اور ان کا خرچ مشترک رکھو (تو کوئی حرج نہیں) وہ تمہارے

بھائی ہی تو ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ کون خیر خواہی کرنے والا ہے اور کون بدخواہی کرنے والا۔

اور اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا۝ (النساء:۲)

اور یتیموں کو ان کا مال دو اور ستھرے کے بدلے گندا نہ لو اور ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھاؤ، بے شک یہ بڑا گناہ ہے۝

اور ارشاد فرمایا:

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا۝ (النساء:۶)

اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو اُن کے مال انہیں سپرد کر دو اور انہیں نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور اس جلدی میں کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں اور جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو، وہ بقدر مناسب کھائے، پھر جب تم ان کے مال اُنہیں سپرد کر دو تو ان پر گواہ کر لو اور اللہ کافی حساب لینے کو۝

قرآن مجید کی طرح سنت نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام دائماً ابداً) اور آثارِ سلف صالحین میں بھی یتیم پر شفقت و مہربانی کرنے کی ترغیب دلانے والی روایات بہ کثرت موجود ہیں، جن کا عنقریب آپ ہماری اس کتاب میں مطالعہ فرمائیں گے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ عزوجل

برّ (نیکی) صلہ رحمی اور (عتق) یعنی غلاموں کو آزاد کرنے کی فضیلت اور اس کی ترغیب کا بیان

اسلام نے نیکی اور صلہ رحمی کے جن مظاہر پر اپنے ماننے والوں کو ترغیب دلائی اور اس پر برانگیختہ کیا ہے' ان میں سے ایک نیکی کا میدان ''عتـــق'' (غلاموں کو آزاد کرنا) بھی ہے' آزادی دلانے پر اسلام لوگوں کو اس حد تک شوق دلاتا ہے اور اس عمل کو اس قدر پسند اور محبوب رکھتا ہے کہ اقوام عالم اور تمام امتوں میں اس کی کوئی مثال موجود نہیں ہے۔

اسلام نے اکثر جرائم اور گناہوں کے کفارات کی ادائیگی کے بہ طور جزاء وسزا غلام آزاد کرنا مقرر کیا (تاکہ جہاں مجرم لوگ گناہ سے پاک ہوں' وہاں آزادی کو بھی فروغ ملے) اور بہ کثرت احادیثِ مبارکہ میں اس عمل پر ابھارا گیا اور اس کی رغبت دلائی گئی ہے اور غلاموں پر مکاتبت کے ذریعے آزادی حاصل کرنے کی راہ آسان بنادی گئی' وہ یہ کہ آقا اپنے غلام سے مال پر تحریری معاہدہ کرے' جسے غلام اپنی آزادی کے عوض آقا کو ادا کرے' وہ لکھت کے بعد کام کاج کے لیے آزاد ہوتا ہے تاکہ محنت کوشش سے کمائی کر کے مقررہ مال اپنے سردار اور مالک کو ادا کردے اور آزاد ہو جائے۔ غلاموں اور لونڈیوں کی آزادی کے سلسلہ میں اسلام کی شدید رغبت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ اسلام نے زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف (خرچ کی مد اور جگہ) یہ مقرر فرمایا ہے کہ زکوٰۃ کا مال غلاموں کو قید سے آزادی دلانے میں بھی صرف کیا جائے اور مکاتبین کی اس مالِ زکوٰۃ سے امداد کی جائے تاکہ ان کے ذمہ جو مال کتابت لازم ہے وہ اس سے پورا کر کے آزادی حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَفِي الرِّقَابِ'' (التوبہ:٦٠) ''اور گردنیں آزاد کرانے میں''۔

اسلام کے جن امتیازی نشانات اور خصوصیات کا ہم ذکر کرتے ہیں' ان میں سے ایک بہت بڑی اور بہت عظیم الشان خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسلام نے کبھی غلام کی غلامی کو دلیل اور وجہ بنا کر اس پر علم حاصل کرنے کا دروازہ بند نہیں کیا' بلکہ اس کو آزاد چھوڑا کہ آزادانہ طور پر علم حاصل کرے اور اس میں تبحر پیدا کرے' یہاں تک کہ غلاموں کی ایک بڑی تعداد نے

امامت اور قیادت تک کے مراتب اور مناصب تک رسائی حاصل کی' جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ' حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت نافع رضی اللہ عنہ کی روشن مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان میں سے کتنے ہی ایسے غلام ہیں جو قیادت اور ادارت کے اہم مناصب پر فائز رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا گورنر اور والی مقرر فرمایا اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما (جو کہ ایک غلام زادے تھے) کو اسلامی فوج کی قیادت اور کمانڈ سونپی' حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ایسے جلیل القدر صحابہ کرام علیہم الرضوان اس لشکر میں موجود تھے اور انہوں نے ایک غلام کی ایڈمنسٹریشن اور قیادت و ادارت کو خوش دلی سے قبول کیا اور اس کے بعد بھی مسلمان اس سنت اور طریقہ پر چلتے رہے اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ عالم اسلام کے تمام اطراف و اکناف میں نظر دوڑائیں تو ان بلاد اسلامیہ میں اسلامی حکمرانوں اور قائدین ملت اسلامیہ کی ایک قابل ذکر تعداد ان حضرات کی رہی ہے' جو غلام تھے' لیکن وہ قیادت اور امامت کرتے نظر آتے ہیں۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ' علامہ عراقی کی ''الفیہ الحدیث'' کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے ایک دن امام الحدیث علامہ زہری رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا: ''من یسود اھل مکۃ؟'' اہل مکہ پر سرداری کون کر رہا ہے؟ امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (حضرت) عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ' ہشام نے پوچھا: کس چیز کے سبب عطاء کو مکہ والوں پر سیادت کرنے کا حق حاصل ہوا؟ امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دیانت اور روایت (علم حدیث) کی وجہ سے' ہشام کہنے لگا: ہاں! جو شخص دیانت دار ہو' اس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ لوگوں پر حکومت کرے۔

پھر خلیفہ نے امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ یمن میں کس کی سرداری ہے؟ امام زہری نے فرمایا: اہل یمن کے امام حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ ہیں' ہشام نے اسی طرح یکے بعد دیگرے مصر' جزیرہ' خراسان' بصرہ اور کوفہ کے متعلق سوال کیا اور امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے گن گن کر ان شہروں کے سرداروں کے بارے میں اسے بتلایا۔ امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ

جب بھی کسی شہر اور ملک کے سردار اور والی کا نام ذکر کرتے تو ہشام ان سے پوچھتا کہ آیا وہ عربی ہے یا غلام ہے؟ امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے: وہ والی اور قائد المسلمین غلام ہے (یعنی کوئی اصل مملوک ہے اور کوئی غلام اور مملوک زادہ ہے) (اور یہ برکت ہے اسلام کی کہ اس نے مملوکوں کو ملوک اور غلاموں کو بادشاہ بنا دیا ہے) یہاں تک کہ کرتے کرتے امام نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام آیا تو فرمایا کہ وہ عربی ہیں' تو ہشام نے کہا: ''الان فرجت عنی واللہ یسودن الموالی العرب ویخطب لهم علی المنابر'' اب میری پریشانی چھٹی اور غم سے جان چھٹی ہے' اللہ کی قسم! یہ سارے غلام ہیں جو عرب پر حکومت کر رہے ہیں اور عربوں پر ان کی سرداری چلتی ہے اور یہ غلام اور غلام زادے منبروں پر عربوں کو خطبہ دیتے اور نصیحتیں کرتے ہیں۔

یہ اسلام کے وہ زندہ و تابندہ معجزے اور نمایاں نشانات ہیں' جو عقل اور قلب دونوں کو بیک وقت اپنی گرفت میں لے لیتے اور جیت لیتے ہیں۔

اور یہ آیات اور نصوص اپنی تمام تر تفصیل کے ساتھ اس بات کی دلیل ہیں کہ بے شک اسلام رنگ اور جنس سے بالاتر ہو کر اور صرف نظر کر کے حق' حق دار کو عطا کرتا ہے اور مسلمانوں کا اسی طریقہ پر عمل جاری رہا ہے' اسلام کے ماننے والوں نے کبھی کسی اہل اور لائق شخص کو اس کی غلامی کی وجہ سے اعلیٰ اور اونچے منصب سے محروم نہیں کیا' بلکہ غلام اعلیٰ و ارفع منصبوں پر فائز ہوتے رہے ہیں' بلکہ اتفاق سے بعض شریف لوگ تو ملک کے حکمران اور والی بھی رہے ہیں۔ یہ اسلام کی تاریخ کے صفحات میں سے ایک قابل صد تکریم صفحہ ہے' جس میں اسلام کے زرّیں اصول اور ان کی چند مثالیں بیان کی گئی ہیں' اللہ تعالیٰ نے جب سے انسان کو پیدا فرمایا اس دن سے لے کر آج تک انسان نے ایسی خوش آئند' عجیب اور عظیم مثال کبھی نہیں سنی ہوگی اور یہ اسلام کی عظمت پر بڑی عظیم اور بہت ہی خوش آئند دلیل ہے کہ اس دین (دین اسلام) نے غلاموں کے حقوق کی ہمہ گیر حمایت کی ہے اور ان کے حقوق کا ہر پہلو سے مکمل احاطہ کیا ہے۔ وہ غلام جنہیں انسانوں کے گروہ کا سب سے کمزور اور عرف عام میں حقیر ترین طبقہ خیال کیا جاتا تھا' اسلام نے انہیں وہ عزت دی ہے اور ان کی اس طرح حمایت کی ہے کہ پوری تاریخ انسانیت میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی' اسلام نے ان کے مالکوں پر ان

کے وہ حقوق لازم قرار دیئے کہ گزشتہ تمام اَدوار میں اَحرار (آزادلوگ) بھی ایسی مراعات اور حقوق کا صرف خواب ہی دیکھ سکتے تھے لیکن اسلام نے بالفعل انہیں وہ حقوق دلوائے ہیں۔

''البر والصلة'' یعنی نیکی اور صلہ رحمی کے بارے میں کتاب کے دیباچہ میں یہ بطورنمونہ چند باتیں بیان کی گئی ہیں' اس موضوع کی پوری تفصیلات آپ آئندہ ابواب میں ملاحظہ فرماسکیں گے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سبب تالیف

کتاب ''البر و الصلة'' کے مؤلف امام حافظ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن علی بن محمد بن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً فرماتے ہیں:

الحمد للّٰہ الذی امر بالبر ونھی عن العقوق' وصلواته علی محمد الصادق المصدوق' وعلی اصحابه واتباعه الی یوم استیفاء الحقوق.

تمام تعریفوں کے لائق وہ ذات ہے جس نے رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے سے منع فرمایا ہے اور صادق و مصدوق نبی حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام' آپ کے اصحاب پر' حقوق وصول کرنے والے دن تک جو بھی آپ کی پیروی کرنے والے ہیں' ان سب پر درود و سلام' اس دن تک جس میں ہر ایک کو اس کا پورا پورا حق ملے گا۔

امابعد!

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں اپنے زمانے کے نوجوانوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ والدین کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے اور نہ وہ اس امر کو اپنے ذمہ اس طرح لازم جانتے ہیں جس طرح قرض لازم ہو' وہ اپنے ماں باپ کی آواز پر آواز بلند کرتے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ گویا یہ نوجوان نسل اس بات پر یقین ہی نہیں رکھتی کہ ماں باپ کی اطاعت کرنا بھی ان کے ذمہ واجب ہے' یہ نوجوان قطع رحمی کرتے ہیں اور اُن رشتوں کو توڑتے ہیں' جن کے

جوڑنے اور ملانے کا اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے اور ان رشتوں کو توڑنے اور آپس میں قطع تعلق کرنے سے انتہائی سختی اور ڈانٹ کے ساتھ منع فرمادیا ہے'' وربما قابلوھا بالھَجر والھُجر ''۔اور اسی طرح آج کل صاحب ثروت حضرات فقیروں اور ناداروں کی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال و دولت سے امداد کرنے اور ان حاجت مندوں کی غم خواری کرنے سے پہلو تہی کرتے نظر آتے ہیں۔ایسا لگتا ہے کہ ان امراء کو صدقہ اور خیرات کرنے پر اجر و ثواب کے ملنے کا کوئی یقین اور ایمان باقی نہیں رہا اور تبھی تو یہ اچھے کاموں کے کرنے سے کلیۃً بے پرواہ ہوگئے ہیں' گویا شرعاً اور عقلاً ان کے ذمہ پر کوئی نیکی کا کام کرنا اب باقی نہیں رہ گیا' حالانکہ ان تمام باتوں پر یعنی بھلائی اور ہمدردی کے کاموں پر جہاں عقل و قیاس برانگیختہ کرتے ہیں' وہاں قرآن و حدیث بھی ان ہمدردی اور خیر خواہی کے کاموں پر بڑے مبالغہ کے ساتھ ترغیب دیتے ہیں اور ان کے کرنے پر اجر و ثواب کا اور ان سے روگردانی کرنے پر عقاب اور سزا کو بیان کرتے ہیں۔اسی سبب سے میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور ان موضوعات کی ضروری اور لازمی باتوں پر قرآن و حدیث' آثار و حکایات کو جمع کیا اور مزید اثر آفرینی اور توضیح کے لیے عقلی اور حسی دلائل و براہین بھی نقل کردیئے ہیں تاکہ غافل کو تنبیہ ہو اور دانا آدمی کے لیے یاددہانی ہوجائے' اور اس کتاب کو میں نے پینتالیس ابواب پر تقسیم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ حق اور درست بات لکھنے اور کہنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

آدابِ زیارتِ قبور و مزارات

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اور ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

زیارتِ قبور کے ادب سے ایک بات یہ ہے جو علماء نے فرمائی کہ زیارت کو قبر کے پائینتی سے جائے نہ کہ سرہانے سے کہ اس میں میت کی نگاہ کو مشقت ہوگی (یعنی سر اٹھا کر دیکھنا پڑے گا) اور پائینتی سے جائے گا تو اس کی نظر کے خاص سامنے ہوگا۔

(اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز' حیات الممات ص ۱۰۳' فرید بک سٹال' لاہور)

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تیسیر میں زیر حدیث ''من زار قبرا بویہ'' نقل فرمایا:

ترجمہ: یہ حدیث نص ہے اس بات میں کہ مردہ زائر پر مطلع ہوتا ہے ورنہ اسے زائر کہنا

صحیح نہ ہوتا کہ جس کی ملاقات کو جایئے جب اسے خبر ہی نہ ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سے ملاقات کی' تمام عالم اس لفظ سے یہی معنیٰ سمجھتا ہے۔ (حیات الممات ص ۱۰۵)

امام یافعی' امام سیوطی' امام اسمٰعیل حضرمی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کا یمن کے ایک قبرستان کے پاس گزر ہوا تو سخت روئے اور بہت غمگین ہوئے' پھر کھل کھلا کر ہنسے اور نہایت خوش ہوئے' کسی نے سبب پوچھا' فرمایا: میں نے اس قبرستان والوں کو عذابِ قبر میں دیکھا تو رویا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر عرض کی' حکم ہوا: ''قد شفعناك فيهم'' ہم نے تیری شفاعت ان کے حق میں قبول فرمائی۔ اس پر ایک قبر والی مجھ سے کہنے لگی:

''وانا معهم يا فقيه اسمٰعيل انا فلان المغنية؟'' مولانا اسمٰعیل! میں بھی انہیں میں سے ہوں' فلاں گانے والی؟ میں نے کہا: ''وانت معهم'' تو بھی ان کے ساتھ ہے' اس پر مجھے ہنسی آئی'' اللهم اجعلنا ممن رحمته باولیائك امين''۔ (ایضاً ص ۱۰۷)

حضرت صدر الشریعہ فقیہ الاسلام مولانا امجد علی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

مسئلہ: زیارتِ قبور مستحب ہے' ہر ہفتہ میں ایک دن زیارت کرے' جمعہ یا جمعرات یا ہفتہ یا پیر کے دن مناسب ہے' سب میں افضل روز جمعہ وقت صبح ہے۔ اولیائے کرام کے مزاراتِ طیبہ پر سفر کر کے جانا جائز ہے' وہ اپنے زائر کو نفع پہنچاتے ہیں اور اگر وہاں کوئی منکر شرعی ہو' مثلاً عورتوں سے اختلاط تو اس کی وجہ سے زیارت ترک نہ کی جائے کہ ایسی باتوں سے نیک کام ترک نہیں کیا جاتا بلکہ اسے برا جانے اور ممکن ہو تو بری بات زائل کرے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: زیارتِ قبور کا طریقہ یہ ہے کہ پائنتی کی جانب سے جا کر میت کے چہرہ کے سامنے کھڑا ہو' سرہانے کی طرف سے نہ آئے کہ میت کے لیے باعث تکلیف ہے یعنی میت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ کون آتا ہے اور یہ کہے: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْاَرْوَاحِ الْفَانِيَةِ وَالْاَجْسَادِ الْبَالِيَةِ وَالْعِظَامِ النَّخِرَةِ اَدْخِلْ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مِنْكَ رَوْحًا وَّرَيْحَانًا وَّمِنَّا تَحِيَّةً وَّسَلَامًا'' پھر فاتحہ پڑھے اور بیٹھنا چاہے تو اتنے فاصلہ سے بیٹھے کہ اس کے پاس زندگی میں نزدیک یا دور جتنے فاصلہ پر بیٹھ سکتا تھا۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: قبرستان میں جائے تو الحمد شریف اور "الٓمّٓ" سے "مُفْلِحُوْنَ" تک اور آیت الکرسی اور "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ" آخر سورت تک اور سورت یٰس اور "تَبَارَكَ الَّذِی" اور "اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ" ایک بار اور "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" بارہ یا گیارہ یا سات یا تین بار پڑھے اور ان سب کا ثواب مُردوں کو پہنچائے۔ حدیث پاک ہے: جو گیارہ بار "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" شریف پڑھ کر اس کا ثواب مرنے والوں کو پہنچائے تو مُردوں کی گنتی کے برابر اسے ثواب ملے گا۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ہر قسم کی عبادت اور ہر عمل نیک فرض و نفل کا ثواب فوت شدگان کو پہنچا سکتا ہے، ان سب کو پہنچے گا اور اس کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہو گی بلکہ اس کی رحمت سے امید ہے کہ سب کو پورا ملے، یہ نہیں کہ اسی ثواب کی تقسیم ہو کر ٹکڑا ٹکڑا ملے (اس کو علم پر قیاس کر لیں کہ علم دوسروں تک پہنچانے والے کے نہ اپنے علم میں کمی ہوتی ہے اور نہ اس کے ٹکڑے ہوتے ہیں)۔ (ردالمحتار)

بلکہ یہ امید ہے کہ اس ایصالِ ثواب کرنے والے کو ان سب کے مجموعہ کے برابر ثواب ملے مثلاً کوئی نیک کام کیا جس کا ثواب کم از کم دس گنا ملے گا۔ اس نے دس مُردوں کو ثواب پہنچایا تو ہر ایک کو دس دس ملیں گے اور اس کو ایک سو دس اور ہزار کو پہنچایا تو اسے دس ہزار، وعلیٰ ہذا القیاس۔ (فتاویٰ رضویہ بحوالہ شریعت)

مسئلہ: نابالغ نے کچھ پڑھ کر یا کوئی نیک عمل کر کے اس کا ثواب مرنے والے کو پہنچایا تو ان شاء اللہ تعالیٰ پہنچے گا۔ (فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: قبر کو بوسہ دینا بعض علماء نے جائز کہا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

مسئلہ: قبر پر پھول ڈالنا بہتر ہے کہ جب تک تر رہیں گے، تسبیح کریں گے اور میت کا دل بہلے گا۔ (ردالمحتار) یوں ہی جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنے میں حرج نہیں۔

قبرستان میں جانا اور اہلِ قبور کی مغفرت کے لیے دعائیں مانگنا سنت ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصہ میں بقیع (قبرستان) تشریف لے جاتے اور فرماتے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ — اے مؤمنین قوم کے گھرانو! السلام

وَاَتَاکُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدْ.
(مسلم شریف' کتاب الجنائز)

علیکم! تمہارے پاس وہ چیز آ چکی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا' ان شاء اللہ تعالیٰ ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں' اے اللہ! بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۱ - والدین کے ساتھ نیکی اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور میل جول رکھنے کے بارے میں عقلی دلائل کا ذکر

یہ بات کسی عقلمند پر مخفی نہیں ہے کہ اپنے مُنعم کا حق پہچاننا لازم ہے اور اس کے احسانات کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے بعد بندہ پر سب سے زیادہ حقوق اور احسانات اس کے والدین کے ہوتے ہیں۔ ''ماں'' حمل کے دوران بہت مشقتیں برداشت کرتی ہے اور پھر وضع حمل یعنی بچہ کی ولادت کے وقت تو ماں کو بہت ہی سخت بے آرامی، بے چینی، ہیجان اور ایک جان لیوا مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے، پھر بچہ کی پرورش کا مرحلہ آتا ہے، جس میں ماں کو بچہ کی خاطر رات جاگ کر کاٹنی پڑتی ہے اور وہ اپنے اس بچہ کی خوشی کے لیے ہر تکلیف کو سہتی ہے اور اس کو آرام پہنچانے کے لیے اپنی ہر قسم کی خواہشات اور آرام و راحت کو قربان کر کے اس کی تربیت کرتی ہے، بہر حال ماں بچے کو اپنے نفس پر مقدم رکھتی ہے۔

اور باپ بچے کے دنیا میں آنے کا سبب بنتا ہے اور باپ کی اپنے بچہ سے محبت اس کے دنیا میں موجود ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے، وہ اس کی تعلیم و تربیت میں اس پر شفقت کرتا ہے، اس کے لیے روزی کماتا ہے اور اس کی تمام تر ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اخراجات برداشت کرتا ہے۔ ایک عقلمند شخص وہ ہوتا ہے جو اپنے محسن کے حق کو پہچانے اور پھر اس حق کو جان لینے کے بعد اس کے احسان کا بدلہ چکانے کی بھی پوری جدوجہد اور بھرپور کوششیں بھی کرے۔

اور کسی انسان کا اپنے مُنعم اور محسن کے حقوق کو نہ جاننا، یہ اس کے کمینہ صفت ہونے کی علامت ہے اور اگر اس خست اور کمینگی کے علاوہ اپنے محسن کے حق کا انکار کرنا اور اس کے

احسان اور حق کا اچھا صلہ دینے اور عزت و احترام کے بجائے اس کے مقابلہ میں بدلحاظی اور بے ادبی سے پیش آنا بھی مستزاد ہو تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ آدمی خبیث الطبع' بد بخت اور اپنی وضع اور سرشت کے لحاظ سے گھٹیا اور کم ذات ہے اور معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی شخص اپنے والدین کے ساتھ چاہے کتنی بھی نیکی کرے' وہ کسی صورت بھی ان کے سارے حقوق پورے کر سکتا ہے اور نہ ان کا کما حقہ شکر ادا کر سکتا ہے۔

مدعا یہ ہے کہ دنیا میں بہتر سلوک اور خدمت میں کتنا بھی مبالغہ کیا جائے لیکن والدین کے احسان کا حق ادا نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ھلال' حضرت زرعۃ بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: میری والدہ ماجدہ بہت بوڑھی ہوگئی ہیں اور اب وہ خود چل کر رفع حاجت کے لیے بھی نہیں جاسکتیں' میں اپنی پیٹھ پر سوار کر کے ان کو لے جاتا ہوں اور ان کو رفع حاجت کے لیے بٹھا کر اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیتا ہوں' تو کیا میں نے اپنی والدہ ماجدہ کا حق خدمت ادا کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں' وہ شخص کہنے لگا: کیا میں نے اُن کو اپنی پشت پر سوار نہیں کیا اور کیا میں نے اپنے آپ کو ان کی خدمت کے لیے وقف نہیں کر رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: تیری ماں بھی تو اسی طرح تجھے اٹھا کر پھرتی رہی ہیں اور (فرق یہ ہے کہ) وہ تجھے اٹھاتی تھیں اور تیری زندگی کی بلائیں لیتی تھی اور تیری درازی عمر کی تمنا کرتی اور تیرا حال یہ ہے کہ تو اٹھا کر انہیں اندر باہر لے جاتا ہے تو تیری تمنا یہ ہوتی ہے کہ وہ جتنا جلد ہو' اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوتا کہ اس کی بھی جان چھوٹ جائے اور تو بھی سکھ کا سانس لے' ہے ناں یہ بات؟

محمد بن ایوب ازدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ نے ایک شخص کو دیکھا' اس نے اپنی والدہ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا ہے اور وہ یہ شعر حسب حال پڑھ رہا ہے:

احمل امی وھی الحمالۃ ترضعنی الذرۃ و العلالۃ

○ (آج) میں اپنی امی جان کو اٹھاتا ہوں اور (پہلے) وہ مجھے اٹھایا کرتی تھیں اور مجھے وقفہ وقفہ سے دودھ پلاتی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ نے یہ سن کر فرمایا: اے شخص! تیرا اپنی ماں کو اٹھانا' اس کی ایک شفقت

بھری مسکراہٹ کا بھی بدلہ اور صلہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت عیسیٰ بن معمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ خود یہ پرندے کی مثل بن کر اپنی والدہ کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہے اور اس کو بیت اللہ شریف کا طواف کرا رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ حسب حال یہ شعر بھی پڑھتا جا رہا ہے:

احمل امی وھی الحمالة ترضعنی الدرة والعلالة

○ میں اپنی امی جی کو اٹھائے ہوئے ہوں اور وہ بھی (بچپن میں) مجھے اٹھایا کرتی تھیں اور وقفہ وقفہ سے مجھے دودھ پلایا کرتی تھیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا:

اگر میں اپنی امی کو اس وقت پالیتا اور تیری مثل اُن کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر اللہ کے گھر کا طواف کرانے کی سعادت سے سرخرو اور بہرہ ور ہوتا تو میرے نزدیک یہ عمل سرخ اونٹوں کے حاصل ہونے سے بھی زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوتا۔

حضرت عبید اللہ بن عمیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار ایک شخص نے عبید اللہ بن عمیر سے کہا:

میں ملک خراسان سے اپنی والدہ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر مکہ معظمہ تک لایا ہوں' یہاں تک کہ ان کو اسی طرح اپنی پشت پر سوار کر کے میں نے تمام مناسک حج ادا کرائے' آپ مجھے بتائیں کہ کیا میں نے اپنی ماں کی خدمت کا حق ادا کر دیا؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بھلے لوگ یہ تو اس کے تجھے ایک دفعہ ہنسانے اور خوش کرنے کا صلہ بھی نہیں بن سکتا۔

حضرت سعید بن ابی بُردہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھے اور یمن کا ایک شخص اپنی ماں کو اپنی پشت پر اٹھائے ہوئے اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کر رہا تھا اور ساتھ وہ اپنے حسب حال یہ شعر بھی پڑھتا جا رہا تھا:

انی لھا بعیرھا المذلل ان اذعرت رکابھا لم اذعر

○ بے شک میں اس کے لیے ایسا رام اور سبکسار شتر ہوں کہ جس کے سوار کو اگر خوف زدہ

کیا جائے تو میں ڈرنے والا پُتر (بیٹا) نہیں ہوں۔

پھر وہ یمنی کہنے لگا: اے ابن عمر! آپ کیا کہتے ہیں، کیا میں نے اپنی ماں کی خدمت کا حق ادا کر دیا؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! یہ تو اس کے دم بھر تجھے اٹھانے کا صلہ بھی نہیں ہے۔

فصل

اولاد پر ماں اور باپ کے جو حقوق بیان ہوئے اسی پر قیاس کر کے دوسرے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کی اہمیت اور اس کے اجر و ثواب کو بھی سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ وہ رشتہ دار بھی والدین ہی کا حصہ اور خون ہوتے ہیں، پس انسان کو اپنے والدین کی طرح ان کے قرابت داروں کی خدمت اور ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ اچھے برتاؤ میں تقصیر اور کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

۲- قرآن مجید میں والدین کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کا حکم

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۔ (الاسراء: ۲۳)

اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

لفظ ''قضٰی'' کے معانی کا بیان

امام ابوبکر الانباری بغدادی متوفی ۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں ''قضٰی'' کا معنی حکم فرمانا اور فرض کرنا ہے اور ختم کرنا نہیں، نیز لکھتے ہیں:

اصل میں ''قضٰی'' کا معنی لغت میں ''قطع الشئی باحکام واتقان'' کسی چیز کو مضبوط اور پختہ طریقے سے قطع کرنا ہے، جیسا کہ ایک شاعر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں کہتا ہے:

قضیت امورا ثم غادرت بعدھا بوائق اکمامھا لم تفتق

○ آپ نے بڑے بڑے اُمور کو پختہ طریقے سے قطع کیا، پھر اپنے بعد آپ ہمارے لیے ایسے مصائب اور مشکلات چھوڑ گئے ہیں کہ ہم سے ان کو کاٹنا تو کجا چھلکا بھی دور نہیں ہوسکتا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا'' (الاسراء:۲۳) اور والدین کے ساتھ نیکی کرو اور ان کی عزت کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''لا تنفض ثوبك فيصيبهما انصبار''۔ (تفسیر الطبری ج۱۵ ص۴۸) والدین کے پاس اپنے کپڑے بھی نہ جھاڑ تا کہ ان پر گرد و غبار نہ پڑے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ'' (الاسراء:۲۳) اور تو ان کو اُف تک نہ کہنا۔

لفظ ''اُف'' کے متعدد معانی

لفظ ''اُف'' کے معانی میں پانچ اقوال ہیں:

(۱) امام خلیل نے کہا: اس کا معنی ہے: ''وَسَخُ الظُّفُرِ'' یعنی ناخن کا میل۔

(۲) امام اصمعی نے کہا: اس کا معنی ہے: ''وسخ الاذن'' یعنی کان کا میل۔

(۳) امام ثعلب نے کہا: اس کا معنی ہے: ''قلامة الظفر'' یعنی ناخنوں کے کٹے ہوئے ریزے اور تراشے۔

(۴) امام ابن الانباری نے کہا: اس کا معنی ہے: ''الاحتقار والاستصفار من الافف والافف عند العرب القلة'' یعنی حقیر اور چھوٹا سمجھنا، یہ ''اَفَفْ'' سے مشتق ہے، جس کا معنی اہل عرب کے نزدیک کمی ہے یعنی کسی کو کمتر اور ہیچ سمجھنا۔

(۵) ابن فارس سے منقول ہے کہ ''اُف'' کا معنی لکڑی، نرکل اور گھاس کا تنکا وغیرہ، جو آپ نے زمین پر سے پڑا ہوا اٹھا لیا ہو۔

مصنف (علامہ جمال الدین ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں: میں نے یہ آیت اپنے استاد (امام اللغۃ والفقہ ابو منصور مصنف التہذیب و شرح الاسماء الحسنیٰ، المتوفی ۵۴۰ھ)

پر پڑھی تو انہوں نے فرمایا:

"اُف" کا معنی ہے: "النتن والتفجر" بدبو اور اسی طرح اور ڈانٹ ڈپٹ کرنا اور گھن کھانا' انہوں نے فرمایا کہ "اُف" کا حقیقی معنی" نفحك الشئي يسقط عليك من تراب ورماد" وہ مٹی اور راکھ جو آپ کے جسم پر یا کپڑوں پر پڑ جائے اور آپ اس کو پھونک کر جھاڑ دیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "اُف" ہر قسم کے بوجھ اور گرانی کو کہتے ہیں۔

(دیکھئے: تہذیب اللغۃ ج ۱۵ ص ۹۸۹)

اور فرمانِ باری تعالیٰ عزاسمہ "وَلَا تَنْهَرْهُمَا" (بنی اسرائیل: ۲۳) کا معنی یہ ہے کہ ماں باپ سے سخت بات نہ کرو اور ان کے سامنے چیخ چیخ کر گفتگو نہ کرو اور عطاء ابن رباح نے فرمایا: اس کا معنی ہے: ماں باپ کے روبرو اپنے ہاتھ ہلا کر اور ہاتھوں کو جھٹک کر گفتگو نہ کرو بلکہ ان سے گفتگو کرو تو نہایت احسن اور مؤدب انداز کے ساتھ نرم لہجے میں بات کرو۔

حضرت سعید ابن المسیب فرماتے ہیں: جیسے ایک مجرم غلام کسی سخت مزاج آقا کے سامنے مؤدب ہو کر حاضر ہوتا ہے اور نرمی سے بات کرتا ہے۔

اور فرمانِ باری تعالیٰ جل شانہ "وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ" (بنی اسرائیل: ۲۴) اور ان کے سامنے عاجزی اور رحمدلی کا بازو جھکائے رکھنا۔ مدعا یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اکڑ اور ترفع کے ساتھ نہ رہو' بلکہ عجز اور تواضع کے ساتھ رہو۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک والدین کے حقوق کی اہمیت کتنی زیادہ ہے' اس کا اندازہ اس آیت کریمہ کے مطالعہ سے ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ" (لقمان: ۱۴) "شکر گزار ہوں اور اپنے والدین کے"۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے شکر کو بندے کے والدین کے شکر کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا۔

۳- والدین کے ساتھ حسن سلوک اور رشتہ داروں کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا احادیث مبارکہ میں حکم

والدین کے ساتھ نیکی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کا بیان

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو' اگرچہ وہ تمہیں اپنے گھر بار اور مال سے نکل جانے کا حکم دیں۔

حضرت حمزہ بن عبد اللہ سے ان کے والد ماجد نے فرمایا کہ ایک عورت میرے نکاح میں تھی اور میں اسے پسند کرتا تھا' جب کہ حضرت عمر اسے ناپسند کرتے تھے' انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو تو میں نے انکار کیا' پس حضرت عمر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور اس بات کا ذکر کیا' نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اسے طلاق دے دو۔

مسئلہ: حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

باپ کے حکم پر بیوی کو طلاق دے دینا مستحب ہے' مگر باپ کے حکم پر بیوی بچوں پر ظلم نہ کرے' ظلم کرنے سے بچنا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔ اللہ' رسول کا حکم ماں باپ کے حکم پر مقدم ہے' ایسے ہی اگر ماں باپ کفر و معصیت کا حکم دیں تو نہ مانے' رب فرماتا ہے: ''وان جاھداك علی ان تشرك بی مالیس لك به علم فلا تطع ھما'' (لقمان: ۱۵) (مشکوٰۃ' باب الکبائر) ''اگر وہ (تیرے ماں باپ) تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تم اس چیز کو میرے ساتھ شریک ٹھہراؤ جس کا تمہیں علم نہیں ہے تو تم ان کی اطاعت نہ کرنا''۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو' اگرچہ وہ تمہیں اپنے تمام مال و اسباب سے نکل جانے کا حکم دیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ اپنے ماں باپ کی اطاعت کرو اگرچہ وہ تمہیں تمہاری دنیا (تمام مال و اسباب اور گھر بار) سے نکل جانے کا حکم دیں تو تم ان کے حکم کو مانو اور دنیا (یعنی اپنی جمع پونجی) کو چھوڑ دو۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعض اہل خانہ سے فرمایا کہ اپنے والدین کا حکم مانو اور اگر وہ تمہیں اپنے گھر سے (دنیا سے) نکل جانے کا حکم دیں، تب بھی ان کی اطاعت کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے والدین سے نیکی کرو، تمہاری اولاد تمہارے ساتھ نیکی کرے گی۔

حضرت زید بن علی بن حسن نے اپنے بیٹے یحییٰ سے فرمایا:

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ میرے لیے تجھ پر راضی نہیں ہوا اور اس نے تجھے میرے متعلق تاکید فرمائی اور وہ مجھ پر تیرے متعلق راضی ہے اور اس نے مجھے تیرے متعلق کوئی تاکیدی حکم نہیں فرمایا۔

٤- ماں باپ کی خدمت، جہاد اور ہجرت پر مقدم ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو تم ان کی خدمت میں جہاد کرو۔

والدین کی ناراضگی کے باوجود جہاد کے لیے جانا کیسا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میں اس لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ ہجرت پر آپ سے بیعت کروں اور میں اپنے والدین کو روتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کے پاس لوٹ جاؤ اور انہیں ہنساؤ (خوش کرو) جیسے ان کو رُلایا تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا یمن میں تمہارے والدین (بقید حیات) ہیں، اس نے عرض کی: جی ہاں! ہیں، آپ نے اس سے فرمایا: کیا انہوں نے تمہیں (ہجرت کی) اجازت دی ہے؟ عرض کی: نہیں، فرمایا: تم اپنے ماں باپ کے پاس واپس چلے جاؤ، اگر تو وہ اجازت دے دیتے ہیں (بہتر) ورنہ پھر تم ان کی خدمت کرو (یہی

تمہارا جہاد ہوگا)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا ہے اور وہ جہاد کا ارادہ رکھتا ہے اور ماں اس کو منع کرتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ تم اپنی والدہ کے پاس ٹھہرے رہو اور تمہیں اپنی نیت اور ارادہ کے مطابق جہاد کرنے کا اجر وثواب مل جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جہاد کرنے کی اجازت طلب کرنے کے لیے حاضر ہوا' آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ بتاؤ تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: میری والدہ موجود ہیں' آپ نے فرمایا: تو تم جا کر اپنی ماں کی خدمت کرو' جب وہ رکاب میں پاؤں رکھنے لگا تو آپ نے فرمایا: بے شک رب عزوجل کی رضا والد کی رضا میں ہے اور والد کی ناراضگی میں رب کی ناراضگی ہے۔

۵- والدین کے ساتھ نیکی کرنا اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک پسندیدہ ترین عمل ہے

امام بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا' میں نے عرض کیا: اس کے بعد؟ فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا' میں نے عرض کیا: اس کے بعد؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا۔

٦- والدین کے ساتھ نیکی کرنے سے زندگی اور رزق بڑھ جاتے ہیں

حضرت سہل بن معاذ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: جو شخص اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرے گا' اس کے لیے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں اضافہ اور زیادتی فرما دیتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں حضرات بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! تو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کیا کر اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کر تمہارے لیے آسانی اور تمہاری عمر میں اضافہ کر دیا جائے گا اور اپنے رب کی اطاعت کرو تم عقل مند کہلاؤ گے اور اس کی نافرمانی مت کرو' ورنہ جاہل اور بے وقوف کہلاؤ گے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نیکی ہی عمر میں اضافہ اور زیادتی کا سبب بنتی ہے۔

حضرت ثوبان کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نیکی اور صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز فرمائے اور اس کے رزق میں اضافہ کر دے تو اس کو چاہیے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے اور صلہ رحمی (یعنی رشتہ داروں سے ملے جلے اور حسن سلوک) کرے۔

فائدہ: والدین اور رشتہ داروں سے نیکی اور حسن سلوک کی وجہ سے رزق کے بڑھنے پر تقدیر سے ٹکراؤ کا جواب

اس حدیث میں ہے: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر لمبی ہو اس کو چاہیے کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اور اپنے رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرے۔

اس حدیث پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ عمر اور رزق تو تقدیر الٰہی میں مقرر اور معین ہو چکے' اب ان میں زیادتی کیسے ہو سکتی ہے؟ جب کہ عمر کے متعلق قرآن مجید میں یہ تصریح ہے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○ (الاعراف: ۳۴)

اور ہر گروہ کے لیے ایک مدت مقرر ہے' جب ان کا وقت مقرر آ جائے گا تو وہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکیں گے نہ آگے بڑھ

سکیں گے O

جواب

اس اشکال کے علماء نے متعدد جوابات دیئے ہیں' ان میں سے صحیح جواب یہ ہے کہ عمر میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ عمر میں برکت دی جائے اور عبادات کی توفیق دی جائے اور اُس کی زندگی کے اوقات کو ان کاموں پر صرف کیا' جو اس کے لیے آخرت میں نفع آور ہوں اور غیر مفید کاموں میں ضیاع وقت سے اس کو محفوظ رکھا جائے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ عمر اور رزق میں زیادتی کا تعلق تقدیر معلق سے ہے' تقدیر مبرم سے نہیں ہے' مثلاً فرشتوں کو لوح محفوظ میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ اس کی عمر ساٹھ سال ہے اور اگر اس نے صلہ رحم کیا تو اس کی عمر چالیس سال بڑھادی جائے گی' لیکن اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ اس نے صلہ رحم کرنا ہے یا نہیں اور اس کی عمر کتنی ہے' قرآن مجید کی اس آیت سے یہی مراد ہے اور یہی تقدیر مبرم ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس کے مرنے کے بعد دنیا میں اس کا ذکر جمیل باقی رہے گا اور اس کے اعمالِ صالحہ کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہے گا' قرآن مجید میں ہے:

- اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَھُمْ. (یٰسین:۱۲)

بے شک ہم ہی مُردوں کو زندہ کریں گے اور ان کے آگے بھیجے ہوئے اعمال اور نشانات کو ہم لکھ رہے ہیں۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

- وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ O (الشعراء:۸۴)

اور میرے بعد آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری رکھ O

سو عمر میں زیادتی کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے مرنے کے بعد اس کے اعمال کے ثواب اور اس کے ذکر جمیل کو جاری رکھے۔ (شرح صحیح مسلم' ج ۷ ص ۹۶۔۹۷' فرید بک سٹال' ۳۸۔ اُردو بازار' لاہور' علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ)

صلہ رحم سے عمر میں زیادتی کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کی حدیث: ۹۵۳' کتاب القدر میں یہ تصریح ہے کہ عمر اور رزق مقدر ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں تغیر نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ کو ازل میں جو علم تھا' اس میں زیادتی یا کمی محال ہے' بعض احادیث میں ہے کہ صلہ رحم سے عمر زیادہ ہوتی ہے اور یہ اس باب کی حدیث کے خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی تقدیر معلق میں ہے' تقدیر مبرم جو علم الٰہی ہے' اس میں تغیر محال ہے۔ علامہ مازری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جب اللہ کو یہ علم ہو' مثلاً زید ۵۰۰ھ میں مرے گا تو اب زید کا اس سے پہلے یا بعد مرنا محال ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم جہل سے منقلب ہو جائے گا' اس لیے عمر میں زیادتی یا کمی محال ہے اور بعض احادیث میں جو زیادتی یا کمی کا ذکر ہے' اس کا تعلق ملک الموت اور دوسرے روح قبض کرنے والے فرشتوں سے ہے' مثلاً پہلے ملک الموت نے لوحِ محفوظ کو دیکھا' زید ۵۰۰ھ میں مرے گا' زید نے کوئی نیکی کی' اب اس کی عمر دس سال بڑھا دی اور پہلی مدت مٹا کر لکھ دیا کہ وہ ۵۱۰ھ میں مرے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ. (الرعد:۳۹)

اللہ تعالیٰ جو چاہے مٹا دیتا ہے اور جو (چاہے) ثابت رکھتا ہے اور اصل تقدیر (لکھت) اسی کے پاس ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ زید نے نیکی کرنی ہے یا نہیں اور اس کی عمر کو بڑھایا جائے گا یا نہیں اور یہی اصل تقدیر اور اس کا ازل میں علم ہے' جس میں کوئی تغیر نہیں ہے' عمر کا بڑھنا یا نہ بڑھنا صرف تقدیر معلق میں ہوتا ہے' جس کا تعلق ملک الموت کے علم کے ساتھ ہوتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم (اُردو)' علامہ غلام رسول سعیدی' ج ۷ ص ۳۶۰' فرید بک سٹال' لاہور)

امام محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں: خلیفہ منصور نے مجھے پیغام بھیجا کہ فوری میرے پاس پہنچو' ابھی میں اپنی سواری پر سوار ہوا تھا کہ گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز میرے کان میں پڑی' میں نے لڑکے سے کہا: یہ کون آیا ہے؟ اس نے بتایا کہ آپ کے بھائی عبدالوہاب صاحب' پس ہم دونوں مل کر خلیفہ منصور کے پاس آئے' ہم نے دیکھا کہ حضرت ربیع پردہ کے پاس کھڑے ہیں اور خلیفہ مہدی ڈیوڑی (برآمدے) میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ

عبدالصمد بن علی' داؤد بن علی' اسماعیل بن علی' سلیمان بن علی' جعفر بن محمد بن علی' عبداللہ بن حسن اور عباس ابن محمد بھی موجود ہیں۔ ربیع نے ہمیں کہا: اپنے چچا زادوں کے ساتھ بیٹھ جایئے' پس ہم بیٹھ گئے' پھر ربیع اندر چلے گئے' تھوڑی دیر کے بعد باہر آئے اور خلیفہ مہدی سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے' اندر تشریف لایئے' ان کے بعد پھر ہم سب کو بھی اندر داخل ہونے کے لیے کہا' ہم سب بھی داخل ہوئے' سلام کیا اور اپنی اپنی نشست پر بیٹھ گئے' خلیفہ نے ربیع کو دوات اور کاغذ قلم لے کر آنے کا حکم دیا' اس نے ہر ایک کے سامنے ایک ایک قلم دوات اور کاغذ لا کر رکھ دیئے' پھر انہوں نے عبدالصمد بن علی کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے عم محترم! اپنے بیٹوں (بھتیجوں) اور بھائیوں کے لیے "حدیث البر و الصلة" (والدین کے ساتھ نیکی اور قرابت داروں سے صلہ رحمی اور حسن سلوک کرنے کے متعلق احادیث مبارکہ) بیان فرمایئے۔ عبدالصمد بن علی نے حدیث بیان کی اور کہا:

میرے والد ماجد نے میرے دادا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مجھے حدیث بیان کی کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ نیکی اور صلہ رحمی دونوں عمر کو دراز کرتی ہیں' شہروں کو آباد کرتی ہیں' اموال میں برکت پیدا کرتی ہیں' اگرچہ وہ گناہ گار لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔

پھر انہوں نے کہا: اے عم محترم! دوسری حدیث مبارک یہ ہے:

میرے والد ماجد میرے دادا بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ برّ (نیکی) اور صلہ رحمی (رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرنا) عذاب میں تخفیف کا سبب ہوتے ہیں۔

پھر کہا: اے عم مکرم!

تیسری حدیث مبارک یہ ہے:

عبدالصمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ماجد میرے دادا جان سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں دو بھائی بادشاہ تھے' دونوں الگ الگ دو شہروں پر حکومت کرتے تھے' ان میں سے ایک اپنے قرابت داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا اور رعایا پر رحم کرنے والا اور ان پر عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرنا والا تھا جب کہ

دوسرا بھائی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک نہیں کرتا تھا اور عوام پر بھی ظلم اور نا انصافی کرتا رہتا تھا' ان کے زمانہ میں ایک نبی تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی اتاری اور بتایا کہ اس نیک اور عادل بادشاہ کی عمر تین سال باقی رہ گئی ہے جب کہ اس ظالم اور رشتہ داروں کو تنگ کرنے والے بادشاہ کی عمر ابھی تیس سال باقی ہے' اللہ تعالیٰ کے اس نبی (علیہ السلام) نے دونوں بادشاہوں کی رعایا کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مطلع کر دیا' یہ سن کر عادل اور نیک بادشاہ کی رعیت کو بہت غم ہوا اور انہوں نے بچوں کو ان کی ماؤں سے جدا کر دیا' کھانا پینا ترک کر دیا اور صحراء کی طرف نکل گئے اور تین دن تک صحراء میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں' التجائیں کرتے رہے کہ اے اللہ! تو اس عادل بادشاہ کی زندگی کو دراز فرما کر ہمیں اس سے متمتع ہونے اور نفع اٹھانے سے بہرہ ور فرما اور ظالم کے ظلم کو دور کر دے' تین دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اس نبی علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ میرے بندوں کو بتلا دو کہ میں نے ان پر رحم کرتے ہوئے ان کی دعا کو قبول فرما لیا ہے اور اس نیک شخص کی زندگی کے باقی ماندہ تین سال اس ظالم کو لگا دیئے ہیں اور اس کے تیس سال میں نے اس نیک بادشاہ کے لیے کر دیئے ہیں' چنانچہ وہ ظالم بادشاہ تین سال کے بعد مر گیا اور یہ نیک بادشاہ تیس سال تک زندہ رہا۔

۷- والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے آداب اور طریقے

☆ والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنا یہ ہے کہ وہ جو بھی حکم دیں' اس میں ان کی اطاعت کی جائے جب تک کہ وہ کام کرنا حرام اور گناہ نہ ہو۔

☆ نفل نماز اور نفلی عبادات پر والدین کے حکم کو مقدم کرے۔

☆ والدین جن کاموں سے منع کریں' اولاد پر لازم ہے کہ وہ ان سے اجتناب کریں۔

☆ اولاد پر واجب ہے کہ وہ اپنے والدین کی خدمت کے لیے مال خرچ کریں۔

☆ اولاد پر لازم ہے کہ وہ والدین کی خواہش اور پسند کو اپنا مطلوب بنائیں اور اس کو تلاش کریں۔

☆ والدین کی پسند کو پسند کرنا اور پورا کرنا' اولاد پر واجب ہے۔

☆ والدین کے ساتھ ادب واحترام اور وقار و شائستگی کو اپنا شعار بنانا چاہیے۔

☆ والدین کی آواز پر اپنی آواز کو اونچا کرے اور نہ ہی چلا کر بولے۔

☆ والدین کی طرف گھور کر نہیں دیکھنا چاہیے۔

☆ اپنے ماں باپ کو ان کے نام لے کر نہ بلائے۔

☆ راہ چلتے وقت احتراماً والدین کے دائیں طرف تھوڑا سا پیچھے ہو کر چلے۔

☆ ماں باپ کی کوئی بات اگر طبیعت کو پسند نہ آئے اور دل پر گراں گزرے تو صبر کرے۔

والدین کے ساتھ نیکی کے آداب اور حسن سلوک سکھانے کے بارے میں احادیث و آثار کا بیان

حضرت طلق بن علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اپنے والدین کو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو پاتا درآں حالیکہ میں نماز شروع کر چکا ہوتا اور میں نے سورتِ فاتحہ (الحمد شریف) بھی پڑھ لی ہوتی، پھر میری والدہ محترمہ مجھے یا محمد کہہ کر بلاتیں تو میں کہتا: ''لبیک'' اے امی جی! میں حاضر ہوں۔

ابو غسان ضبی بیان کرتے ہیں کہ وہ ظہر الحرہ میں پیدل جا رہے تھے اور ان کے والد ان کے پیچھے چل رہے تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا: یہ شخص کون ہے جو آپ کے پیچھے چل رہا ہے؟ غسان ضبی کہتے ہیں: میں نے کہا کہ میرا باپ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: تم نے حق میں خطا کی ہے اور تمہارا طریقہ سنت کے خلاف ہے، اپنے باپ کے آگے مت چلو، بلکہ ان کے دائیں طرف یا پیچھے چلو اور اتنا بھی پیچھے مت رہو کہ تمہارے اور تمہارے باپ کے درمیان کوئی تمہارا آپس میں رابطہ کاٹ دے، پھر آپ نے فرمایا: (جب کھانا کھانے بیٹھو تو) جس لقمہ اور بوٹی پر تمہارے والد کی نظر ہو، وہ بوٹی نہ لو! شاید انہیں وہ پسند اور مرغوب ہو اور نیز اپنے والد کی طرف ترچھی نظر سے نہ دیکھو اور نہ ان کے بیٹھنے سے پہلے بیٹھو اور نہ ان کے سونے سے پہلے سویا کرو۔

ہشام بن عروہ اپنے والد ماجد اور دوسرے مشائخ سے روایت کرتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو دیکھا تو آپ نے ایک سے پوچھا: یہ شخص (جو تمہارے ساتھ ہے) تمہارا کیا لگتا ہے؟ اس نے بتلایا کہ یہ میرا باپ ہے، آپ نے فرمایا: باپ کو اس کا نام لے کر نہیں بلاتے اور یاد رکھو کہ نہ تو تم نے اپنے باپ کے آگے چلنا ہے اور نہ اس کے بیٹھنے

سے پہلے بیٹھنا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں: حضرت طیسلة بن میّاس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ میری والدہ ماجدہ میرے پاس ہوتی ہیں' انہوں نے فرمایا: بخدا! اگر تم اپنی والدہ کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرو اور ان کو کھانا کھلاؤ تو یقین کرو کہ تم جنتی ہو' جب تک کہ کبائر سے اجتناب کرو گے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت ہشام بن عروہ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے' انہوں نے آیت کریمہ "وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ" "اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے' اور عرض کر: اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا" (کنز الایمان) کی تفسیر میں فرمایا: والدین جس چیز کو پسند کریں' ان کو اس چیز سے روکو نہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "بکاء الوالدین من العقوق" والدین کو رُلانا بھی ان کی نافرمانی کرنے میں شمار ہوتا ہے۔ (الادب المفرد ج ۱ ص ۴۴)

حضرت ہشام بن حسان بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن سے والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "ان تبذل لهما ما ملكت، وتطيعهما ما لم يكن معصية" والدین کے ساتھ نیکی کرنا یہ ہے کہ تمہاری ملکیت میں جو کچھ ہے' سب ان کے لیے خرچ کرو اور ان کا کہا مانو' جب تک کہ وہ کسی بُری بات کا حکم نہ دیں۔

حضرت سلام بن مسکین روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن سے سوال کیا کہ ایک آدمی اپنے والدین کو امر بالمعروف (نیکی کی تبلیغ) اور نہی عن المنکر (بُرے کام سے منع) کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اگر وہ قبول کریں (تو سبحان اللہ! بہت اچھا ہے) اور اگر وہ ناک بھوں چڑھائیں تو ان کو کچھ نہ کہو چھوڑ دو (اللہ تعالیٰ سے ان کی ہدایت کے لیے دعا کرتے رہو' اللہ خیر کرے گا)۔

عبدالصمد بن علی نے فرمایا: میں نے حضرت وہب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

والدین کے ساتھ اصل نیکی یہ ہے کہ ان کو وافر مال بھی دو اور ان کو اپنے مال میں سے کھلاؤ پلاؤ بھی۔

حضرت عوّام فرماتے ہیں: میں نے حضرت مجاہد سے پوچھا: حضرت! یہ فرمایئے کہ مؤذن نے نماز کے لیے اذان کہہ دی ہو اور ادھر میرے والد کا پیغام لے کر قاصد آ جائے تو ایسے میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ انہوں نے فرمایا: تم اپنے والد کی پہلے سن لو (پھر نماز پڑھ لینا)۔

محمد بن المنکدر بیان کرتے ہیں' روایت ہے کہ جب باپ بلائے اور آدمی نماز پڑھ رہا ہو تو نماز چھوڑ کر اس کی بات سننی چاہیے۔

امام ھناد' کتاب الزھد ج ۲ ص ۷۷ ۴ پر ابن ابی ذئب کے طریق سے محمد بن منکدر سے روایت کرتے ہیں:

اذا دعت احدکم امه وھو فی الصلاۃ فلیجب' واذا دعاہ ابوہ' فلا یجب.

محمد بن منکدر مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نماز میں تم کو ماں بلائے تو جاؤ اور اگر باپ بلائے تو نہ جاؤ۔

والدین کو دیکھنا عبادت ہے

حضرت عبداللہ بن عون رضی اللہ عنہ نے فرمایا: والدین کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

۸ - نیکی اور حسن سلوک میں ماں کا حق سب سے پہلے ہے

سب سے پہلے امی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! کون لوگ میرے حسن سلوک کے زیادہ مستحق ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں' اس نے عرض کیا: پھر کون ہے؟ فرمایا: پھر تمہاری ماں' اس نے عرض کیا: پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: پھر تمہاری ماں' اس نے عرض کیا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: پھر تمہارا باپ۔

بہز بن حکیم اپنے والد سے' وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! میں کس کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ' میں نے عرض کیا: پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ' میں نے عرض کیا: پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ' میں نے عرض کیا: پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا: اپنے باپ کے ساتھ اور اس کے بعد درجہ بدرجہ دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ (نیکی کرو)۔

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرو' یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی' پھر تمہیں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے' اس کے بعد درجہ بہ درجہ دیگر قرابت داروں کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیتا ہے۔

حضرت ابوسلمہ سلمی (ان کا نام خداش بن سلامۃ ہے) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین بار ارشاد فرمایا: میں آدمی کو اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں' اسی طرح آپ نے تین بار ارشاد فرمایا: میں آدمی کو اپنے باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور میں اس آدمی کو اپنے غلام کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں' اگرچہ وہ غلام اسے تکلیف پہنچاتا ہو۔

محمد بن المنکدر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب نماز میں تمہیں ماں باپ بلائیں تو ماں کے بلانے پر جاؤ اور باپ کے بلانے پر نہ جاؤ۔

حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ جب تمہاری والدہ تمہیں بلائے' اس حال میں کہ تم نماز پڑھ رہے ہو تو ماں کے بلانے پر چلے جاؤ اور باپ کے بلانے پر نہ جاؤ (نماز مکمل کر کے پھر جاؤ)۔

حضرت مکحول سے مروی ہے' انہوں نے فرمایا کہ اگر تمہاری والدہ تمہیں آواز دے حالانکہ تم نماز میں ہو تو نماز چھوڑ کر ان کی بات کا جواب دو اور اگر والد آواز دیں تو نماز سے فارغ ہو کر پھر جاؤ۔

جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جنت

ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

حضرت ابوعبد الرحمٰن سلمی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری بیوی میری چچازاد ہے' مجھے اس سے پیار ہے اور امی جان کا حکم ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں (فرمایئے میں کیا کروں؟) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تجھے نہ تو بیوی کو طلاق دینے کا حکم دوں گا اور نہ ہی اپنی والدہ کی نافرمانی کا امر کرتا ہوں اور لیکن میں آپ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارک بیان کرتا ہوں' جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے' آپ فرماتے تھے: بے شک والدہ جنت کا درمیانی (مرکزی اور سنٹرل) دروازہ ہے اور (آگے) تیری مرضی ہے' چاہے اس دروازے کو پکڑے رہو چاہے چھوڑ دو۔

یعنی یا تو ماں کو بیوی سے راضی کر دو' ساس بہو کی صلح کرا دو یا طلاق دے دو۔ طلاق دینا واجب نہیں بہتر ہے' اگر ماں باپ' بیوی پر ظلم کرنے کا حکم دیں کہ اس کو خرچہ نہ دو' اس کو میکے چھوڑ دو تو ایسا ہرگز نہ کرو کہ ظلم حرام ہے' حرام اور معصیت میں ماں باپ کی اطاعت نہیں ہے' یہ خود خلاف شرع حکم ہے' جس کا ماننا اولاد پر نہیں آتا۔ واللہ اعلم بالصواب (مترجم عفی عنہ)

معاویہ بن جاھمہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جاھمہ سلمی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں جہاد فی سبیل اللہ کی اجازت چاہتا ہوں' آپ نے فرمایا: تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں! ' آپ نے فرمایا: پھر اس کے قدموں سے چمٹے رہو' وہیں جنت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس شخص نے اپنی ماں کی آنکھوں کے درمیان (پیشانی مبارک پر) بوسہ دیا' وہ بوسہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے حجاب ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: مجھے جہاد کا بہت شوق ہے اور جہاد پر قدرت نہیں ہے' آپ نے فرمایا: تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس شخص نے عرض کی: میری ماں (زندہ ہے)' آپ نے فرمایا: اس کی خدمت میں رہنے کو اللہ عزوجل کے دربار میں عذر بنا اور جب تو نے اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کیا تو بس تو نے حج بھی کر لیا' عمرہ بھی کر لیا اور تیرا جہاد بھی ہو گیا' اگر

تیری ماں تیری خدمت سے خوش ہو گئی' پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو نیک شخص ایک بار اپنے ماں باپ کی طرف محبت سے دیکھتا ہے' اللہ تعالیٰ ہر نظر کے عوض اس کو حج مقبول کا ثواب عطا فرماتا ہے' عرض کیا گیا: خواہ وہ ہر روز سو بار دیکھے' فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ بہت ثواب عطا فرمانے والا ہے اور بہت پاک ہے' چاہے وہ ایک دن میں ایک لاکھ بار دیکھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک خاتون آئی' اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں' ام المؤمنین نے اس عورت کو تین کھجوریں عطا فرمائیں' اس عورت نے ہر بچی کو ایک ایک کھجور دے دی اور ایک کھجور اپنے لیے رکھ لی' بچیوں نے اپنی اپنی کھجور کھانے کے بعد اپنی ماں کی طرف دیکھا' اس نے اپنے حصہ کی وہ تیسری کھجور کے بھی دو ٹکڑے کر کے بچیوں کو دے دی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس عورت کے ایثار کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل اس عورت کے بچیوں پر رحم اور شفقت کرنے کی وجہ سے اس پر رحم فرمائے گا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ بیان فرماتی ہیں: میرے پاس ایک عورت آئی' اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں' اس نے مجھ سے (کھانے کا) سوال کیا' میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا' میں نے وہ کھجور اس کو دے دی' اس نے وہ کھجور لے کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور ان کو اپنی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دیا اور خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا' پھر وہ کھڑی ہوئی اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں چلی گئیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے' میں نے آپ کے سامنے اس عورت کا واقعہ بیان کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص پر ان بیٹیوں کی پرورش کا بوجھ اور بار پڑ جائے اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ اس کے لیے جہنم سے حجاب ہو جاتی ہیں۔

(صحیح مسلم' ج ۲' کتاب البر والصلۃ: ۶۵۶۹)

مسلم شریف کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس (ایثار) کی وجہ سے اس عورت کے لیے جنت کو واجب کر دیا (یا فرمایا:) اس کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا (مترجم عفی)۔

حضرت عطاء بن یسار روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک آدمی آیا' اس نے کہا: میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اس نے میرے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا' پھر میرے علاوہ ایک اور آدمی کی طرف سے نکاح کا پیغام آیا تو وہ بڑی محبت کے ساتھ اس کے ساتھ بندھن کے لیے تیار ہو گئی' مجھے غیرت آئی اور میں نے اس عورت کو قتل کر کے ٹھکانے لگا دیا' اب سوال یہ ہے کہ آیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے دریافت فرمایا: تیری ماں زندہ ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپ فرمانے لگے: تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر اور عبادت کے ذریعے جس قدر ہو سکے اس کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کر۔ حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: حضرت! آپ نے اس شخص سے یہ کس لیے پوچھا تھا کہ کیا اس کی ماں زندہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ میرے علم میں والدہ کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرنے سے بڑھ کر اللہ عزوجل کا قرب اور نزدیکی حاصل کرنے کا اور کوئی طریق نہیں ہے۔

حضرت ابونوفل بیان کرتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: مجھ سے ایک آدمی قتل ہو گیا ہے' آپ نے فرمایا: تجھ پر افسوس! غلطی سے قتل ہوا یا تو نے جان بوجھ کر اسے قتل کیا؟ پھر آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ آیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: جی ہاں! زندہ ہے' آپ نے پوچھا: تیری ماں ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں! بخدا! میرا باپ زندہ ہے' آپ نے فرمایا: چلے جاؤ اور اپنے باپ کی خدمت کرو اور ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کے ساتھ رہو' جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے! اگر اس کی ماں زندہ ہوتی اور وہ شخص اس کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرتا تو مجھے امید تھی کہ دوزخ کی آگ اس شخص کو کبھی نہ کھاتی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا: ایک شخص اپنے حوض میں سے پانی لے رہا تھا کہ اس دوران میں کوئی پیاسا شخص وہاں

آیا' جو سخت پیاسا تھا' اس نے حوض کے مالک سے کہا: کیا میں اس حوض سے پانی پی لوں اور اپنی اونٹنی کو بھی پلالوں؟ تالاب کے مالک نے کہا: نہیں! وہ سوار حوض کے قریب ہی اپنی سواری سے نیچے اترا' اور اس نے اپنی اونٹنی کی ٹانگ کو رسی سے باندھ دیا' اونٹنی نے جب پانی کو دیکھا تو وہ حوض کے قریب ہو گئی حتیٰ کہ اس کا پانی برباد کر دیا' تالاب کا مالک اٹھا' اس نے تلوار لی' حتیٰ کہ اونٹنی والے شخص کو قتل کر دیا' پھر وہ وہاں سے نکلا اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ملاقات کر کے اپنے اس فعل قتل کے بارے میں پوچھتا تھا تو سبھی نے اس کو نا اُمید کیا' حتیٰ کہ وہ ان میں سے ایک مرد کے پاس آیا (یعنی خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس) تو اس صحابی نے کہا: کیا تو اس شخص کو جس طرح وہ تیرے حوض پر وارد ہوا تھا' واپس (زندہ کر کے) گھر بھیج سکتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تو اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ تمام روئے زمین کا مال خرچ کرے یا سیڑھی لگا کر آسمانوں پر چڑھ جائے؟ اس نے کہا: نہیں! اس صحابی نے فرمایا: کیا تیرے بس اور اختیار میں ہے کہ تو ہمیشہ زندہ رہے اور کبھی تجھے موت نہ آ سکے؟ (یعنی تیرا جرم اتنا سنگین ہے کہ بہ ظاہر اس کی معافی تلافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی)' یہ سن کر وہ شخص کھڑا ہوا اور چل دیا' ابھی وہ تھوڑی دور گیا تھا کہ اس صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: میری ماں زندہ ہے' تو اس صحابی (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے اس سے فرمایا: پس تم اپنی ماں کی خدمت کرتے رہو' اور اس کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کا برتاؤ جاری رکھو' (اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو) اگر تو آگ میں داخل ہوا بھی تو اللہ تعالیٰ تجھے اپنے فضل و کرم سے آتشِ دوزخ سے دور فرما دے گا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: والدہ کے لیے نیکی اور حسن سلوک میں دو حصوں کا استحقاق ہے والد کے لیے ایک۔

امام اوزاعی روایت کرتے ہیں' حضرت یحییٰ بن ابی کثیر نے فرمایا ہے کہ ماں باپ کی بہ نسبت دوگنا زیادہ نیکی اور حسن سلوک کی حقدار ہے۔

یعقوب عجلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے کہا: بارش والی رات میں میری ماں مجھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جانے سے روکتی ہیں تو

میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنی ماں کی اطاعت کرو۔

امام لیث‘ حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کی ماں نے اس کو قسم دے کر کہا کہ تو نے صرف فرض نمازیں پڑھنی ہیں اور صرف رمضان مبارک کے مہینے کے روزے رکھنے ہیں (وہ شخص کیا کرے؟) آپ نے فرمایا: وہ اپنی ماں کا حکم مانے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص سے اس کے باپ نے اس کو قسم دے کر ایک کام کے لیے کہا ہے اور اس شخص کی ماں نے اسی طرح قسم دے کر اس کو اس کے خلاف کام کرنے کو کہا ہے‘ اب وہ شخص اپنے باپ کی بات مانے یا ماں کی مانے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اپنی ماں کی اطاعت کرے۔

رفاعۃ بن ایاس کہتے ہیں: میں حارث عکلی کو اپنی ماں کے جنازہ میں روتے ہوئے دیکھا‘ ان سے جب کہا گیا کہ آپ رو رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں کیوں نہ روؤں بے شک میرے لیے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

حضرت حمید روایت کرتے ہیں کہ جب ایاس بن معاویہ کی والدہ ماجدہ فوت ہوئیں تو وہ رو رہے تھے‘ کسی نے کہا: آپ (جوان جہاں ہو کر بچوں کی طرح) رو رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میرے جنت کے دو دروازے کھلے ہوئے تھے‘ ان میں سے ایک دروازہ بند ہو گیا۔

حضرت سعید بن ابو بردہ‘ ربعی بن حراش سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: یارب! میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ رب تعالیٰ نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ نیکی کر‘ اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرو (دو مرتبہ) اور اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرو۔

کعب بن علقمہ کہتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: اے پروردگار! مجھے نصیحت فرمایئے‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! میں تجھے تیری ماں کے متعلق نصیحت فرماتا ہوں‘ کیونکہ اس نے تجھے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اٹھایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: پھر اس کے بعد کس کے بارے میں نصیحت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر تیرے باپ کے متعلق نصیحت فرماتا ہوں۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ

خداوندی میں عرض کی: یارب! تو مجھے کس چیز کا حکم اور نصیحت فرماتا ہے' اے پروردگار! تو مجھے کس چیز کا حکم اور نصیحت فرماتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے موسیٰ! میں تجھے) اپنے متعلق' پھر تیری ماں کے متعلق اور پھر تیرے باپ کے متعلق نصیحت فرماتا ہوں۔

حضرت عبدالصمد بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت وہب بن منبہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے: باپ کے ساتھ نیکی کرنا میزان کو بھر دے گا اور جھکا دے گا اور ماں کے ساتھ نیکی کرنا اصل کو مضبوط کرتا ہے اور جو عمل اصل کو مضبوط کرے' وہ افضل ہوتا ہے۔

ہشام بن حسان کہتے ہیں: میں نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے کہا: میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتا ہوں اور میری امی شام کے کھانے پر میرا انتظار کرتی ہیں (تو میں کیا کروں' پڑھتا رہوں یا سبق سے چھٹی کر کے پہلے امی کے ساتھ کھانا کھاؤں؟) آپ نے فرمایا: پہلے تم اپنی امی کے ساتھ شام کا کھانا کھالو اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرو اور چین و قرار دو' میرے نزدیک تیرا اپنی ماں کے دل کو سکون اور قرار پہنچانا تیرے نفلی حج کرنے سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ترین عمل ہے۔

حضرت حسن بن عمرو کہتے ہیں: میں نے بشر بن حارث کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ایک لڑکے کا اپنی ماں کے پاس ہونا' اس طرح ہے کہ وہ اس کی گفتگو کو سنتی ہو' یہ اس لڑکے کا اللہ عزوجل کے راستے میں تلوار چلانے سے زیادہ اچھا ہے اور اپنی ماں کے چہرہ مبارک کو دیکھنا ہر چیز سے افضل اور بڑھ کر ہے۔

ابن ابی حزم کہتے ہیں: میں نے حضرت عمارہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے اپنے والد ماجد سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ اے بیٹے! افسوس ہے کہ تجھے یہ علم نہیں ہے کہ تمہارا اپنی والدہ کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

اور اندازہ کیجئے کہ جب ماں کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے تو اس کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے کا کیا درجہ اور مقام ہوگا؟

۹- کوئی بیٹا اپنے والد کا حق ادا نہیں کرسکتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کوئی بیٹا اپنے

باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا الا یہ کہ وہ اپنے باپ کو کسی کا غلام پائے اور پھر اس کو خرید کر آزاد کر دے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی لڑکا اپنے ماں باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا مگر یہ کہ وہ اپنے ماں باپ کو کسی کی ملک میں پائے اور پھر ان دونوں کو خرید کر غلامی سے آزاد کر دے۔

حدیث الباب کی تشریح

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ ایک مسلم بات ہے کہ بیٹا جب اپنے باپ کو خرید لے تو وہ خریدتے ہی خود بخود آزاد ہو جاتا ہے' بیٹا زبان سے آزاد کرنے کے الفاظ بولے یا نہ بولے' وہ صرف خریدنے ہی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ خریدنے کے بعد اس کے عتق اور آزاد کرنے کا تلفظ کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ داؤد ظاہری کے سوا جمہور علماء کرام کا یہی مذہب ہے۔

مصنف فرماتے ہیں: اس حدیث کے معنی میں دو قول ہیں:

اوّل: یہ ہے کہ چونکہ آزادی کا سبب خریدنا ہے' اس لیے عتق اور آزادی کی نسبت خریدنے والے شخص کی طرف کر دی گئی ہے' ورنہ باپ یا دوسری روایت کے مطابق ماں باپ کا آزاد ہونا محض خریدنے پر مترتب ہو جاتا ہے۔

دوم: مصنف فرماتے ہیں: دوسرا معنی ذرا دقیق ہے' وہ یہ کہ اس حدیث مبارک کا دراصل مطلب یہ ہے کہ والدین کے حقوق کا صلہ دینا اور ان کے حق خدمت کی ادائیگی ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ ماں باپ کو آزاد کرنا متصور ہی نہیں ہو سکتا' اس لیے کہ جب کوئی شخص اپنے ماں باپ کو خریدے گا تو وہ محض اس کے خریدنے ہی سے آزاد ہو جاتے ہیں' اس کے خریدنے کے بعد پھر یہ کہے کہ میں آزاد کرتا ہوں' کہنے کی نوبت ہی نہیں آتی تو گویا یہ تعلیق بالمحال کے قبیل سے ہے' اس کی مثال قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۔ (الاعراف: ۴۰)

اور نہ وہ (کفار) جنت میں داخل ہوں یہاں تک کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ داخل نہ ہو۔

(اور اونٹ کا سوئی کے سوراخ میں داخل ہونا محال تو کفار کا جنت میں داخل ہونا محال کیونکہ محال پر جو موقوف ہو وہ محال ہوتا ہے۔)

نوٹ: چاروں اماموں کے نزدیک باپ کا آزاد ہونا محض خریدنے پر مترتب ہو جاتا ہے۔ البتہ غیر مقلدین ظاہریہ کے نزدیک صرف خریدنے سے کوئی شخص آزاد نہیں ہوتا' جب تک کہ خریدنے والا خریدنے کے بعد اس کو از خود آزاد نہ کرے۔ غیر مقلدین کی دلیل اس باب کی حدیث ہے:

کوئی شخص باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا الا یہ کہ وہ اپنے باپ کو کسی کا غلام دیکھے اور پھر خرید کر اس کو آزاد کر دے۔ (مسلم' کتاب العتق)

ائمہ اربعہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ چونکہ آزادی کا سبب خریدنا ہے' اس لیے اس حدیث میں خریدنے کے ساتھ آزاد کرنے کا ذکر کر دیا ہے' ورنہ جیسے ہی کوئی شخص اپنے باپ کو خریدے گا' وہ آزاد کرے یا نہ کرے' اس کا باپ خود بہ خود آزاد ہو جائے گا۔ ائمہ اربعہ کی دلیل یہ ہے:

حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے ذی محرم کا مالک ہو گیا' وہ آزاد ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۹۴' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔)

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

اصول اور فروع کے آزاد کیے جانے میں امام شافعی ہمارے ساتھ متفق ہیں۔ باقی محارم کے آزاد کیے جانے میں ان کا اختلاف ہے کیونکہ مالک کی رضامندی کے بغیر آزاد قرار دینا خلاف قیاس ہے اور بھائی اور دوسرے محرم رشتہ داروں کی قرابت' ولادت کی قرابت سے کم درجہ کی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی العموم فرمایا: جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو گیا' وہ آزاد ہے۔

(ہدایہ مع فتح القدیر ج ۴ ص ۲۴۹۔ ۲۴۸' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر' پاکستان)

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک ولادت (اصول و فروع) اور بھائیوں اور بہنوں میں آزادی جاری ہو گی' باقی محارم میں نہیں۔ (فتح القدیر ج ۴ ص ۲۴۸)

امام مالک پر بھی یہ حدیث حجت ہے' اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے علاوہ باقی

فقہاء امام شافعی اور امام مالک قیاس پر عمل کرتے ہیں اور حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں' اس مسئلہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا عمل بالحدیث اور حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کرنا واضح ہوتا ہے۔ (شرح صحیح مسلم' اُردو' علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ' ج ۴ ص ۹۱_۹۰)

۱۰- والدین کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرنے کے اجر و ثواب کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: گزشتہ زمانے میں تین آدمی جارہے تھے' رات گزارنے کے لیے انہیں ایک غار کا سہارا لینا پڑا' وہ اس میں داخل ہوئے تو پہاڑ سے ایک چٹان نے لڑھک کر ان پر غار کا منہ بند کر دیا۔ انہوں نے سوچا کہ اس چٹان اور روڑے نے جو ہماری راہ میں روڑا اٹکایا ہے' اس سے نجات کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اپنے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں' ان میں سے ایک نے کہا: یا اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے ہوگئے اور میں نے ان سے پہلے اپنی اولاد اور خدام کو دودھ پینے کو نہیں دیا کرتا تھا' ایک دن میں درختوں کی تلاش میں دور نکل گیا (اور دیر ہوگئی) جب واپس لوٹا تو وہ سو چکے تھے۔ میں ان کے لیے دودھ نکال کر لایا تو انہیں سویا ہوا پایا' جگانا میں نے مناسب نہ سمجھا اور اُن سے پہلے اہل و عیال کو دودھ پلانا بھی اچھا نہ لگا' چنانچہ میں دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لیے کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ صبح روشن ہوگئی' بچے بھوک کے مارے میرے سامنے بلکتے رہے' صبح ہوئی تو میرے ماں باپ نے دودھ پیا' یا اللہ! اگر میں نے یہ عمل محض تیری رضا اور خوشنودی کے لیے کیا ہے تو تو ہم سے چٹان کی اس مصیبت کو دور فرما دے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تین آدمی جارہے تھے کہ ان کو بارش نے آلیا' تو انہوں نے پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لے لی' اتنے میں غار کے منہ پر پہاڑ سے ایک چٹان آگری' اور یہ لوگ بند ہوگئے' پھر انہوں

نے ایک دوسرے سے کہا: تم لوگوں نے جو اللہ کے لیے نیک اعمال کیے ہیں' ان پر غور کرو اور ان اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو' امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے یہ مصیبت دور فرما دے گا' سو ان میں سے ایک نے یہ دعا کی: یا اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے' میری بیوی تھی' اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے' میں بکریاں چراتا تھا' جب میں واپس آتا تو دودھ دوہتا اور اپنے بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا' ایک دن درختوں (کی تلاش) نے مجھے دور پہنچا دیا اور میں کافی رات گئے واپس لوٹا' جب میں آیا تو ماں باپ سو چکے تھے' میں نے حسب معمول دودھ دوہا اور ایک برتن میں دودھ ڈال کر ماں باپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا' میں اُن کو نیند سے بیدار کرنا ناپسند کرتا تھا اور ان سے پہلے بچوں کو دودھ پلانا بھی ناپسند کرتا تھا' حالانکہ بچے میرے قدموں میں چیخ رہے تھے' فجر طلوع ہونے تک میرا اور میرے والدین کا یوں ہی معاملہ رہا' یا اللہ! یقیناً تجھے علم ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا جوئی کے لیے اور تجھے خوش کرنے کے لیے کیا تھا' تو ہمارے لیے کشادگی فرما دے اور ہم اس غار سے آسمان کو دیکھ لیں' پس اللہ تعالیٰ نے کچھ کشادگی کر دی اور انہوں نے اس غار سے آسمان کو دیکھ لیا اور باقی حدیث ذکر کی۔ (اس حدیث کو امام بخاری نے صحیح بخاری' کتاب الحرث والمزارعۃ میں ذکر کیا ہے' دیکھئے: رقم الحدیث: ۲۳۳۳۔ اور امام مسلم نے صحیح مسلم کی کتاب الذکر والدعاء میں ذکر کیا ہے' باب فضل اصحاب الغار الثلاثۃ' رقم الحدیث: ۲۷۴۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی خدمت کرنا' ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کی ضروریات کو اپنے بیوی بچوں کی ضروریات پر ترجیح دینا شریعت میں مطلوب و محبوب ہے۔

نیز والدین کے ساتھ کی ہوئی برّ اور خدمت ایسے نیک عمل کا وسیلہ پیش کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے سے اللہ مشکلات آسان فرما دیتا ہے۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں ہوں' پھر میں نے ایک قاری کی آواز سنی' جو قرآن مجید پڑھ رہا ہے' میں نے کہا: یہ کون ہے؟ فرشتوں نے کہا: (یہ) حارثہ

بن نعمان ہیں' پھر رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: نیک ہو تو ایسا ہو' نیک ہو تو ایسا ہو اور حضرت حارثہ ابن نعمان اپنی ماں کے ساتھ لوگوں میں سب سے زیادہ نیکی کرنے والے تھے۔

حضرت مکحول بیان کرتے ہیں کہ اشعری قبیلہ کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' آپ نے فرمایا: وحرہ نامی عورت تمہارے قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں' آپ نے فرمایا: اس عورت کو اللہ تعالیٰ عزوجل اس سبب سے جنت میں داخل فرمائے گا کہ اس نے اپنی والدہ کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کیا حالانکہ اس کی ماں مشرکہ تھی (ایک دفعہ ہوا یہ تھا کہ) وحرہ کی قوم پر دشمن لوٹ مار کے لیے حملہ آور ہوا تو وحرہ اپنی ماں کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے دوڑ نکلی اور وہ اسی طرح سخت گرمی اور لو کے اندر چلتی رہی' جب (گرم تپتی ہوئی ریت پر) اس کے پیر جلتے تو وہ بیٹھ جاتی اور اپنی ماں کو اپنی گود میں بٹھا لیتی اور سورج کی تمازت اور دھوپ سے بچانے کے لیے اس پر سایہ کرتی' پھر کچھ دیر آرام لینے کے بعد اسی طرح اپنی ماں کو کندھوں پر سوار کر کے چل دیتی' حتیٰ کہ اس نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر غارت گروں سے اپنی ماں کی جان اور عزت و آبرو کو اس طرح بچالیا اور اسے نجات دی (تو اللہ رب العزت نے باوجودیکہ اس کی ماں مشرکہ تھی' اس کی خدمت کرنے پر بھی وحرہ کو جنت کا صلہ عطا فرمایا' اس سے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی کس قدر فضیلت واضح ہوتی ہے)۔

حضرت عبد الرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن جب ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' پھر آپ نے ارشاد فرمایا: آج رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے' صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ میری امت کے ایک مرد کے پاس موت کا فرشتہ اس کی جان نکالنے کے لیے آیا تو اس شخص کی اپنے ماں باپ کے ساتھ کی ہوئی نیکی اور ان کے ساتھ کیا ہوا اس کا حسن سلوک (متشکل اور مجسم ہو کر) آیا اور اس نے ملک الموت کو واپس لوٹا دیا (یعنی والدین سے نیکی اس شخص کی عمر میں اضافہ کا سبب بن گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس حسن سلوک کی برکت سے اس کی زندگی بڑھا دی)۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کا درمیان

والا دروازہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کے سبب کھلے گا' سو جو شخص اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرتا ہے' اس کے لیے یہ دروازہ کھول دیا جائے گا اور جو شخص ان کی نافرمانی کرے گا' اُس پر یہ دروازہ بند رکھا جائے گا۔

انس بن مالک بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے والدین کی فرماں برداری کرنے والا اور (اللہ) رب العالمین کا فرماں بردار ہو' وہ جنت کے بلند ترین طبقات میں میرے ساتھ ہو گا۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی ہے' ابراہیم بن ھد بہ ابوھد بہ الفارسی' البصری۔ امام نسائی نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے اور ابو حاتم اور دوسرے محدثین نے اس کو کذاب (جھوٹا) کہا ہے۔ (دیکھئے: الکامل ج ا ص ۲۰۸)

کعب احبار بیان کرتے ہیں کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے! بے شک والدین جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں' اگر یہ دونوں تجھ سے راضی ہو گئے تو تو جنت میں چلا جائے گا اور اگر یہ ناراض ہو گئے تو ان کی ناراضگی تیرے جنت میں داخل ہونے کے لیے رکاوٹ بن جائے گی۔

حضور نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً روایت ہے' آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کا گھر میں اپنی چارپائی پر سونا اور اپنے ماں باپ کے ساتھ رہنا اور ان کو خوش کرنے کے لیے باہم ہنسی خوشی کی باتیں کرنا' اللہ تعالیٰ کی راہ میں دشمن کی صفوں میں گھس کر تلوار کے ساتھ جہاد کرتے کرتے شہید ہو جانے سے بہتر ہے۔

حسن (بن ابی الحسن البصری' ثقہ فقیہ) بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے ان سے کہا: میں نے حج کا ارادہ کیا ہے اور بے شک میری والدہ نے مجھے حج کے لیے اجازت بھی دے دی ہے تو انہوں نے فرمایا: تیرا اپنی والدہ کے ساتھ اس کے دستر خوان پر ایک مرتبہ کھانے کے لیے بیٹھنا تیرے حج کرنے سے زیادہ اچھا ہے۔

والدین کی زیارت عبادت ہے

حضرت معروف کرخی کے بھتیجے حسن بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا

معروف ابن الفیرزان الکرخی سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ "النظر الی الوالدین عبادۃ" والدین کی زیارت کرنا عبادت کی طرح ہے۔

محمد بن عبداللہ رازی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بلال خوّاص کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں بنی اسرائیل کے میدان تیہ میں تھا' پھر اچانک میں نے دیکھا کہ کوئی شخص میرے ساتھ چل رہا ہے' مجھے تعجب ہوا' پھر میرے دل میں یہ بات ڈال دی گئی کہ یہ حضرت خضر ہیں' میں نے ان سے کہا: آپ کو اللہ تعالیٰ کے حق کی قسم! بتاؤ کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: تمہارا بھائی خضر ہوں؟ میں نے ان سے سوال کیا کہ اچھا! امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بتاؤ کہ ان کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہ اوتاد میں سے ہیں' میں نے پوچھا کہ امام احمد ابن حنبل کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ فرمایا کہ وہ صدیق ہیں' میں نے پوچھا: اور بشر ابن الحارث کیسے آدمی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ان کے بعد ان جیسا کوئی نہیں ہے' میں نے کہا: مجھے کس وسیلہ سے آپ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی؟ فرمایا: تجھے اپنی ماں کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کی برکت سے یہ صلہ ملا ہے۔

۱۱- ماں باپ پر خرچ کرنے کے ثواب کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو پانچ قسم کے دیناروں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ ارشاد فرمایا: ان میں سے سب سے افضل وہ دینار ہے' جسے تم اپنے والدین پر خرچ کرتے ہو اور اس کے بعد وہ دینار ہے جو تم اپنے باپ پر خرچ کرتے ہو اور اس کے بعد وہ دینار ہے جو تم اپنے اور اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرتے ہو اور اس کے بعد وہ دینار ہے جسے تم اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرتے ہو اور ان سب میں سے سب سے کم تر اور سب سے تھوڑے اجر و ثواب والا وہ دینار ہے' جو تم اللہ کی راہ میں صدقہ دیتے اور خرچ کرتے ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی دوران میں گھاٹی سے ایک جوان نمودار ہوا' ہم نے جب اس جوان کو دیکھا تو آپس میں کہا: کاش! یہ جوان' اپنی جوانی' چستی اور قوت و بہادری کو اللہ کی راہ میں

صرف کرنے والا ہوتا! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری بات سن لی' آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی راہ' بہت سی راہوں میں سے ایک راہ ہی ہے اور اللہ کے راستے بہت سارے ہیں' جو انسان اپنے ماں باپ کی خدمت میں کوشش کرتا ہے' وہ اللہ کی راہ میں (کوشش کرتا) ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کے لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے' وہ بھی اللہ ہی کی راہ میں رواں دواں اور کوشاں ہے اور جو اپنے ذاتی مفادات کے لیے اس نیت سے سعی کرتا ہے کہ اس کا دامن پاک رہے' وہ بھی اللہ کی راہ میں ساعی اور کوشاں ہے اور (ان سب میں) جو شخص اس مقصد کے لیے بھاگ دوڑ کرتا ہے' تاکہ اس کے پاس بہت سارا مال جمع ہو اور کثرتِ مال کی وجہ سے وہ دوسروں پر فخر جتلا سکے تو ایسا شخص شیطان سرکش کی شاہراہ پر چلنے والا ہے (اللہ کی راہ میں کوشش کرنے والا نہیں ہے)۔ اس حدیث مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے والدین کی خدمت میں سعی کرنے والے شخص کو سب سے پہلے ذکر فرمایا اور تقدم و اوّلیت ذکری تقدم واقعی اور نفس الامری کو مستلزم ہوتا ہے' لہٰذا والدین پر خرچ کرنا ہی درحقیقت خرچ ہے اور اس کا درجہ سب سے زیادہ ہے اور یہ سعی اللہ کی راہ میں سعی ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک پہاڑ پر موجود تھے' ہم نے نیچے وادی کی طرف جھانکا تو مجھے ایک جوان نظر آیا اور میں اس کی جوانی پر متعجب ہوا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا جوان ہے! کاش! اس کی جوانی اللہ کی راہ میں کام آتی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر! شاید وہ اللہ ہی کی راہ میں ہو اور تم کو علم نہ ہو! پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جوان کے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے جوان! کیا تو اہل وعیال والا ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تیرے عیال میں کون ہیں؟ اس نے عرض کیا: میری امی ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''الزمها'' اپنی ماں کی ملازمت سے کبھی ریٹائرڈ نہ ہونا' ہمیشہ اس کے ملازم رہو کیونکہ اس کے قدموں کے پاس جنت کا دروازہ ہے۔

حضرت مورق عجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کون سا خرچ کرنا سب سے افضل ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں' آپ نے ارشاد فرمایا: ''نفقة الولد على الوالدين

افضل ''اولاد کا اپنے ماں باپ پر خرچ کرنا سب سے بہتر ہے۔

۱۲- ان لوگوں کا تذکرہ جو اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے میں کمال کر دیتے ہیں

اس سلسلہ میں باب: ۱۰ کی حدیث شریف ایک بار پھر پڑھیے۔

گھر سے باہر جاتے وقت اور گھر واپسی کے وقت۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت ابو ہریرہ کا معمول

حضرت ابو مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر سے باہر جانے کا ارادہ کرتے تو اپنی والدہ ماجدہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر عرض کرتے:
''السلام علیك یا امتاه ورحمة الله وبر کاته'' اے امی جان! اللہ تعالیٰ کی آپ پر سلامتی، رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔

اور اس کے جواب میں وہ کہتیں: ''وعلیك السلام یا بنی ورحمة الله وبر کاته'' اے بیٹے! تم بھی سلامت رہو، تم پر اللہ کی رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی برکات سے نوازے۔

پھر ابو ہریرہ عرض کرتے: اے امی جی! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، جس طرح آپ نے بچپن میں میری تربیت کی اور مجھے پالا ہے۔

اس کے جواب میں وہ کہتیں: اے بیٹے! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، جس طرح تو نے بڑا ہو کر میرے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کیا ہے۔

اور جب ابو ہریرہ گھر واپس آتے تو اندر داخل ہونے سے پہلے پھر اسی طرح اپنی والدہ کو سلام عرض کرتے اور ان کی دعائیں لیتے۔

اللہ تعالیٰ آج کے ہم تمام مسلمانوں کو بھی صحابہ کے معمولات پر عمل کی توفیق بخشے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم، حضرت ابو امامہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ بوڑھی اور نابینا تھیں،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیت الخلاء تک ان کو اٹھا کر لاتے اور وہاں اتار دیتے۔

حضرت ابن سیرین سے مروی ہے کہ انہوں نے کھجور کا ایک درخت جس کی قیمت ایک ہزار درہم کو پہنچتی تھی' کھجور کا جمار (کھجور کا گوند جو چربی کے مشابہ ہوتا ہے) حاصل کرنے کی غرض سے کاٹ ڈالا تھا' ان سے جب کہا گیا کہ تم نے دو درہم کے گوند کی خاطر اتنا قیمتی درخت کاٹ ڈالا ہے تو کہنے لگے کہ اس کے لیے مجھ سے میری امی جان نے کہا تھا اور یہ تو ایک ہزار کا درخت ہے' اگر وہ اس سے بھی زیادہ قیمتی درخت کو کاٹنے کا حکم دیتیں تو میں وہ بھی کاٹ ڈالتا۔

حضرت مُنذر ثوری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کا سَر خطمی سے دھوتے تھے اور ان کے سر میں کنگھی کرتے' اس کو چومتے اور سر پر خضاب لگاتے تھے۔

امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں: امام زین العابدین (سیدنا علی ابن الحسین ابن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم) کا معمول یہ تھا کہ وہ اپنی والدہ کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے' حالانکہ وہ اپنی امی کے ساتھ بہت زیادہ حسنِ سلوک کرنے والے تھے' جب ان سے اس بارے میں کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ امی جان کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے مجھے یہ ڈر لگتا ہے کہ کھانے کی کسی چیز پر ان کی نظر سبقت کر چکی ہو اور مجھے علم نہ ہو اور میں وہ چیز اٹھا کر کھا لوں تو اس طرح میں اپنی ماں کا نافرمان ہو جاؤں گا (لہٰذا اس خوف اور اندیشے کی وجہ سے میں امی کے ساتھ کھانا کھانے سے کتراتا ہوں)۔

حضرت حفصہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا بیان کرتی ہیں کہ امام محمد کی عادت یہ تھی کہ جب وہ اپنی والدہ کے پاس حاضر ہوتے تو ادب کے پیش نظر ان سے بہت دھیمے انداز سے گفتگو کرتے تھے۔ ابن عون رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک شخص محمد ابن سیرین کے پاس آیا اور آپ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس حاضر تھے (اور اس طرح سہمے بیٹھے تھے کہ لگتا تھا جیسے مریض ہوں) آنے والے آدمی نے پوچھا: محمد! کیا حال ہے بیمار تو نہیں ہو؟ حاضرین نے انہیں بتلایا کہ نہیں' بیمار نہیں ہیں لیکن یہ جب اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں ہوتے ہیں تو اسی طرح سراپا مؤدب ہو کر چپ چاپ ہو کر بیٹھتے ہیں۔

مصعب ابن عثمان کہتے ہیں: زبیر بن ہشام اپنے باپ کے بہت فرماں بردار تھے حتیٰ کہ اگر گرمی کے موسم میں گھر کی بالائی منزل میں ہوتے اور ان کے پاس ٹھنڈا مشروب لایا جاتا تو وہ چکھ کر کہتے: یہ تو ٹھنڈا پانی ہے' پھر اسے خود پینے کی بجائے اپنے باپ کی خدمت میں بھیج دیتے تھے۔

حضرت ہشام روایت کرتے ہیں:

ام الھذیل حفصہ بنت سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتی ہیں کہ میرا بیٹا ھذیل میرے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرتا تھا' اس کا معمول تھا کہ گرمیوں میں وہ نرکل کاٹ کر لاتا اور اسے چھیل کر خشک کر کے رکھ لیتا' جب سردی کا موسم آتا تو میرے لیے اس کی آگ جلاتا' تاکہ دھواں نہ ہو اور صبح کے وقت وہ اپنی اونٹنی کا دودھ دوھ کر میرے پاس لاتا اور کہتا: اے ھذیل کی اماں جان! پیئو' تازہ تازہ دودھ بہت پاکیزہ اور عمدہ ہوتا ہے' فرماتی ہیں کہ ھذیل فوت ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت میں جتنا تھا' اس نے مجھے میرے جوان سال بیٹے کی موت پر صبر عطا فرمایا اور حال یہ تھا کہ اس کے باوجود میرا سینہ جلتا تھا اور سکون ملتا نظر نہیں آتا تھا' فرماتی ہیں: پھر ایک رات جب میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت کریمہ پر پہنچی:

''مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝'' (النحل:۹۶) جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا اور جن لوگوں نے صبر کیا ان کو ہم ان کے اچھے کاموں کے اجر کی جزاء دیں گے ۝

اس آیت مبارکہ کی تلاوت اور اس کے معنی پر غور کرنے سے میرا غم غلط ہو گیا۔

حضرت ہشام روایت کرتے ہیں:

حفصہ بنت سیرین' ہذیل پر بہت شفقت کرتی تھیں اور فرماتی تھیں: بیٹا ہذیل گرمیوں میں نرکل اور سرکنڈا کاٹ کر لاتے اور اس کو چھیل کر خشک کر کے رکھ لیتے تھے' جب سردی کا موسم آتا تو جب میں نماز پڑھنے لگتی تو وہ ہلکی ہلکی آگ جلاتا رہتا' تاکہ مجھے گرمائش حاصل ہو اور نرکل گرمیوں میں خشک کر لینے کا فائدہ یہ ہوتا کہ مجھے دھوئیں کی تکلیف نہ ہوتی اور میں نماز سے فارغ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوتی اور اس سے کہتی: بیٹا! رات کافی گزر گئی ہے'

اپنے بچوں کے پاس جاؤ' وہ کہتا: اے میری امی! میں جان جاتی وہ کیا چاہتا ہے اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتی اور اسی طرح آہستہ آہستہ آگ جلاتا رہتا' حتیٰ کہ پوری رات گزر جاتی' میں کہتی: بیٹا! تیرے اہل وعیال کا بھی تجھ پر حق ہے' وہ کہتا: امی! مجھے میرے حال پر چھوڑ دو' میں سمجھ جاتی وہ کیا چاہتا ہے اور میں اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتی اور بسا اوقات اسی حال میں اس کی صبح ہو جاتی اور صبح وہ میرے پاس تازہ دودھ بھیجتا تو میں اس سے کہتی: بیٹا! تو جانتا ہے کہ میں نہار منہ دودھ نہیں پیتی ہوں' تو وہ کہتا: سب سے اچھا دودھ تو وہی ہوتا ہے جو رات پستانوں میں رہے اور صبح کے وقت اس کو دوہا جائے (یعنی تازہ دودھ نہایت عمدہ اور پاکیزہ شمار ہوتا ہے) اور میرے نزدیک آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا نہیں ہے' لہٰذا میں آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا' آپ خود جس کو پسند فرمائیں' یہ دودھ بھیج دیں' ایک دن وہ میرے پاس حج کا احرام باندھے حاضر ہوا تو میں نے کہا: بیٹے! آپ نے حج کا ارادہ کیا ہے تو میں آپ کو اس سے روکتی نہیں ہوں' اس نے کہا: لیکن میں نے (آپ کی خدمت کے لیے) حج کو موقوف کرنے کی نیت کر لی ہے۔ حفصہ فرماتی ہیں: پھر ہذیل کا انتقال ہو گیا اور اس سے مجھے بہت سخت صدمہ ہوا۔ فرماتی ہیں: ایک رات میں نماز کے لیے اٹھی اور میں نے نماز میں سورت النحل پڑھنا شروع کی' جب میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے اس ارشاد مبارک پر پہنچی: ''مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ'' (النحل:۹۶) جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا' پھر مجھے ہذیل یاد آ گیا اور اس آیت کریمہ کے پڑھنے سے میرا غم غلط ہو گیا۔

امام اشمعی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ان کی والدہ ماجدہ ام مسعر نے پانی طلب کیا اور جس وقت پانی لے کر واپس لوٹے تو ان کی والدہ سو گئی تھیں' وہ صبح تک پانی لے کر ان کے سرہانے کھڑے رہے۔

ظبیان ابن ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں' اور وہ اپنی والدہ کے بڑے فرماں بردار تھے: ایک دفعہ کسی بات پر وہ ان پر کچھ ناراض تھیں' وہ معذرت کے لیے حاضر ہوئے اور وہ سو چکی تھیں' وہ ان کے جاگنے کے انتظار میں کھڑے رہے' ان کو جگانا گوارا کیا اور نہ بیٹھنا اچھا سمجھا' حتیٰ کہ جب کھڑے کھڑے نڈھال ہو گئے تو ان کے لڑکوں میں سے دو لڑکوں نے

ان کو کھڑا ہونے میں سہارا دیا اور وہ برابر اسی طرح سہارا لے کر کھڑے رہے' یہاں تک کہ صبح ہو گئی' ان کا طریقہ یہ تھا کہ بازار سے سبزی وغیرہ خرید کر لاتے تو اس کو پوری طرح صاف کر کے پھر اپنی والدہ کے سامنے رکھتے اور مکہ مکرمہ کے سفر میں ان کے ساتھ لے جاتے اور جب دن گرم ہوتا تو زمین میں گڑھا کھود کر اس پر کھال کا بنا ہوا خیمہ نصب کر دیتے اور اس کے اندر پانی ڈال کر ٹھنڈا کر دیتے' پھر کہتے: اے امی جان! اس ٹھنڈے تہہ خانہ میں آرام کریں۔

محمد بن عمر بیان کرتے ہیں کہ محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی زناد اپنے باپ کے بڑے فرماں بردار بیٹے تھے' جب ان کے والد ان کو بلانے کے لیے کہتے: اے محمد! تو وہ جواب نہ دیتے' جب تک ان کو بٹھانے کے لیے گدا نہ بچھا لیتے' پھر ان کے پاس آ کر عرض کرتے: جی ابا جان! میں حاضر ہوں' اُن کے والد ان کو کسی کام کا کہتے تو وہ ان کی ہیبت کی وجہ سے اس کی توثیق کرانے کی جرأت نہ کر سکتے' حتیٰ کہ کسی دوسرے شخص سے پوچھتے' جو سمجھ چکا ہوتا تھا۔

ابن عون رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق روایت ہے کہ ان کی ماں نے ان کو آواز دی تو جواب میں ماں کی آواز سے ان کی آواز بلند ہو گئی' اس پر انہوں نے دو غلام آزاد کیے (تب جا کر ان کی ذہنی خلش دور ہوئی اور ضمیر مطمئن ہوا)۔

حافظ ابونعیم روایت کرتے ہیں:

ابوبکر ابن عیاش بیان کرتے ہیں: بعض اوقات میں منصور کے ساتھ ان کے گھر میں بیٹھا ہوتا تو ان کی ماں چلا کر اونچی آواز سے کہتی' وہ بڑی سخت مزاج اور کرخت طبیعت والی تھیں: اے منصور! ابن ہبیرہ تجھے قاضی کے عہدہ پر فائز کرنا چاہتا ہے اور وہ اس سے انکار کرتی اور پسند نہ کرتی تھیں اور منصور اپنی ڈاڑھی سینے پر رکھے ان کی بات سنتے رہتے اور آنکھ اٹھا کر والدہ کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔

عبداللہ ابن المبارک سے روایت ہے:

محمد ابن منکدر نے بیان کیا کہ ان کے بھائی عمر ابن منکدر رات نوافل پڑھتے گزار دیتے اور میں رات اپنی امی جان کے پاؤں دباتے ہوئے' اور مجھے بالکل یہ پسند نہ ہوتا کہ میری رات اس کی رات کی جگہ ہوتی (یعنی میں ماں کی خدمت کو نفل پڑھنے سے افضل جانتا ہوں)۔

حجر ابن ادبر اپنی والدہ کا بستر بچھاتے تو ہاتھ پھیر کر دیکھتے کہ کہیں کوئی چیز چبھنے والی تو نہیں اور جب ہاتھ کو کوئی چیز کھردری محسوس نہ ہوتی تو پھر اپنی برہنہ پشت کو بستر پر الٹ پلٹ کر کے اور خود لیٹ کر تسلی کرتے، جب مکمل اطمینان ہو جاتا کہ اس پر کوئی ایسی چیز نہیں ہے تو پھر والدہ کو بستر پر لٹاتے تھے۔

سفیان بن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سفر سے آیا، گھر داخل ہوا تو ان کی والدہ کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں، اس مرد خدا نے یہ گوارا نہ کیا کہ ان کی والدہ کھڑی ہوں اور وہ بیٹھ جائے اور ان کی والدہ ان کے ارادہ کو بھانپ گئیں تو اس نے نماز کو خوب لمبا کر دیا تا کہ اس کے بیٹے کو زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب حاصل ہو۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں عمر ابن ذر سے یہ روایت پہنچی ہے کہ جب ان کے بیٹے کا انتقال ہوا تو ان سے پوچھا گیا کہ تمہارے بیٹے کا تمہارے ساتھ سلوک کیسا رہا؟ تو انہوں نے فرمایا: وہ جب بھی میرے ساتھ دن میں چلتا تو کبھی میرے آگے نہیں چلتا تھا، ہمیشہ میرے پیچھے رہتا اور رات کو ہمیشہ میرے آگے ہوتا تھا اور وہ کبھی اس مکان کی سطح پر نہیں چڑھا، جس کے نیچے میں بیٹھا ہوتا۔

معلّٰی بن ایوب کہتے ہیں: میں نے مامون سے سنا ہے، وہ کہتے تھے: میں نے فضل بن یحییٰ سے بڑھ کر اپنے باپ کے ساتھ نیکی، صلہ رحمی اور باپ کی اطاعت و فرماں برداری کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا، وہ ہمیشہ گرم پانی سے وضو کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ جیل میں قید تھے اور جیل کے داروغہ نے ان دونوں (باپ، بیٹا) کو سردیوں کی ٹھنڈی رات میں جیل میں جلانے کی لکڑیاں اور ایندھن اندر لانے سے منع کر دیا، یحییٰ رات کو جب سو گئے تو (ان کے بیٹے) فضل اٹھے اور قُمقُم (پانی گرم کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں) میں سے پانی بھر کر لے آئے، پھر چراغ کی لو اور آگ کے قریب ہاتھ میں پانی کا برتن لے کر کھڑے ہو گئے اور ساری رات اسی طرح کھڑے رہے، حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔

مامون کے علاوہ دوسروں نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ داروغہ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ فضل رات کو پانی لے کر مسلسل چراغ کے پاس کھڑا رہتا ہے اور وہ اس طرح پانی کو نیم گرم سا کر لیتا ہے تو اس نے اگلی رات چراغ کی روشنی سے اس طرح کا استفادہ کرنے سے بھی منع

کر دیا' اب فضل نے قمقم سے پانی بھرا اور بستر میں اپنے ساتھ رکھ لیا اور پانی کے برتن کو وہ اپنے پیٹ کے ساتھ چپکا کر رات بھر لیٹا رہا' حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور پانی نیم گرم ہو گیا۔

عبداللہ بن رباح روایت کرتے ہیں:

حضرت کعب بیان کرتے ہیں: بنی اسرائیل کے تین شخصوں کا اجتماع ہوا' انہوں نے آپس میں کہا: آیئے ہم میں سے ہر شخص اپنے سب سے بڑے گناہ کا جس کا اس نے ارتکاب کیا' ذکر کرے۔ ان میں سے ایک نے کہا: مجھے اپنا اور تو کوئی بڑا گناہ یاد نہیں' جس کا مجھ سے ارتکاب ہوا ہو' مگر ایک گناہ جو میری نظر میں بڑا گناہ ہے' وہ یہ کہ ایک دفعہ میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ (سفر کر رہا) تھا' ہمارے درمیان ایک درختوں کا جزیرہ آ گیا' میں نے درخت کی اوٹ سے نکل کر اس کو دوڑایا' وہ سخت گھبرایا اور خوف زدہ ہو کر اس نے کہا: اللہ تعالیٰ میرے اور تیرے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

دوسرے شخص نے بیان کیا: ہمارے بنی اسرائیلی معاشرہ میں اگر کسی شخص کے پیشاب لگ جاتا تو حکم تھا کہ پیشاب لگنے والی جگہ کو کاٹ دیا جائے' ایک دفعہ میرے جسم پر پیشاب لگ گیا اور میں نے پیشاب لگنے والی جگہ کو کاٹ ڈالا' مگر اس کاٹنے میں میں نے زیادہ مبالغہ نہیں کیا' بس یہی میرا سب سے بڑا گناہ ہے' جو مجھے یاد ہے۔

تیسرے اسرائیلی نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میری والدہ نے مجھے بلایا' اس وقت چونکہ سخت آندھی چل رہی تھی' میں نے اس کی آواز کا جواب تو دیا' مگر تیز ہوا چلنے کی وجہ سے وہ میرا جواب سن نہیں سکیں' غضب ناک ہو کر میری طرف آئیں اور مجھے پتھر مارنے شروع کر دیئے' میں نے ایک ڈنڈا لیا اور ان کی طرف بڑھا' میرا ارادہ یہ تھا کہ میں والدہ کے سامنے بیٹھ جاؤں گا اور ڈنڈا ان کے ہاتھ میں دے کر کہوں گا: لو مجھے مار پیٹ کر اپنا غصہ ٹھنڈا کر لو اور راضی ہو جاؤ' مگر وہ میرے ہاتھ میں ڈنڈا دیکھ کر گھبرا کر دوڑیں اور ایک درخت میں لگ کر ان کے سر پر سخت چوٹ آئی' یہ سب سے بڑا گناہ ہے' جو میں نے کبھی کیا تھا۔

۱۳- والدین کی نافرمانی کرنے کے گناہ کا بیان

عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کبیرہ گناہوں کا ذکر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرنا' آپ تکیہ لگا کر تشریف فرما تھے' اٹھ کر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمانے لگے کہ جھوٹی گواہی دینا' یا فرمایا: جھوٹی بات بیان کرنا (یہ سب کبیرہ گناہ ہیں)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبیرہ گناہوں کا ذکر فرمایا یا آپ سے کبائر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

اللہ پاک عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' انسان کو قتل کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا (یہ سب کبیرہ گناہ ہیں)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' کسی شخص کو قتل کرنا' جھوٹی قسم کھانا (یہ سب کبیرہ گناہ ہیں)۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک بڑے گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' اپنے والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی قسم کھانا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (اپنے ماں باپ کا) نافرمان اور ہمیشہ شراب پینے والا دونوں جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کا نافرمان' عادی شرابی اور تقدیر کا منکر' تینوں جنت میں نہیں جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کے مولیٰ (غلام) حضرت عبداللہ بن یسار رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین شخصوں کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا: جو شخص اپنے ماں باپ کا نافرمان ہو' جو شراب پینے کا عادی ہو اور جو

کسی کو کچھ دینے کے بعد احسان جتلائے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ماں باپ کا نافرمان شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ چار شخصوں کو قطعی طور پر جنت میں داخل نہیں فرمائے گا اور نہ انہیں جنت کی نعمتوں کا مزہ چکھائے گا: (۱) ہمیشہ شراب پینے والا (۲) سود کھانے والا (۳) ناحق یتیم کا مال کھانے والا (۴) اور جو شخص اپنے والدین کا نافرمان ہو۔

امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیحین میں اس کو نقل نہیں کیا ہے لیکن اس کی اسناد صحیح ہے۔

حضرت زید بن ارقم بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے اس کے ماں اور باپ دونوں راضی ہوں، وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں اور جس شخص سے شام کے وقت اس کے ماں اور باپ خوش ہوں، اس کی شام اس حال میں ہوتی ہے کہ اس کے لیے شام کے وقت جنت کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں اور جس شخص کے والدین صبح کے وقت اس سے ناراض ہوں تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں اور اگر کوئی ایک ناراض ہو تو دوزخ کا ایک دروازہ کھلا ہوتا ہے، کہا گیا کہ اگر ان دونوں نے بیٹے پر ظلم کیا ہو؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اور اگرچہ ان دونوں نے ظلم کیا اور اگرچہ ان دونوں نے ظلم کیا ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت یا شام کے وقت اپنے والدین کو خوش کرنے والا ہو، اس کی صبح اس حال میں ہوتی ہے کہ اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں اور جس کی صبح اور شام اس حال میں ہو کہ وہ اپنے ماں باپ کو ناراض کرنے والا ہو تو اس کے لیے دوزخ کی طرف دو دروازے کھلے ہوتے ہیں اور اگر کسی ایک کو ناراض کرنے والا ہو تو دوزخ کا ایک دروازہ اس

کے لیے کھلا ہوتا ہے' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! اور اگر چہ والدین نے اس پر ظلم کیا ہو؟ آپ نے فرمایا: اگر چہ ان دونوں نے ظلم کیا ہو' اگر چہ ان دونوں نے ظلم کیا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس مسلمان کے والدین مسلمان ہوں اور وہ ان دونوں کے ساتھ احسان کرنے والا ہو تو اس کے لیے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں "یعنی جنت کے" اور اگر ایک ہو تو ایک' اور اگر کوئی شخص اپنے والدین میں سے کسی ایک کو ناراض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس وقت تک راضی نہیں ہوتا' جب تک وہ اپنی ماں یا باپ کو راضی نہیں کرتا۔ ایک شخص نے کہا: اگر چہ ماں باپ نے اس پر ظلم کیا ہو؟ انہوں نے فرمایا: اگر چہ انہوں نے اس پر ظلم کیا ہو۔

حضرت عمرو بن مرۃ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں پانچوں وقت نماز پڑھتا ہوں اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھتا ہوں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حالت پر فوت ہو جائے' وہ قیامت کے دن نبیوں' صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا' آپ نے اپنی دو انگشت مبارک کو کھڑی کر کے اشارہ فرمایا: اس طرح' جب کہ اس نے اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کی ہو۔

حضرت ابو مالک بن عمرو قشیری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اپنے ماں یا باپ کو پایا اور (ان کی خدمت کر کے) اپنی بخشش نہیں کرائی' اللہ عزوجل اس کو (اپنی رحمت سے) دور فرما دے گا اور اس سے ناراض ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے اور آپ نے تین مرتبہ فرمایا: آمین' آمین' آمین۔ جب آپ منبر سے اترے تو عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! جب آپ منبر پر چڑھے تھے تو آپ نے تین مرتبہ آمین' آمین' آمین پڑھا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ بے شک جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا: جس شخص نے رمضان کا مہینہ پایا اور وہ شخص بخشش کرائے بغیر فوت ہو گیا' وہ دوزخ میں داخل ہو گیا اور

اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور فرمایا' آپ کہیے: آمین' چنانچہ میں نے کہا: آمین۔ (جبرئیل نے کہا:) اور جس شخص نے اپنے ماں اور باپ دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک نہ کیا اور فوت ہو گیا تو وہ دوزخ میں داخل ہو گیا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور فرما دیا' آپ کہیے: آمین' چنانچہ میں نے کہا: آمین۔ (جبرئیل نے کہا:) اور جس شخص کے پاس آپ کا ذکر ہوا اور اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا اور مر گیا تو وہ دوزخ میں گیا اور اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا' آپ کہیے: آمین' تو میں نے آمین کہا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوالطفیل کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو کسی چیز کے ساتھ خاص کر لیا ہے؟۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو کسی ایسی چیز کے ساتھ خاص نہیں کیا' جس کی خبر اور لوگوں کو نہ دی ہو' البتہ میری اس تلوار کی میان (کور) میں کچھ احکام ہیں' پھر آپ نے ایک صحیفہ نکالا' جس میں لکھا ہوا تھا: جو شخص غیر اللہ کے لیے ذبح کرے' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور جو شخص زمین کی (حد بندی کے) نشانات کو چرائے' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور جو شخص اپنے والد پر لعنت کرے' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور جو شخص کسی بدعتی کو پناہ دے' اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ (لفظ البخاری)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو' پھر اس کی ناک خاک آلود ہو' پھر اس کی ناک خاک آلود ہو' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ کہ جس نے اپنے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور (ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کے ذریعے) وہ (ان کی خدمت نہ کرنے کی وجہ سے) دوزخ میں داخل ہو گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ملعون ہے وہ شخص جس نے اپنے باپ کو گالی دی' لعنتی ہے وہ شخص جو اپنی ماں کو گالی دے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے سات شخصوں پر سات آسمانوں پر سے لعنت بھیجی ہے' پھر آپ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے ماں باپ کی نافرمانی کی' وہ ملعون ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز قبول نہیں کی جاتی' جس کے ماں باپ اس سے ناراض ہوں اور وہ اس پر ظلم کرنے والے نہیں ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے اپنے ماں باپ کو خوش کیا' اس نے اللہ کو خوش کیا اور جس نے اپنے ماں باپ کو ناراض کیا' اس نے اللہ کو ناراض کر لیا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

والدین کی نافرمانی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جاتا ہے: جو چاہے عمل کر لے' میں تیری بخشش نہیں فرماؤں گا اور والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے والے سے کہا جاتا ہے: تو جو چاہے عمل کرے' بے شک میں ضرور تیری بخشش فرماؤں گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تمام گناہوں کی سزا کو اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو قیامت تک کے لیے مؤخر فرما دے' مگر ماں باپ کی نافرمانی (کی سزا) تو یہ بے شک اللہ تعالیٰ جلدی ہی اس کو دنیا کی زندگی میں دے دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی طرف یہ وحی نازل فرمائی کہ اے موسیٰ! بے شک اپنے والدین کے نافرمان کا ایک لفظ میرے نزدیک بہت بڑا بول ہے' ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا بول بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا اپنے ماں باپ کو یہ کہنا کہ میں تمہاری خدمت کے لیے حاضر نہیں ہو سکتا۔

بعض دانا لوگ فرماتے ہیں کہ والدین کے نافرمان کو تم اپنا سچا دوست مت سمجھو کیونکہ

وہ ہرگز تمہارے ساتھ نیکی اور بھلائی کا معاملہ نہیں کرے گا' جب کہ وہ اس شخص کا نافرمان نکلا ہے' جس کا حق تیری نسبت اس پر بہت زیادہ لازم ہے۔

۱۴- باپ کے نافرمان کا انجام

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضی باپ کی ناراضی میں ہے۔

ابوعبداللہ الزّیاری کا بیان ہے کہ مُنازل ابن اُصیح (منازل بن فرعان بن الاعرف سعدی تمیمی شاعر ابن شاعر کوفہ کا باشندہ تھا' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اپنے باپ کے ساتھ ایک مقدمہ کی وجہ سے اس کی بڑی شہرت ہوئی۔ الاعلام ج ۷ ص ۲۸۹) نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے بیٹے خُلیج کے خلاف فریاد کی اور اس کی نافرمانی کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے اور یہ اشعار پڑھے:

تظلمنی مالی جلیح وعقنی   علی حین صارت کالحنی عظامی

وجاء نعول من حرام کانما   یسعر فی اهلی حریق ضرام

لعمری لقد دبیته فرجابه   فلا یفرحن بعدی اب بغلام

- (میرے بیٹے) خلیج نے مجھ پر ظلم کرکے میرا مال ہتھیا لیا ہے اور میری نافرمانی کی ہے حالانکہ میری کمر کی ہڈیاں کمان کی طرح منحنی ہو چکی ہیں اور میں اتنا بوڑھا ہو چکا ہوں'
- قبیلہ حرام سے ایک مصیبت ڈالنے والا شخص آیا اور یہ سب کچھ اسی کا کیا ہے' اس نے تو گویا میرے اہل گھر والوں میں ایسی آگ بھڑکا دی ہے' جو نہ جانے کب بجھے گی'
- مجھے اپنی زندگی کی قسم! کہ میں نے اس کو اتنی خوشی سے پالا تھا کہ میرے بعد کوئی باپ کسی لڑکے کی اتنی خوشی سے پرورش نہیں کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے میں آگئے اور آپ نے درہ منگوایا تو خلیج نے عرض کیا: یا امیر المؤمنین! بے شک میرے باپ نے اپنے باپ کی نافرمانی کی تھی اور اس نے اپنے باپ پر حملہ کیا اور اس کا ہاتھ مروڑا تھا اور میرے دادا کے اس کے متعلق کہے ہوئے شعر موجود ہیں'

آپ نے فرمایا: کون سے اشعار؟ تو حلیح نے یہ شعر آپ کو پڑھ کر سنائے:

جزت رحم بینی و بین منازل	جزاء مسیء لا یفتر طالبه
تربیته حتی اذا تم واستوی	وکاد یوازی غارب الفحل غاربه
وقد کان یاتیه اذا جاع اوبکی	من الزاد عندی حلوه واطایبه
فلما رانی ابصر الشخص اشخصا	بعیدا و ذوالقرب القریب اقاربه
تظلمنی مالی کذا ولوی یدی	لوی یده اللّٰه الذی هو غالبه

- ''میرے اور منازل بن فرعان تمیمی کے درمیان قریبی اور خونی رشتہ ہے' مگر اس رشتہ دار نے مجھے بہت ہی بُرا صلہ دیا ہے' ایسا بدخواہ کبھی خوشی نہ دیکھے'
- میں نے اس کی پرورش کی' حتیٰ کہ وہ ٹھیک ٹھاک توانا' پوراجوان اور اتنا طاقت ور ہو گیا کہ لگتا تھا کہ سانڈ کے ساتھ بھی اگر وہ بھڑ جائے تو مقابلہ میں اس کو پٹخ کر گرائے اور زمین پر دے مارے'
- بچپن میں جب اس کو بھوک لگتی یا وہ روتا تھا تو میری طرف سے اس کو میٹھا توشہ اور اچھی اچھی چیزیں ملتی تھیں'
- پھر جب اس نے مجھے دیکھا کہ میں دور کے لوگوں پر نگاہ رکھے ہوئے ہوں (اور ان سے میرا رشتہ ہو گیا ہے) اور قریب والے رشتہ دار اس کے رشتہ دار ہیں (آئندہ اشعار میں اس کا صحیح مطلب واضح ہو گا) دراصل اس نے نئی شادی کر لی تھی' جس سے اس کے بیٹے کو اپنی ماں کے بھڑ کانے سے اپنے والد پر رنج تھا اور جائیداد کا جھگڑا تھا'
- اس طرح اس نے مجھ پر ظلم کیا اور میری جائیداد پر قبضہ کر لیا اور مجھے مارا پیٹا اور میرا بازو بھی مروڑا ہے' اللہ تعالیٰ جو سب پر غالب اور سب سے زیادہ طاقت والا ہے' اس کا بھی اسی طرح ہاتھ توڑے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منازل ابن فرعان کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم باپ بیٹا دونوں کی مثال وہی ہے' جیسے الکفرلی نے اپنے شعر میں کہا ہے:

تعاورتما ثوب العقوق کلاکما	اب غیر بر وابن غیر واصل

- والدین کی نافرمانی کرنا اور ان سے بدسلوکی سے پیش آنا' اس میں تم دونوں ہی کا ایک

جیسا شعار رہا ہے (تم دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو) باپ نیکی کرنے والا ہے اور نہ ہی بیٹا صلہ رحمی کرنے والا ہے۔

منازل نے درخواست کی کہ اے امیر المؤمنین! آپ اس سے میرا حق لے کر مجھے دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فلا تجزعن من سنة انت سرتها واول راضی سنة من یسرها

ترجمہ: خود کردہ را علاجے نیست۔

ابوعبدالرحمٰن الطائی بیان کرتے ہیں: ابو منازل نہدی بوڑھا ہو چکا تھا' ایک دن اس کو کسی نے کوئی عطیہ دیا تو اس کے بیٹے منازل نے باپ کا ہاتھ مروڑ کر اس سے وہ عطیہ چھین لیا تو اس موقع پر ابو منازل نہدی نے اپنے حسب حال یہ اشعار کہے تھے:

جزت رحم بینی وبین منازل جزاء کما یستنجز الدین طالبه

تظلمنی مالی کذا ولوی یدی لوی یده اللّٰه الذی هو غالبه

○ میرے اور منازل کے درمیان (باپ بیٹے کا) خونی رشتہ ہے' مگر میرا یہ جگر گوشہ رحم کھانے کی بجائے رحم کو کھانے والا واقع ہوا ہے' اس نے مال اور جائیداد کے سلسلہ میں مجھے رشتہ داری اور صلہ رحمی کی جزاء اس طرح دی ہے کہ جیسے کوئی قرض خواہ اپنے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے اور اپنا قرضہ واپس مانگتا ہے'

○ اس نے میرا مال مجھ سے ظلم کر کے اور مجھ پر دست درازی کر کے چھین لیا ہے' اللہ تعالیٰ جو غالب اور طاقت والا ہے' اس کا دست و بازو بھی اسی طرح توڑ کر رکھ دے۔

چنانچہ منازل کا ہاتھ بھی باپ کی بددعا کی وجہ سے اس کے اپنے بیٹے جلیح کے ہاتھوں اسی طرح ٹوٹ کر رہا اور اس نے دنیا میں جو مکافاتِ عمل کی جگہ ہے اپنے کیے کی سزا پالی۔

جابر بن عمارہ بیان کرتے ہیں کہ ابو منازل تمیمی نے ام منازل کی موجودگی میں ایک اور عورت سے بھی شادی کر لی' اس کے بیٹے منازل کو اپنی ماں کی وجہ سے غیرت آئی اور اس نے اپنے باپ کو مارنے کے ارادہ سے اس کا بازو مروڑا اور اس کو زمین پر دے مارا' اور زمین پر پٹخنے کے بعد خود اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا اور اس سے کہنے لگا: میں تجھے چھوڑوں گا نہیں' یہاں تک کہ تو اپنا تمام مال میرے نام نہیں کر دیتا اور یہاں تک کہ تو اس عورت کو (جو میری امی کے

ہوتے ہوئے تو بیاہ لایا ہے) طلاق نہیں دے ڈالتا' پس اس نے اسی طرح کیا' دونوں مطالبات مان لیے تو بیٹے نے باپ کی گلوخلاصی کی اور جان چھوڑی۔ اس پر باپ نے یہ شعر کہے:

جَزَتْ رَحِمٌ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ مُنَازِل...... الابيات

تلقین درس اہل نظر یک اشارت است' کردم اشارتے و مکرر نمی کنم۔ (مترجم)

- ابوحاتم' ابوعبیدۃ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا کہ فرعان ابن الاعرف قوم بنو سعد کے قبیلہ نزال کا ایک فرد تھا' فرعان کے بیٹے مُنازل نے اس کے ساتھ بدسلوکی کی تھی' جس پر اس نے یہ اشعار کہے تھے:

جَزَتْ رَحِمٌ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ مُنَازِل
جَزَاءً كَمَا يَسْتَنْجِزُ الدَّيْنَ طَالِبُهٗ
وَمَا كُنْتُ اَخْشِيْ اَنْ يَكُوْنُ مُنَازِلَ
عُدْوِى وَاَدْنى شانى انا راهبه

حَمِلْتُ عَلٰى ظهرى وقربتُ صاحبى صغيرًا
الى ان امكن المطر شارُبه
وَاَطْعَمْتُهٗ حتى اذا آض مقرّمًا طِوَالًا
يُسَامِىْ غاربَ الفحلِ غَارِبُهٗ
فلما رانى اَحْسِبُ الشخص اَشْخُصًا
بعيدًا وذو الراى البصير يقاربه
تظلمنى مالى كذا ولوى يَدِى
لَوَى يَدَهُ اللّٰه الذى لَا يُغَالِبُهٗ

- مُنازل جو میرا قرابت دار ہے' اس نے صلہ رحمی کا بدلہ مجھے اس طرح دیا کہ جیسے کوئی قرض خواہ اپنے مقروض سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے'
- میرے سان گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ مُنازل زندگی کی کسی منزل پر میرا دشمن بن جائے گا اور اب حال یہ ہے کہ میں بہر حال اس سے بہت خوف زدہ ہوں'

- بچپن میں 'میں نے اس کو اپنی پشت پر اُٹھایا اور پھر جب تک اس کی مسّیں نہیں بھیگیں اس کو اپنے دوست ایسا مقرب بنا کر رکھا'
- اور میں نے اس کو کام سے فارغ رکھ کر کھلایا پلایا' حتیٰ کہ جب وہ اونچا لمبا سانڈ کی طرح جوان بن گیا کہ اگر سانڈ سے بھی مقابلہ ہو تو یہ اسے چاروں شانوں چت کر دے تو
- اس نے ظلم سے میرا مال لے لیا اور میرا بازو مروڑا' پس اللہ تعالیٰ جو غلبے اور طاقت والا ہے' اس کا بھی اسی طرح بازو مروڑے۔

سو جب مُنازل جوان ہوا تو قدرت کی جانب سے اس کے بیٹے خُلیج کو اس پر مسلط کر دیا گیا' اس نے اپنے باپ کی نافرمانی کی اور اس کا استخفاف کیا' جس کی بناء پر اس کے باپ مُنازل نے یمامہ کے گورنر ابراہیم ابن عربی کے پاس یہ مسئلہ اٹھایا اور اپنے بیٹے کو عاق قرار دیتے ہوئے اس کے ظلم کی شکایت کی اور دادرسی چاہتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

تظلمی مالی خلیج وعقنی علی حین آضت کالحنی عظامی

- جس وقت میں بوڑھا ہو گیا اور میری ہڈیاں کماں کی طرح ٹیڑھی ہو گئیں تو اس بڑھاپے میں میرے بیٹے خلیج (ابوعبدہ کی روایت میں خاء معجمہ کے ساتھ خلیج مروی ہے) نے ایک تو بڑے ظلم کے ساتھ میرا مال لے لیا اور دوسرا اس نے مجھے مارا پیٹا اور میرا استخفاف بھی کیا۔

وکنتب اُرجی العطفَ مِنهُ وَاُمُّهٗ حَرَّامِیَّۃٌ مَا غَرّبی بِحَرَام
تَخَیَّرْتُھَا وازددتُّھا لِتُرِیْدَنی وما بعض ما یزداد غیر عرامَ
وجاء نَعُوْلُ مِنِ حَرَامٍ کَاَنَّھَا تَسَعَّر فی بیتی حریقُ ضِرام
لَعَمْری لَقَدْ رَبَّیْتُہٗ فَرحًا فَلا یَفْرَحَنْ بَعْدِی امْرُؤٌ بِغُلَام

- میں تو اس سے مہربانی اور شفقت کی امید رکھتا تھا اور چونکہ اس کی ماں قبیلۂ حرام سے تعلق رکھتی ہے اور اسی حرامیہ نے اس حرامی کو میرے خلاف حرام زدگی پر اُبھارا ہے'
- قبیلۂ حرام سے ایک مصیبت ڈالنے والا شخص آیا اور اسی نے گویا میرے گھر میں یہ لڑائی کی آگ بھڑکائی ہے' جو اب بجھتے بجھتے ہی بجھے گی'

○ مجھے اپنی زندگی کی قسم! میں نے اس کو اتنی چاہت سے پالا تھا کہ میرے بعد کون شخص ہو گا' جو اپنے لڑکے کو اتنی خوشیوں اور چاہتوں سے پالے پوسے گا؟

ابوعبیدہ کہتے ہیں: جلیح بن منازل نے گورنر صاحب سے کہا: اے امیر! یہ منازل ہے اور اس کے باپ کے وہ شعر جو اس نے منازل کے بارے میں کہے تھے' پڑھ کر سنا دیئے' گورنر صاحب نے فرمایا:

بابا جی! تو نے اپنے باپ سے زیادتی کی اور اس کی نافرمانی کی تھی' تیرے بیٹے نے تیری نافرمانی کر دی' اور یہ کہہ کر گورنر صاحب نے اس کے بیٹے کو رہا کر دیا۔

ابن قتیبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے "سِیَرُ الْعَجَمْ" شاہانِ عجم کی سیرت (کتاب) میں پڑھا ہے کہ اُردشیر کی حکومت جب مضبوط ہو گئی اور طوائف الملوکی کے شکار بادشاہوں نے اس کی اطاعت کرنے کا اقرار کر لیا تو اس نے سوریانیہ کے بادشاہ کا محاصرہ کیا' وہ شہر میں قلعہ بند تھا' اُردشیر کو قلعہ فتح کرنے پر قدرت حاصل نہیں ہو رہی تھی' یہاں تک کہ ایک دن قلعہ کے بادشاہ کی بیٹی قلعہ پر چڑھی اور اس نے اُردشیر کو دیکھا تو اس پر عاشق ہو گئی' پس وہ نیچے اتری اور اس نے ایک تیر لیا اور اس پر لکھا:

اگر تم مجھ سے شادی کرنے کی شرط مان لو تو میں تمہیں اس کے بدلہ میں ایک ایسا راستہ بتلا دوں گی' جہاں سے تم معمولی سی کوشش اور آسان ترین حیلے سے قلعہ کو فتح کر لو گے' پھر اس نے یہ تیر اُردشیر کی طرف نیچے پھینک دیا' اُردشیر نے اس کو پڑھا اور ایک تیر لے کر اس پر لکھا: آپ راستہ بنا دیں' میں آپ کا سوال پورا کرنے کا وعدہ کرتا ہوں' پھر اس نے تیر شہزادی کی طرف پھینک دیا' شہزادی نے قلعہ فتح کرنے کی تدبیر اور اس کا راستہ لکھ کر بتا دیا۔ اُردشیر نے قلعہ فتح کر لیا اور اہل شہر بے خبر تھے کیونکہ ان کے ساتھ دھوکا ہو گیا تھا۔

اُردشیر نے بادشاہ کو قتل کر دیا اور شہر میں بہت قتل عام ہوا اور شہزادی سے اس نے وعدہ کے مطابق شادی کر لی' ایک رات جب شہزادی سو رہی تھی تو اچانک پریشان ہو کر اٹھ بیٹھی' حتیٰ کہ رات کا اکثر حصہ اس نے جاگ کر کاٹا' اُردشیر نے اس سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے سوتی کیوں نہیں؟ اس نے کہا: بستر پر کوئی چیز ہے' جس نے مجھے بے چین کیا ہوا ہے' گھریلو خادمات نے جب اس کا بستر چیک کیا تو وہاں بستر کے نیچے دھاگے کی ایک لٹ تھی' جو شہزادی

کو چبھ رہی تھی اور اس کے جسم نازنین پر اس کی وجہ سے نشان پڑے ہوئے تھے۔ اُردشیر کو شہزادی کی جلد کی رقت اور اس کے بدن کی نزاکت پر بڑا تعجب ہوا' اس نے شہزادی سے پوچھا: تمہارا باپ تمہیں کیا کھلاتا تھا؟ اس نے کہا: میرا باپ مجھے اکثر شہد' مکھن اور مغز کھلاتا تھا' اُردشیر نے اس سے کہا: کوئی شخص چاہے تیرے ساتھ جتنی بھی محبت و پیار کر لے اور تیری جس قدر مرضی عزت کرے لیکن وہ تیرے باپ کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کے باوجود اگر تو نے اپنے نہایت مشفق' مہربان اور محبت اور احسان کرنے والے باپ کی محبت اور احسان اور عزت کا صلہ اس کو اتنا بُرا دیا ہے تو ماوشما کس باغ کی مولی ہیں! حقیقت یہ ہے کہ میں تجھ سے بالکل مطمئن نہیں ہوں' کل کلاں کو تو میرے ساتھ بھی ایسا ہی بُرا سلوک کر سکتی ہے' پھر اس نے حکم دیا کہ اس کی مینڈھیوں کو ایک تیز دوڑنے والے گھوڑے کی دُم کے ساتھ باندھ کر گھوڑے کو دوڑا دو' چنانچہ اسی طرح کیا گیا' حتیٰ کہ اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور وہ بکھر کر رہ گئی (اور اپنے باپ کی نافرمانی کا انجام اس نے دیکھ لیا)۔

محمد بن حرب بیان کرتے ہیں کہ رقاش' ایاذ بن نزار کی بیوی تھی اور رقاش اپنے والد کی بہت لاڈلی اور پیاری بیٹی تھی۔ رقاش کی برادری کے ایک مرد نے اس کو نکاح کا پیغام بھیجا' چونکہ رقاش تو پہلے ہی اس مرد کو بہت پسند کرتی تھی اور اب اس کے دل میں اس کی محبت اور زیادہ ہو گئی' باپ نے رشتہ کا انکار کر دیا' رقاش نے اپنے باپ کو زہر پلا دیا' جب اس نے موت کو قریب محسوس کر لیا تو کہا: اے رقاش! تو نے مجھے ایسے شخص کی خاطر قتل کر دیا ہے' جو میری نسبت تیرا بہت ہی دُور کا رشتہ دار ہے اور تجھے اس بُرے کام کی سزا مل جائے گی' پس جب اس کا باپ ہلاک ہو گیا تو اس نے شخص مذکور سے محبت کی شادی کر لی' وہ شخص رقاش کو اکثر مارتا پیٹتا رہتا تھا' رقاش سے جب کہا جاتا کہ اے رقاش! تیرا شوہر تجھے مارتا ہے؟ تو وہ کہتی: جس شخص کا مددگار نہ رہا ہو' اس کو ذلت قبول کر لینی چاہیے' پھر مزید یہ ہوا کہ اس نے رقاش پر ایک اور عورت سے بھی کر لی' رقاش سے جب کہا گیا کہ تیرے شوہر نے تمہاری ایسی خوبصورت بیوی کے ہوتے ہوئے تیری سوکن کو بھی تیرے سر پر لا بٹھایا ہے تو تم نے کم سے کم اپنے میاں سے طلاق کا مطالبہ کیا ہوتا؟ رقاش نے جواب دیا: میں شر کے بدلے ایک اور شر نہیں چاہتی۔

علی بن یحییٰ المنجم بیان کرتے ہیں: خلیفہ المنتصر نے ایک مجلس منعقد کی اور قالین بچھانے کا حکم دیا' جب وہ مجلس میں بیٹھا تو اس نے ایک قالین میں دیکھا کہ اس پر ایک بڑا سا دائرہ ہے اور دائرہ کے اندر ایک گھوڑے کی تصویر ہے' جس پر ایک شہسوار بیٹھا ہے اور اس نے سر پر تاج بجھا رکھا ہے اور دائرہ کے اردگرد فارسی زبان میں کچھ لکھا ہوا ہے' خلیفہ المنتصر اور اس کے تمام ندماء (ممبران اسمبلی) بیٹھ چکے اور تمام گورنروں کے اور قائدین کے محافظین اور باڈی گارڈ بھی اس کے سر پر کھڑے ہو گئے تو اس نے دائرہ کی طرف دیکھا اور اس کے اردگرد لکھی ہوئی تحریر پر نگاہ ڈالی اور اپنے وزیر سے پوچھا: یہ کیا لکھا ہوا ہے؟ وزیر نے جواب دیا کہ جناب والا! مجھے تو کچھ علم نہیں ہے۔ خلیفہ نے پھر ایک ایک کر کے سب وزیروں سے پوچھا' لیکن کوئی بھی اس فارسی تحریر کو اچھی طرح نہ پڑھ سکا' خلیفہ نے حکم دیا کہ فارسی کے کسی ماہر کو بلاؤ' چنانچہ ایک ماہر فارسی دان کی خدمات حاصل کی گئیں اور اس نے پڑھا تو خاموش ہو گیا' خلیفہ المنتصر نے پوچھا کہ یہ کیا لکھا ہے؟ اس نے کہا: یا امیر المؤمنین! یہ ایرانیوں کی حماقتیں ہیں اور کچھ نہیں' خلیفہ نے کہا: مجھے بتلاؤ یہ کیا ہے' اس نے کہا: یہ مہمل الفاظ ہیں' ان کے کوئی معانی نہیں ہیں۔ خلیفہ کو غصہ آ گیا اور اس نے زور دے کر کہا: بتاؤ یہ لکھا کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ لکھا ہوا ہے:

میں شیرویہ بن کسریٰ بن ہرمز ہوں' میں نے اپنے باپ کو قتل کیا تو پھر میں چھ ماہ سے زیادہ ملک اور حکومت سے نفع نہ اٹھا سکا۔

خلیفہ المنتصر کا چہرہ متغیر ہو گیا اور وہ مجلس سے اٹھ کر گھر عورتوں کے پاس چلا گیا اور اس کے بعد صرف چھ مہینے ہی اس کی حکومت چلی۔

۱۵- ماں کے نافرمان کی سزا

عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کی: یارسول اللہ! یہاں ایک لڑکا ہے' جس کی موت کا ٹائم آ گیا ہے' اس کو کلمہ شریف پڑھنے کی تلقین کی جاتی ہے کہ کہو لا الٰہ الا اللہ تو وہ کلمہ پڑھنے کی طاقت نہیں پاتا' آپ نے پوچھا کہ کیا اپنی زندگی میں وہ کلمہ نہیں پڑھتا تھا؟ لوگوں نے عرض کی: کیوں نہیں'

آپ نے فرمایا: تو پھر موت کے وقت اس کو کلمہ کے پڑھنے سے کیا چیز منع کرتی ہے! پس رسول اللہ ﷺ اٹھے اور ہم سب بھی آپ کے ساتھ اٹھ گئے' یہاں تک کہ آپ اس لڑکے کے پاس تشریف لائے اور اس سے فرمایا: اے لڑکے! کہہ لا الٰہ الا اللہ' اس نے عرض کیا: مجھ سے یہ کلمہ پڑھا نہیں جا رہا' آپ نے پوچھا: کیوں؟ اس نے بتلایا کہ میں نے اپنی والدہ کی نافرمانی کی تھی اس وجہ سے' آپ نے دریافت فرمایا: کیا وہ زندہ ہے؟ لڑکے نے عرض کی: جی ہاں! آپ نے اس کی ماں کو (بلا کر اس سے) فرمایا کہ اگر آگ بھڑکا کر تجھ سے کہا جائے کہ اگر تو اپنے بیٹے کی سفارش نہیں کرے گی تو اسے ہم اس آگ میں پھینک دیں گے تو بتاؤ تمہاری رائے کیا ہوگی؟ اس نے عرض کی کہ تب تو میں اس کی سفارش کروں گی' آپ نے فرمایا: پس تو اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر اور ہمیں گواہ بنا کر کہہ کہ تو اس سے راضی ہو گئی ہے' اس نے عرض کیا:

اے اللہ! میں تجھے گواہ بناتی ہوں اور تیرے رسول (ﷺ) کو گواہ بناتی ہوں کہ بے شک میں اپنے بیٹے سے راضی ہو گئی ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے! پڑھ لا الٰہ الا اللہ' پس اس لڑکے نے پڑھا: لا الٰہ الا اللہ' رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: ''الحمد لله الذی انقذه بی من النار'' ہر تعریف کے لائق اللہ تعالیٰ ہے' جس نے میرے وسیلہ سے اس لڑکے کو دوزخ سے بچا لیا ہے۔

ابو حازم روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ صحرا میں مجھے شام ہو گئی' دُور سے مجھے خانہ بدوشوں کے دو گھر دکھائی دیئے' جو بالوں کے بنے ہوئے خیمے تھے' میں ان گھروں کی طرف چلا آیا' یہاں تک کہ ان کے صحن میں آ کر اپنی اونٹنی بٹھا دی' سلام کیا تو اندر سے دو خواتین نکلیں' ایک نوجوان تھی اور دوسری بوڑھی' میں نے ان سے کہا: کیا شام کا کھانا اور رات بسر کرنے کی جگہ مل جائے گی؟ انہوں نے جواب دیا کہ واللہ نہ ہمارے پاس کوئی کھانا ہے اور نہ اس وادی میں ہمارا کوئی مال' بکری' اونٹ اور گدھا ہے' میں نے کہا: تو پھر تم یہاں کیسے جی رہی ہو؟ وہ کہنے لگیں: اللہ توکل' نیک لوگوں کی توجہ اور یہاں سے گزرنے والے قافلوں اور راہگیروں کے سہارے زندگی بسر ہو رہی ہے اور گزر اوقات ہو جاتی ہے'

جب رات کا کچھ حصہ گزرا' لوگ آرام کی آغوش میں چلے گئے' ماحول اور فضا پرسکون ہوئی تو رات کے سناٹے میں میں نے گدھے کے ہنہنانے کی آواز سنی' اور اللہ کی قسم! میں مسلسل یہ آواز سنتا رہا' حتیٰ کہ صبح ہوگئی اور اس کی وجہ سے ساری رات میری آنکھ نہ لگ سکی' صبح میں گھر سے نکلا اور جہاں سے رات بھر گدھے کی آواز آتی رہی' ادھر کو پیدل چل دیا' وہاں ویرانے میں میں نے ایک قبر پائی' جس میں سے ایک گدھے کی گردن ظاہر ہے' اس کی آنکھوں کے اوپر مٹی پڑی ہوئی اور باقی دھڑ بھی مٹی میں غائب ہے' صرف اس کے دونوں کان اور پشت ظاہر اور ننگی ہے' میں یہ منظر دیکھ کر ڈر سا گیا اور وہاں سے واپس خیمے میں ان خواتین کے ہاں لوٹ آیا اور میں نے ان سے پوچھا کہ مجھے بتاؤ اس قبر میں اس گدھے کا قصہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: آپ اس کے متعلق اگر سوال نہ کریں تو کیا نقصان ہے؟ میں نے کہا: اب تو میں پوچھ کر ہی رہوں گا' تو اس نوجوان لڑکی نے بتایا کہ بخدا! وہ میرا شوہر تھا اور اللہ کی قسم! وہ اس عورت کا بیٹا ہے اور اللہ کی قسم! وہ گدھا جس کی آواز آپ نے رات کے آغاز سے صبح تک سنی وہی ہے' یہ شخص اپنی ماں کا بہت زیادہ نافرمان تھا' اتنا نافرمان کہ پوری دنیا میں اس جیسا اپنی والدہ کا نافرمان تو نے کوئی نہ دیکھا ہوگا' اس کی ماں جب بھی اس کو کسی بُرے کام سے منع کرتی تو وہ ماں سے کہتا: چلی جاؤ اور گدھے کی طرح ہنہناتی پھرو' تو اس کی ماں کہتی: اللہ تجھے گدھا بنائے (مجھے گدھی کہنے والے!) پس جب وہ مرا اور ہم نے اس کو وہاں دفن کر دیا' جہاں آپ دیکھ آئے ہیں اور ہمیں قسم ہے اس اللہ کی جس نے ہمیں اس وادی میں اتارا! اور یہاں رہنے کو جگہ دی' یہ گدھا وہ آدمی ہے (جو میرا شوہر اور اس خاتون کا بیٹا ہوتا تھا)۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک کام کے ارادہ سے نکلا تو دورانِ سفر راستہ میں ایک گدھے نے اچانک زمین سے اپنی گردن نکالی اور میری طرف منہ کر کے تین دفعہ اس نے آواز نکالی' پھر زمین میں چھپ گیا' جس وقت میں ان لوگوں کے پاس پہنچا' جن سے میں نے ملنا تھا تو وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے ہم آپ کا رنگ کیوں اڑا ہوا دیکھ رہے ہیں؟ میں نے ان کو راستہ میں پیش آنے والا واقعہ سنایا تو انہوں نے کہا: آپ کو معلوم نہیں کہ وہ گدھا کون ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں' انہوں نے کہا: وہ اس قبیلہ کا لڑکا ہے' یہ سامنے خیمے کے اندر اس کی ماں ہے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ اس لڑکے کی ماں زندگی

میں جب بھی اس کو کسی کام کے لیے کہتی تو وہ اپنی ماں کو گالی دے کر کہتا: تو گدھی ہی ہے' پھر اس کو ستانے کے لیے اس کے سامنے گدھے کی طرح آوازیں نکالتا اور اس کو دکھ پہنچاتا تھا اور ماں کے سامنے آوازیں نکالتے ہوئے کہتا: ہاہاہاہ! پھر وہ مر گیا اور ہم نے اس کو اس گڑھے میں دفن کر دیا' پس وہ دن جائے اور آج کا دن آئے' وہ مسلسل اسی وقت میں جس میں ہم نے اس کو دفن کیا تھا' ہر روز اپنا سر قبر سے باہر نکالتا ہے اور خیمے کی طرف منہ کر کے تین دفعہ گدھے کی طرح ہنہناتا ہے اور پھر دوبارہ قبر میں داخل ہو جاتا ہے۔

عبداللہ بن ابی ہذیل رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں: ایک شخص تھا جو اپنی ماں کے سامنے جب وہ اس سے بات کرتی تو بار بار گدھے کی طرح آواز نکالتا اور پھر اس سے کہتا: تو تو بس گدھی ہی ہے' پھر وہ مر گیا (اور اس کو دفن کر دیا گیا) اب وہ ہر روز عصر کے بعد قبر سے اپنا سر سینے تک باہر نکالتا ہے' جو گدھے کے سر کی طرح ہوتا ہے اور تین دفعہ ہنہناتا ہے اور پھر دوبارہ اپنی قبر میں لوٹ جاتا ہے۔

داؤد بن شابور نے بیان کیا کہ ابو قزعہ بصری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بعض پانیوں کے پاس سے ہم گزرے تو وہاں ہم نے گدھے کی آواز سنی' ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ آواز کیسی ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ یہ ایک آدمی تھا' جو ہمارے پاس رہتا تھا' اس کی عادت یہ تھی کہ اس کی ماں جب اس کو کوئی کام کہتی تو یہ جواب میں کہتا: تو گدھی ہے' بس تو گدھی کی طرح ہنہناتی رہ' تو اس کی ماں کہتی: اللہ تعالیٰ تجھ کو گدھا بنا دے' پھر جب وہ مر گیا تو اس دن سے برابر آج تک ہر رات کو اس کی قبر سے اس طرح کی گدھے کی ہنہنانے ایسی آوازیں آتی ہیں۔

امام سعید العمانی جو مجتہدین میں سے تھے' کا بیان ہے: ایک سال جب میں حج ادا کرنے کے لیے گیا' حج کی ادائیگی کے بعد ایک رات میں نے منیٰ میں خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے: اے شخص! تو جان لے کہ بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس سال میں حج کے لیے آنے والے ہر شخص کی بخشش فرما دی ہے' مگر ایک شخص ابو صالح بلخی کو نہیں بخشا ہے۔

راوی کہتے ہیں: میں پھر سو گیا اور یہی خواب اس رات تین مرتبہ میں نے دیکھا' جب صبح ہوئی تو میں نے بلخیوں کے خیموں کے متعلق لوگوں سے پوچھا کہ اہل بلخ کے منیٰ میں خیمے کہاں

نصب ہیں؟ جب میں ان کے کیمپوں میں پہنچا تو میں نے اس شخص کے بارے میں سوال کیا' لوگوں نے بتایا کہ وہ تو بادشاہ کے ساتھیوں میں سے ہے' اب میں نے اس شخص سے ملاقات کا ارادہ کیا تو اس کے غلاموں اور خداموں کی کثرت کی وجہ سے اس تک پہنچنا' میرے لیے بہت دشوار ہو گیا' مگر میں نے یہ تہیہ کر لیا کہ اس سے ملاقات کر کے رہوں گا' میں اس کے کیمپ کی طرف چل دیا' جب میں اس کے سامنے پہنچا تو دیکھا کہ اس کے سر پر پہرے داروں کا ایک پورا لشکر تعینات ہے' جو اس کی حفاظت پر مامور ہے' جب میں نے اس کے قریب جانے کا ارادہ کیا تو ان سکیورٹی والوں نے مجھے آگے جانے سے روک لیا' مگر بادشاہ کے مصاحب نے میرا کلام سن لیا تو اس نے سکیورٹی والوں کو اشارہ کیا کہ اس کو میرے پاس آنے دو' چنانچہ میں اس کے کیمپ میں پہنچنے میں کامیاب ہو گیا' اس وقت وہ وسمہ سے اپنے بالوں کو رنگ رہا تھا اور خضاب لگوا رہا تھا' میں نے اس سے کہا کہ مجھے تنہائی میں آپ سے بات کرنی ہے' پس اس نے اشارہ کیا تو اس کے پاس جو پہرے دار موجود تھے' وہ پرے چلے گئے تو میں نے کہا: ابوصالح بلخی آپ ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں میں ہی ابوصالح بلخی ہوں' ہلاکت اور تباہی میرا مقدر بن گئی ہے' میں نے اس سے کہا کہ میں نے آج رات تیرے متعلق اس طرح اس طرح کا خواب دیکھا ہے' تو اس نے کہا: جب میں چڑھتی جوانی میں تھا تو میں شراب پیتا تھا' ایک رات میں شراب کے نشے میں دھت تھا اور آدھی رات کو میں نے باہر کہیں سے آ کر اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھے بہت دیر تک دروازہ پر کھڑا رہنا پڑا' پھر میری والدہ نے آ کر دروازہ کھولا اور میرے پاس خنجر تھا' مجھے غصہ چڑھا ہوا تھا' میں نے وہ خنجر اپنی والدہ کے گھونپ دیا اور اس کو ہلاک کر دیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے کہا: ''تبــالك'' اوہ تیرا ستیاناس ہو بد بختا!

یہی حکایت ایک اور سند سے ایک عجیب و غریب طریق سے مروی ہے۔

مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں بیت اللہ شریف کا طواف کرنے میں مشغول تھا اور مجھے حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کی کثرت سے خوشی ہو رہی تھی' میں دل میں سوچ رہا تھا کہ کاش! مجھے معلوم ہو جائے کہ ان میں سے کن کا حج و عمرہ مقبول ہے تا کہ میں ان کو مبارک باد دوں اور ان میں سے کن کا حج و عمرہ مقبول نہیں ہوا تا کہ اس سے تعزیت اور

اظہارِ افسوس کروں، تو جب رات ہوئی تو مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:
اے مالک بن دینار! تم حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کے بارے میں فکر مند ہو، تحقیق بخدا! اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں چھوٹے بڑے، مرد، عورت، کالے، گورے، عربی، عجمی سب کی بخشش فرمادی ہے، ماسوائے ایک شخص کے، کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض اور غضب ناک ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا حج ردّ فرمادیا اور اس کے حج کو اس کے منہ پر دے مارا ہے۔
مالک کہتے ہیں کہ میں رات کو سو گیا اور اس بات کا میرے اللہ عزوجل کے سوا کسی کو علم نہیں تھا اور مجھے یہ ڈر تھا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں، جب دوسری رات ہوئی تو میں نے پھر اسی کے مثل خواب دیکھا، مگر اس بار مجھے یہ بتلایا گیا کہ اے مالک! وہ شخص (جس کا حج اللہ کے نزدیک مقبول نہیں ہوا) تو نہیں ہے بلکہ وہ خراسان کے شہر بلخ کا رہنے والا ایک شخص ہے، اس کا نام محمد بن ہارون بلخی ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حج ردّ کر دیا اور اس کے منہ پر دے مارا ہے، جب صبح ہوئی تو میں اہل خراسان کے قبائل کے پاس آیا اور میں نے ان سے پوچھا: کیا تم میں بلخ کے رہنے والے لوگ بھی موجود ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، پس میں ان کے پاس آیا اور سلام کے بعد میں نے دریافت کیا کہ کیا تم میں محمد بن ہارون نام کا کوئی آدمی موجود ہے؟ انہوں نے کہا: واہ جی واہ! اے مالک! آپ نے ایسی شخصیت کے متعلق پوچھا ہے کہ پورے خراسان میں اس سے بڑا عابد، زاہد اور قاری کوئی نہیں ہے، مجھے اس شخص کی شان میں یہ کلمات تعریف سن کر بڑا تعجب ہوا کہ خواب میں تو میں نے اس کے متعلق کچھ اور ہی سنا ہے اور لوگ اس کے بارے میں یہ گمان رکھتے ہیں، حیرت ہے!
میں نے لوگوں سے کہا: میری اس کی طرف رہنمائی کریں، انہوں نے کہا: وہ شخص چالیس سال سے دن میں روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے اور اس کا ٹھکانا ویرانے اور کھنڈرات ہیں، اب بھی ہمارا گمان ہے کہ وہ مکہ معظمہ کے ویرانوں میں کہیں ملے گا، میں نے مکہ مکرمہ کے ویرانوں میں اس کی تلاش میں گھومنا شروع کر دیا اور اچانک وہ مجھے ایک جگہ دیوار کے پیچھے کھڑا ہوا مل گیا، اس کا دایاں ہاتھ کٹا ہوا تھا اور بازو کو اس نے اپنی گردن کے ساتھ باندھا ہوا ہے، اپنے سینہ کے اندر اس نے ہنسلی کی ہڈی میں سوراخ کیا ہوا ہے اور وہاں ایک زنجیر ڈال کر اس نے اپنے پیروں کے ساتھ مضبوطی سے باندھ رکھی ہے اور وہ اسی حالت میں رکوع و

سجود کرنے میں مشغول ہے' جب اس نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو میری طرف متوجہ ہوا اور کہا: تم کون ہو؟ میں نے جواب دیا: میں مالک بن دینار ہوں' تو اس نے کہا: اے مالک! تمہیں کیا چیز میرے پاس لے آئی' کیا تم نے میرے متعلق کوئی خواب دیکھا ہے؟ اپنا خواب بیان کرو' میں نے کہا: مجھے حیاء آتی ہے کہ اس خواب کو آپ کے سامنے بیان کروں اور بُرے خواب سے آپ کا استقبال کروں' اس نے کہا: آپ شرم نہ کریں اور وہ خواب مجھ سے بیان کریں' میں نے اس کے اصرار کرنے پر وہ خواب اس کو سنا دیا' وہ دیر تک روتا رہا اور پھر کہنے لگا: اے مالک! یہ خواب میرے متعلق عرصہ چالیس سال سے نظر آرہے ہیں۔ ہر سال آپ کی مثل کوئی زاہد شخص یہ خواب دیکھتا ہے کہ میں اہل دوزخ میں سے ہوں' میں نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تجھ سے کوئی بہت بڑا گناہ واقع ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! میرا یہ گناہ تمام آسمانوں' زمین' پہاڑوں' عرش اور کرسی ان سب سے بھاری ہے' میں نے کہا: مجھے بتائیں تاکہ میں لوگوں کو اس گناہ سے ڈراؤں اور وہ اس کا ارتکاب نہ کریں' تو اس نے کہا: اے مالک! میں نشہ آور شراب بہت زیادہ پیتا تھا' ایک دن میں اپنی ایک دوست لڑکی کے پاس مہمان تھا' وہاں میں نے شراب پی حتیٰ کہ جب نشہ چڑھا اور میری عقل پر پردہ پڑ گیا تو میں اپنے گھر کی طرف چلا آیا' جب میں گھر کے اندر داخل ہوا تو اس وقت میری والدہ لکڑیاں ڈال کر تنور گرما رہی تھی اور تنور اندر سے تپ کر خوب سرخ و سفید ہو چکا تھا۔ والدہ نے جب دیکھا کہ میں نشے کی وجہ سے لڑکھڑاتا ہوا چل رہا ہوں تو اس نے مجھے نصیحت کرنی شروع کر دی اور کہنے لگی: کیا تجھے اللہ تعالیٰ سے شرم و حیاء نہیں آتی! آج شعبان کا آخری دن ہے' رمضان مبارک کی رات ہے' صبح کو لوگ روزہ سے ہوں گے اور تو صبح کو نشہ میں دھت پڑا ہوگا (کچھ حیا کر)' میں نے والدہ پر ہاتھ اٹھایا اور اس کو دھکا دے دیا' اس نے کہا: تیرا ستیاناس ہو۔ مجھے اس کی بات سے غصہ آ گیا اور میں نے نشہ کی حالت میں اس کو اٹھا کر تنور میں پھینک دیا (توبہ نعوذ باللّٰہ من ذلک) میری بیوی نے جب مجھے دیکھا تو وہ مجھے کھینچ کر کمرے کے اندر لے گئی اور دروازہ بند کر دیا' جب رات کا آخری پہر ہوا اور میرا نشہ شراب اتر گیا تو میں نے بیوی کو آواز دی کہ دروازہ کھولو لیکن اس نے مجھے سخت لہجے میں جواب دیا (اور دروازہ نہیں کھولا)' میں نے کہا: تجھے کیا ہوا ایسی سختی پہلے تو میں نے تیری طرف سے کبھی نہیں

دیکھی' اس نے کہا: تو اسی لائق ہے کہ تجھ پر کوئی رحم نہ کیا جائے' میں نے کہا: کس لیے؟ اس نے کہا: تو نے اپنی ماں کو قتل کیا ہے' تو نے اسے تنور میں پھینک دیا تھا' جس سے وہ جل کر راکھ ہوگئی' جس وقت میں نے یہ بات سنی تو میں آپے سے باہر ہوگیا اور میں نے زور لگا کر دروازہ اکھاڑ پھینکا اور نکل کر تنور کی طرف دوڑا' بس کیا تھا کہ میری ماں اس میں جلی ہوئی روٹی کی طرح کوئلہ ہوئی پڑی تھی' گھر میں ایک کلہاڑا پڑا تھا' اس پر میری نظر پڑی' میں نے کلہاڑا اٹھا کر دروازے کی دہلیز پر اپنا ہاتھ رکھا اور اپنے بائیں بازو کو کاٹ ڈالا اور اپنے سینہ پر ہنسلی کی ہڈی میں سوراخ کر ڈالا اور اس میں یہ زنجیر ڈال لیا' جو آپ دیکھ رہے ہیں اور اپنے دونوں پاؤں میں یہ بیڑیاں ڈال لیں اور میری ملک میں اس وقت آٹھ ہزار دینار تھے' وہ میں نے سورج غروب ہونے سے پہلے صدقہ کر دیئے اور اس کے علاوہ میں نے چھبیس کنیزیں اور تیئس غلام آزاد کیے اور میں نے اپنی زمینیں اور جائیدادیں وقف فی سبیل اللہ کر دیں اور تب سے اب تک چالیس سال ہونے کو آتے ہیں کہ میں دن میں روزہ سے ہوتا ہوں اور رات بھر قیام کرتا اور نوافل پڑھتا ہوں اور صرف ایک مٹھی بھر بھنے چنوں سے افطار کرتا ہوں' ہر سال بیت اللہ شریف حج کے لیے حاضر ہوتا ہوں اور ہر سال آپ ایسا کوئی عالم میرے متعلق اسی طرح کا خواب دیکھتا ہے کہ میں اہل دوزخ میں سے ہوں۔

مالک کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اس کے منہ پر تھپڑ مارا اور میں نے کہا: اے بد بخت! قریب ہے کہ تو اپنے عذاب کی آگ سے پوری زمین اور جو کچھ زمین پر ہے سب کو جلا ڈالے اور یہ کہہ کر میں اس کے پاس سے دوسری طرف چلا گیا' جہاں سے میں اس کی آہٹ اور آواز کو تو سن سکوں' لیکن میں اس کا جسم نہ دیکھوں' اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا مانگ رہا تھا: ''یا فارج الهم و کاشف الغم مجیب دعوة المضطرین' أعوذ برضاك من سخطك وبمعافاتك من عقوبتك' لا تقطع رجائی ولا تخيب دعائی'' اے بے چینی کو دور کرنے والے! اور اے غم کشا! مجبور لوگوں کی دعا کو قبول فرمانے والے! میں تیری ناراضگی سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تو میری امید کو نہ توڑ اور میری دعا کو رد نہ کر۔ مالک کہتے ہیں: میں واپس اپنی منزل پر آ کر سو گیا' رات میں نے خواب دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب میں مجھے ارشاد فرما رہے ہیں: اے مالک! نہ تو لوگوں کو اللہ کی

رحمت سے نا امید کرو اور نہ ہی ان کو اللہ تعالیٰ کے عفو و درگزر سے مایوس کرو' بے شک اللہ تعالیٰ ملأ اعلیٰ سے محمد بن ہارون پر اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہوا اور اس کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے اس کی لغزش کو معاف فرما دیا۔

تو صبح کو اس کے پاس جانا اور اس سے کہنا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اوّلین اور آخرین کو جمع فرمائے گا اور سینگ والی بکری سے بے سینگ بکری کو بدلہ دلوائے گا اور اے محمد بن ہارون! تجھے اور تیری ماں کو جمع کرے گا اور تیرے خلاف اس کے حق میں فیصلہ فرمائے گا اور فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ سخت زنجیروں سے تجھے باندھیں اور کھینچ کر دوزخ کی طرف لے جائیں' پس جب تو دنیا کے تین دنوں اور راتوں کی مقدار کے برابر دوزخ کا مزہ چکھ چکے گا اور یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مجھے قسم ہے اپنی ذات کی کہ میرے بندوں میں سے جو بندہ بھی اس نشہ دینے والی شراب کو پیتا ہے اور کسی ایسے شخص کو قتل کرتا ہے' جس کو قتل کرنا میں نے حرام فرمایا ہے اور اگرچہ (بالفرض محال) وہ میرا خلیل ابراہیم ہو تو میں اس کو دوزخ کا مزہ چکھاتا ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ تیری ماں کے دل میں رحمت ڈال دے گا اور اس کے دل میں یہ بات ڈال دے گا کہ وہ مجھ سے عرض کرے گی: یا اللہ! تو میرا بیٹا مجھے ہبہ کر دے تو میں تجھے تیری ماں کو ہبہ کر دوں گا' پس تم دونوں (ماں بیٹا) جنت میں چلے جاؤ گے' جب صبح ہوئی تو میں محمد بن ہارون کے پاس گیا اور اُسے اپنے خواب کے متعلق خبر دی' تو گویا اس کی زندگی ایک پتھر کی کنکری تھی جس کو پانی کے طشت میں ڈال دیا گیا' پس وہ مر گیا' اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اس کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

۱۶- نافرمانی کے معنی کی لغوی اور شرعی تحقیق

مصنف لکھتے ہیں: ''العقوق'' (یعنی نافرمانی یہ ہے کہ) والدین کسی جائز کام کا امر دیں اور اولاد اس امر کی مخالفت کرے تو یہ والدین کی نافرمانی ہے اور اسی طرح کسی بات میں یا کام میں ان کی بے ادبی کرنا بھی نافرمانی کے زمرے میں آتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''بکاء الوالدین من العقوق'' ماں اور باپ کو

رُلانا ان کی نافرمانی میں سے ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''مابر والدیہ من احد النظر الیھما'' جو شخص اپنے ماں باپ کی طرف گھور کر دیکھتا ہے' وہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا نہیں۔

حضرت علی بن طلیق بیان کرتے ہیں: میں نے ابن محیریز کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے اباجی کے آگے چلتا ہے' وہ اُن کا نافرمان ہے' الاّ یہ کہ اس کا آگے چلنا ان کے راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کی غرض سے ہو (تو پھر ٹھیک ہے) اور جو شخص اپنے اباجی کو ان کے نام یا کنیت سے بلائے' وہ نافرمانی کرتا ہے' الاّ یہ کہ وہ یوں کہے: اے اباجان!

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اگر والد اپنے بیٹے کو مارے تو بیٹے کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے والد کا ہاتھ پرے جھٹک دے اور فرمایا: جس نے اپنے والدین کی طرف سخت نظر سے اور گھور کر دیکھا' اس نے اپنے ماں باپ کی نافرمانی کی اور جس نے ان دونوں کو غمگین کیا' وہ نافرمان ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہ ظلم کی انتہاء ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے خلاف بادشاہ کے پاس مقدمہ کرے اور اس کا عیب بیان کرے۔

حسین ابن ضبعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے اپنے باپ سے سنا ہے' وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت فرقد سے سنا ہے' وہ کہتے تھے کہ میں نے بعض کتب میں پڑھا کہ جو شخص اپنے والدین کی طرف گھور کر دیکھتا ہے' وہ ان کا نافرمان ہے حالانکہ ماں باپ کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور اولاد کو اپنے ماں باپ کے آگے نہیں چلنا چاہیے اور جب وہ موجود ہوں تو گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے' اسی طرح اپنے ماں باپ کے دائیں یا بائیں یعنی ان کے برابر ہو کر چلنا بھی نامناسب ہے' جب ماں باپ بُلائیں تو ان کے بلانے پر حاضر ہو جائے اور جب وہ کسی کام کے لیے کہیں تو ان کی بات مانے' لیکن جب چلے تو ان کے پیچھے اس طرح چلے' جیسے ایک مؤدب غلام چلتا ہے۔

یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اپنے باپ کے خلاف حجت قائم کرنا' ان کی نافرمانی ہے۔

حضرت عمارہ کہتے ہیں: میں نے حضرت حسن سے پوچھا کہ والدین کے ساتھ نیکی کیسے کی جائے؟ انہوں نے فرمایا: ماں باپ سے محبت کرنا اور ان پر خرچ کرنا' ان کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔ میں نے پوچھا: والدین کی نافرمانی کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا: تمہارا اپنے ماں باپ کو چھوڑ دینا اور اپنی خدمت سے ان کو محروم کر دینا' یہ ان کی نافرمانی ہے۔

حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت کعب سے سوال کیا گیا کہ ماں باپ کی نافرمانی کے کیا معنی ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ جب تیرے ماں باپ تجھے کوئی کام کرنے کا امر کریں اور تو ان کی بات نہ مانے تو یہ ان کی نافرمانی ہوئی اور جب تیرے ماں باپ تجھے بددعا دیں تو سمجھ کہ تو پورا نافرمان ہے' اور ایک روایت میں انہی سے ہے فرمایا کہ اگر ماں یا باپ میں سے کوئی ایک تجھے قسم دے کر کسی کام کو کرنے کا کہیں اور تو وہ کام نہیں کرتا اور اگر ماں یا باپ تجھ سے کوئی چیز مانگیں اور تو نہیں دیتا اور وہ تمہاری طرف سے پہنچنے والی اس تکلیف کی شکایت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کرتے ہیں' تو سب کی سب نافرمانی ہے۔

جابر بن عمارہ بیان کرتے ہیں کہ امیہ بن ابی الصلت نے اپنے بیٹے پر عتاب کرتے ہوئے یہ اشعار کہے:

غذوتك مولودًا وعلتك يافعا — تعل بما احنى عليك وتنهل
اذا ليلة نابتك بالشكو لم — ابت لشكواك الا ساهرا اتململ
كانى انا المطروق دونك بالذى — طرقت به دونى وعينى تهمل
تخاف الردى نفسى عليك وانها — لتعلم ان الموت ضيف سينزل
فلما بلغت السن والغاية التى — اليها مدى ما كنت فيك اومل
جعلت جزائى غلظة وفظاظة — كانك انت المنعم المتفضل
فليتك اذ لم ترع حق ابوتى — فعلت كما الجار المجاور يفعل

○ میں نے تجھے غذا مہیا کی جب تو نومولود تھا اور پھر جب تو جوان ہو گیا تو تب بھی تیری ضروریات کا میں کفیل رہا غرضیکہ تجھ پر میری برابر شفقت رہی اور تجھے بار بار میں کھلاتا پلاتا رہا'

- جب کوئی رات تجھ پر بیماری کے ساتھ آتی تو تیری بیماری کی وجہ سے میں سو نہ سکتا بلکہ جاگ کر بے چینی کے ساتھ رات گزار دیتا تھا'
- گویا تو نہیں' میں اس بیماری میں مبتلا ہوتا تھا جو دراصل تجھے لاحق ہوتی تھی نہ کہ مجھے' اور تجھے درد پہنچتا تو میری آنکھیں چھم چھم آنسو بہانا شروع کر دیتی تھیں'
- میری جان تیری ہلاکت سے خوف زدہ ہو جاتی حالانکہ مجھے یقین ہوتا تھا کہ موت نے مہمان کی طرح اپنے مقررہ وقت پر ہی آنا ہے (اور اس کا آنا حتمی ہے)'
- پس جب تو بالغ ہوا اور عمر کی اس حد تک پہنچ گیا جہاں تک پہنچنے کی میں تیرے بارے اُمید کرتا تھا'
- تو اب تو مجھے اپنی طرف سے یہ صلہ دے رہا ہے کہ نہایت ترش روئی اور سختی و بدسلوکی سے پیش آتا ہے گویا کہ تو ہی مجھ پر احسان اور مہربانی کر رہا ہے'
- کاش! کہ اگر تو حقوقِ پدری کو ادا نہیں کر سکتا تھا تو کم از کم اتنا ہی کرتا کہ جس طرح ایک ہمسایہ اپنے ہمسائے کے ساتھ سلوک کیا کرتا ہے' وہی سلوک روا رکھتا۔

۱۷- اولاد کے لیے ماں باپ کی دعا کے قبول ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
تین شخصوں کی دعا کو رد نہیں کیا جاتا: والد' مظلوم اور مسافر۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ والدین کی دعا سے مال اور اولاد سلامت اور محفوظ رہتے ہیں۔

ایک شخص نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ والد کی دعا سے بیٹے کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟ فرمایا: نجات۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرمایا کہ باپ کی دعا اور اللہ عزوجل کے درمیان کوئی چیز حجاب نہیں بنتی۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے اور اللہ عزوجل کے درمیان کوئی شئی حجاب اور رکاوٹ نہیں بنتی: (۱) باپ کی اپنی اولاد کے حق میں دعا (۲) مظلوم کی فریاد (۳) اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی (یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق موجود نہیں ہے اور صرف وہی ایک عبادت کے لائق ہے)۔

عبدالرحمٰن بن احمد بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی رحمہ اللہ سے سنا ہے' وہ فرماتے تھے: ابن مخلد رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک خاتون آئیں اور کہا: میرے بیٹے کو رومیوں نے قیدی بنالیا ہے' ایک جھونپڑی کے سوا میری کوئی ملکیت نہیں ہے' اگر اسے بھی بیچ دوں تو رہوں گی کہاں؟ اگر آپ کسی اہلِ ثروت کو اشارہ فرمادیں تو وہ فدیہ دے کر میرے بیٹے کو آزاد کرادے کیونکہ وہ بہت بے قرار ہے' اسے نہ رات کو نیند آتی ہے اور نہ دن کو آرام ملتا ہے' شیخ مراقبہ میں گئے اور اپنے ہونٹوں کو حرکت دی' جیسے کچھ پڑھ رہے ہوں' پھر کچھ مدت گزر گئی تو ایک دن وہ عورت دوبارہ آئیں اور اب اس کا بیٹا بھی ساتھ تھا اور وہ شیخ کو دعائیں دینے لگیں اور کہنے لگیں: یہ جوان آپ کو اپنی آپ بیتی خود سنائے گا' چنانچہ اس جوان نے بیان کیا کہ میں روم کے بعض سرداروں کے قبضہ میں قیدیوں کے ایک گروہ کے ساتھ تھا' ایک انسان ہم پر کام کروانے کے لیے معین تھا' جو ہر روز ہمیں لے جاتا اور ہم سے مختلف خدمات اور کام لیتا تھا' وہ ہمیں صحرا کی طرف لے کر جاتا تاکہ ہم اس کے کام کریں' بیگار لینے کے بعد وہ شام کو ہمیں واپس لے آتا اور ہمارے پاؤں میں بیڑیاں لگی رہتی تھیں' ایک دن جب ہم کام سے واپس آرہے تھے اور یہ مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت تھا تو اچانک میرے پاؤں سے بیڑیاں کھل کر زمین پر گر گئیں' نوجوان نے وہ دن اور وہ گھڑی بتائی اور یہ وہی دن اور وہی ساعت تھی' جس میں وہ عورت شیخ کی خدمت میں آئی تھیں اور شیخ نے اس کے لیے دعا کی تھی' میرا محافظ اور نگران فوراً اٹھا اور اس نے چلا کر مجھے کہا: تو نے خود بیڑی کو توڑا ہے' میں نے کہا: نہیں! میں نے اس کو نہیں توڑا بلکہ یہ خود بہ خود ٹوٹ کر میرے پاؤں سے نیچے گر گئی ہے' کہا کہ لوگ اس جوان کی خبر سن کر حیرت زدہ رہ گئے' اس محافظ نے لوہار کو بلوا کر دوبارہ مجھے بیڑیاں پہنا دیں' ابھی میں چند ہی قدم چلا ہوں گا کہ بیڑی پھر ٹوٹ کر میرے پاؤں سے زمین پر گر گئی' لوگ میرے معاملہ میں حیران تھے' انہوں نے اپنے رُہبان (پادریوں) کو بلایا'

انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں' انہوں نے کہا: تیری ماں کی دعا قبول ہو گئی ہے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے تجھے آزاد فرما دیا ہے' اب ہمارے لیے تجھے قید میں رکھنا ممکن نہیں رہا ہے' چنانچہ انہوں نے مجھے واپس لوٹا دیا اور مجھے مسلمانوں کے علاقہ کی طرف چھوڑ گئے۔

۱۸- بیٹے کے خلاف ماں باپ کی بددعا قبول ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین شخصوں کی دعائیں بلاشبہ قبول کی جاتی ہیں:

(۱) مظلوم آدمی کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) اور والدین کی اپنے بیٹے کے خلاف دعا (یہ تینوں بددعائیں ایسی ہیں کہ ان کے قبول کیے جانے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے)۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جریج اپنے معبد میں عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو گئے تھے اور اس کے معبد کے زیریں حصہ کے پاس ایک چرواہا پناہ گزیں تھا اور اس (چرواہے) کے پاس گاؤں کی ایک عورت کا آنا جانا رہتا تھا' ایک دن جریج کے پاس اس کی ماں تشریف لائیں اور کہا: جریج!' جریج اس وقت نماز پڑھ رہا تھا' اس نے دل میں کہا: خدایا! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف نماز ہے! پھر اس نے نماز کو ترجیح دی' اس کی ماں نے دو مرتبہ پھر زور زور سے آواز دی: اے جریج! اے جریج! جب جریج نے جواب نہ دیا تو اس کی ماں نے بددعا دیتے ہوئے کہا: اللہ کی قسم! خدا تجھے اس وقت تک موت نہیں دے گا' جب تک کہ تو بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے' پھر وہ چلی گئیں۔ اُس دیہاتی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا (جو کہ کنواری تھی) لوگوں نے کہا: تجھے یہ بچہ کس سے ہوا؟ اس نے کہا: جریج سے' لوگوں نے پھاوڑوں سے اس کا معبد گرا دیا اور اس کی مشکیں کس دیں' پھر اس کو لے کر بدکار عورتوں کے پاس سے گزرے' جریج ان کو دیکھ کر مسکرا دیا اور

وہ سب اس کی طرف دیکھ رہی تھیں' بادشاہ نے کہا: یہ عورتیں کیا کہہ رہی ہیں؟ جریج نے کہا: کیا کہہ رہی ہیں؟ بادشاہ نے کہا: یہ کہہ رہی ہیں کہ اس عورت کے ہاں جو بچہ ہوا ہے' وہ تیرے نطفہ سے پیدا ہوا ہے' جریج نے کہا: وہ بچہ کہاں ہے؟ جریج نے بچے کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اے بچے! بتاؤ تمہارا باپ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ گائیں چرانے والا۔ بادشاہ نے کہا: کیا ہم تمہارا صومعہ (عبادت گاہ) سونے کا بنوا دیں؟ جریج نے کہا: نہیں (اس کی مجھے ضرورت نہیں) بس جیسا پہلے تھا ویسا ہی بنوادیں' بادشاہ نے پوچھا: ان طوائف کی طرف دیکھ کر تمہارے مسکرانے کا کیا سبب تھا؟ جریج نے کہا: یہ ایک خاص بات ہے جو میں جانتا ہوں' مجھے میری ماں کی بددعا لگ گئی ہے' پھر اس نے لوگوں کو اپنا سارا واقعہ سنایا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہد (عالم شیر خوارگی) میں صرف تین بچوں نے کلام کیا ہے' حضرت عیسیٰ ابن مریم اور صاحب جریج نے' جریج ایک عبادت گزار مرد تھا' اس نے ایک عبادت گاہ بنائی' ایک دن جس وقت وہ اپنی عبادت گاہ میں نماز پڑھنے میں مشغول تھا' اس کی ماں تشریف لائیں اور کہا: اے جریج! اس نے دل میں کہا: اے میرے رب! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز ہے' پھر وہ نماز میں مشغول رہا اور اس کی ماں جی واپس چلی گئیں' دوسرے دن پھر وہ اس وقت آئیں' جب وہ نماز پڑھ رہا تھا اور آواز دی: اے جریج!' جریج نے دل میں کہا: خدایا! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز ہے' اور وہ نماز پڑھتا رہا اور اس کی ماں واپس چلی گئیں' اگلے روز وہ پھر اسی وقت آئیں' جب وہ نماز پڑھ رہا تھا' آواز دی: اے جریج!' جریج نے کہا: ربا میریا! ایک طرف میری ماں بلائے ہے اور دوسری طرف نماز جائے ہے (کیا کیا جائے)؟ اور وہ نماز میں مشغول رہا' اس کی ماں نے کہا: اے اللہ! جب تک یہ فاحشہ عورتوں کے منہ نہ لگ جائے' اس کو موت نہ دینا' بنو اسرائیل جریج اور اس کی عبادت کا بڑا چرچا کرتے تھے' بنو اسرائیل کی ایک بدکار عورت تھی' جو اپنے حسن میں اپنی مثال آپ تھی' اس نے کہا: اگر تم چاہو تو میں جریج کو فتنہ میں مبتلا کر دوں؟ چنانچہ اس عورت نے خود کو جریج پر پیش کیا' مگر جریج نے اس کی طرف التفات نہ کی تو وہ ایک چرواہے کے پاس آئی' جو جریج کی

عبادت گاہ کے پاس ٹھکانا کیے ہوئے تھا' اس عورت نے چرواہے کے لیے اپنے نفس کی طرف راہ پانا ممکن کر دیا' چنانچہ وہ اس پر ٹوٹ پڑا' جس سے وہ پھل گئی اور جب اس نے بچہ کو جنم دیا تو بولی: یہ جریج سے ہوا ہے' لوگ اس کے پاس آئے اور انہوں نے جریج سے کہا: نیچے اترو' جب وہ اترا تو انہوں نے پہلے تو اس کی عبادت گاہ کو منہدم کیا اور پھر اسے مارنا شروع کر دیا' جریج نے پوچھا: لوگو! تمہارا مسئلہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: تم نے اس فاحشہ عورت سے زنا کیا ہے اور تمہارے نطفہ سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے' جریج نے کہا: وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس بچہ کو لے آئے' جریج نے کہا: مجھے چھوڑو' میں نماز پڑھ لوں' جب وہ نماز پڑھ چکا تو واپس آ کر بچہ کے پیٹ میں اس نے چوکا لگایا اور کہا: اے بچے! تیرا ابو کون ہے؟ اس نے کہا: فلاں چرواہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر کیا تھا' لوگ اس کو بوسے دینے لگے اور اس کے بدن کو چھو چھو کر تبرک حاصل کرنے لگے اور یہ پیش کش بھی کی کہ ہم آپ کے لیے سونے کا صومعہ (عبادت گاہ) تعمیر کروا دیتے ہیں' جریج نے کہا: نہیں! تم اسی کو دوبارہ مٹی گارے سے مرمت کرا دو' پس انہوں نے ویسا ہی بنا دیا۔

(تیسرے نومولود کے مہد میں باتیں کرنے کا قصہ یوں ہے:) ایک بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا' اسی اثناء میں ایک خوش پوش مرد ایک بہترین سواری پر سوار وہاں سے گزرا' تو اس بچہ کی ماں نے (رشک بھری نظر سے) کہا: ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَ هٰذَا '' اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے۔ بچہ نے دودھ سے منہ موڑ کر اس سوار کی طرف تکنا شروع کر دیا' پھر بولا: یا اللہ! مجھ کو اس جیسا نہ بنانا' پھر پستان کی طرف مڑا اور دودھ پینے لگا۔ ابو ہریرہ (رضی اللہ) کہتے ہیں: گویا کہ وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ اپنی شہادت کی انگلی مبارک کو اپنے دہن مبارک میں ڈال کر اس کو چوستے ہوئے بچہ کے دودھ پینے کی (معصومانہ ادا سے) نقل اتار رہے تھے۔

پھر ان کا گزر ایک کنیز کے پاس سے ہوا' جس کو لوگ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے: تو نے زنا کیا ہے اور چوری کی ہے' اور وہ جواب میں کہتی تھی: ''حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ'' اللہ میرے لیے کافی ہے اور وہ خوب کام بنانے والا ہے (تم جو مرضی ہے کہتے رہو' میں نے تو نہ عزت لوٹائی ہے' نہ مال لوٹا ہے)' اس بچہ کی ماں نے کہا: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا

نہ بنانا۔ اس بچہ نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اس باندی کی طرف دیکھ کر کہا: اے اللہ! مجھے اس جیسا بنانا' تب ماں بیٹے میں تکرار ہوئی' ماں نے کہا: اے سرمنڈے! ایک شخص اچھی حیثیت کا گزرا اور میں نے کہا: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے تو' تو نے کہا: اے اللہ! مجھ کو اس جیسا نہ بنا' اور اس لونڈی کو لوگ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے اور چوری کی ہے! سو میں نے دعا کی کہ یااللہ! میرے بیٹے کو اس لونڈی کی طرح نہ کرنا تو تو نے کہا: اے اللہ! مجھ کو اس کی مثل بنانا' بچہ نے کہا: وہ شخص ایک ظالم آدمی تھا تو میں نے دعا کی: اے اللہ! مجھ کو اس کی مثل نہ کرنا اور جس لونڈی کو لوگ کہہ رہے تھے: تو نے زنا کیا ہے حالانکہ اس نے زنا نہیں کیا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ تو نے چوری کی ہے' حالانکہ اس نے چوری نہیں کی تھی' اس لیے میں نے دعا کی: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَھَا'' یااللہ! مجھے اس کنیز کی مثل بنا دے۔

نوٹ: آدمی نماز پڑھ رہا ہو اور والدین بلائیں تو کیا حکم ہے؟ آدمی نماز توڑ کر والدین کی آواز پر لبیک کہے یا نماز میں مشغول رہے۔

حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ماں اور باپ کی بددعا اولاد اور ان کے مال کی بربادی کا باعث ہوتی ہے۔

۱۹۔ (ا) والدین اور اولاد کے ایک دوسرے پر حقوق کا بیان

(ب) والدین اور اولاد کا ایک دوسرے سے بیزار ہونا گناہ ہے

حضرت سہل بن معاذ بن انس رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بعض بندوں کے ساتھ نہ تو کلام فرمائے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک فرمائے گا اور نہ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک تو وہ

شخص ہے جو اپنے والدین سے بیزار ہو اور ان سے بے رغبتی اختیار کرے اور دوسرا وہ شخص ہے جو اولاد سے بیزار ہو کر ان کو جدا کر دے اور تیسرا وہ شخص ہے جس پر ایک قوم نے احسان کیا اور وہ ان کی نیکی اور احسان کا انکار کر دے اور ان کی ناشکری کرتے ہوئے ان سے بیزاری کا اظہار کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنے بیٹے کا انکار کر دے اور وہ اس کی طرف دیکھ رہا ہے' اللہ عزوجل اس کو اپنی رحمت سے دور فرما دیتا ہے اور اس کو تمام اگلے پچھلے لوگوں کے سامنے رسوا کرے گا۔

۲۰- اپنے نسب کا انکار کرنا گناہ ہے

حضرت ابراہیم تیمی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام نے ہمیں خطبہ دیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ہم کتاب اللہ اور اس صحیفہ کے سوا کوئی اور شئی پڑھتے ہیں تو وہ جھوٹ بولتا ہے (وہ صحیفہ حضرت علی کی تلوار کے ساتھ معلق تھا)' آپ نے فرمایا: اس صحیفہ میں تو اونٹوں کی عمروں کا ذکر ہے (جو خون بہا اور دیت میں مقتول کے ورثہ کو دیئے جاتے ہیں) اور زخموں کی دیت کا بیان ہے اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ:

جو شخص اپنی نسبت اپنے باپ کے علاوہ کسی اور شخص کی طرف کرے یا (کوئی غلام) اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے' اس پر اللہ تعالیٰ کی' تمام انسانوں اور فرشتوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

حضرت ابو عثمان نہدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو سنا' وہ فرماتے تھے کہ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا اور میں نے اپنے دل (ذہن) میں یاد رکھا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کو اپنا باپ بنایا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ شخص اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت ابوبکرہ سے ہوئی اور میں نے ان سے یہ حدیث

مبارک بیان کی تو انہوں نے فرمایا: خود میں نے بھی یہ حدیث اپنے کانوں سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا ہے' آپ فرما رہے تھے: جس شخص نے جانتے ہوئے اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے شخص سے اپنے نسب کا دعویٰ کیا' اس نے کفر کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے آباء کے نسب سے اعراض نہ کرو' جس شخص نے اپنے باپ کے نسب سے انکار کیا' اس نے کفر کیا۔

نوٹ: (ا) اس باب کی یہ چاروں احادیث صحیحین (بخاری و مسلم) میں ہیں۔

(ب) ہمارے استاذ گرامی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے اس شرعی حکم کو معمولی سمجھ کر اپنا نسب اپنے باپ کے علاوہ غیر سے ظاہر کیا تو وہ حقیقۃً کافر ہو گیا اور اگر حرام سمجھتے ہوئے کسی غرض دنیاوی کی بناء پر ایسا کیا تو سخت گنہگار ہوا اور اس کو تغلیظاً کافر کہا گیا ہے یا یہ کفر بمعنی کفرانِ نعمت کے ہے۔

(حضرت علامہ غلام رسول سعیدی' شرح صحیح مسلم ج ا ص ۱۶۵' بار اوّل)

۲۱- کسی کے ماں باپ کو گالی دینا اور لعن طعن کرنا' بڑا گناہ ہے کیونکہ یہ اپنے ماں باپ کو گالی دینے کا سبب بنتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کا اپنے والدین پر لعنت کرنا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے' عرض کیا گیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کوئی شخص اپنے والدین کو کیسے لعن طعن کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ جواب میں اس کے باپ کو گالی دیتا ہے' ایک شخص کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ شخص ردِّ عمل کے طور پر اس کی ماں کو گالی دیتا ہے (تو گویا اس نے خود اپنے ماں باپ کو گالی دی)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
کسی شخص کا اپنے والدین کو گالی دینا اکبر کبائر میں سے ہے' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے' یہ کیونکر ممکن ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے' اس کے جواب میں دوسرا شخص اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور ایک شخص کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے' وہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

نوٹ: ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ حدیث قانون سدّ ذرائع کی اصل ہے اور اس حدیث میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ مبارک ہے: ''لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ''

۲۲- باپ کے لیے اپنی اولاد کو کوئی عطیہ دے کر اسے واپس لے لینا جائز ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ہبہ میں رجوع کرے سوائے والد کے (کہ باپ اپنی اولاد کو کوئی چیز عطیہ دینے کے بعد پھر واپس لے سکتا ہے)۔

حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے لیے کوئی عطیہ دے کر اس کو واپس لے لینا حلال نہیں ہے مگر باپ اپنی اولاد کو کوئی چیز عطیہ دے تو اس کو واپس لے سکتا ہے۔

۲۳- والدین کے ساتھ ان کی وفات کے بعد نیکی کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے' مگر تین کاموں کا اجر اس کو مرنے کے بعد

بھی ملتا رہتا ہے: (۱) صدقہ جاریہ (۲) علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو (۳) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات چیزیں ایسی ہیں' جن کا اجر و ثواب آدمی کو اس کی موت کے بعد قبر میں بھی ملتا رہتا ہے:

(۱) وہ علم جو اس نے کسی کو سکھایا ہے (۲) نہر بنوائی ہو (ڈیم بنوایا ہو) (ج) کنواں کھدوایا ہو (ٹینکی' نلکا' ٹربین' پانی کی سبیل یا مدرسہ وغیرہ کے پانی کا بل ادا کرنے کا بندوبست کر گیا ہو) (د) کھجور کا درخت لگایا (یعنی کوئی پھل دار درخت لگایا ہو) (ھ) مسجد بنوائی ہو (و) کسی کو قرآن مجید لے کر دیا ہو (ز) نیک اولاد چھوڑی جو اس کے لیے بخشش کی دعا کرتی ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات چیزیں وہ ہیں' جن کا فائدہ انسان کو موت کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے۔

(۱) ایک شخص نے کوئی اچھا نیکی کا طریقہ ایجاد کیا' اس طریقہ پر عمل کرنے والے لوگوں کے برابر اس طریقہ کو ایجاد کرنے والے شخص کو بھی اجر ملتا رہے گا اور ان کے اجروں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(۲) کسی شخص نے اپنے پیچھے اولاد چھوڑی' جو اس کی وفات کے بعد اس کے لیے اللہ عزوجل سے دعائے مغفرت کرنے والی ہو۔

(۳) آدمی کوئی ایسی چیز صدقہ کر جاتا ہے' جس کا فائدہ لوگوں کو اس کے مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے (تو اس کا اجر اس کو اب بھی ملتا رہے گا)۔

(۴) ایک شخص درخت لگاتا ہے' جس سے مخلوق خدا کو فائدہ ہوتا ہے تو اس کا اجر اس کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔

(۵) ایک شخص کنواں یا چشمہ کھدواتا ہے' جس سے مخلوق خدا کو آب پاشی کے لیے اور پینے کے لیے پانی میسر ہوتا ہے (تو اس کا اجر انسان کو موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے)۔

(۶) ایک شخص قرآن مجید چھوڑ دیتا ہے' جس میں دیکھ کر کوئی پڑھتا ہے اور پڑھنے والے کی طرح اس شخص کو بھی ثواب ملتا رہتا ہے۔

(۷) ایک شخص کوئی عمارت تعمیر کرواتا ہے (مثلاً ہسپتال، مدرسہ، مہمان خانہ)۔

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میرے لیے میرے والدین کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کرنے کی کوئی صورت باقی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم چار طرح ان کے ساتھ نیکی کر سکتے ہو:

(۱) تم اپنے والدین کے لیے دعا اور استغفار کرتے رہو۔

(۲) ان کے کیے ہوئے عہد کو پورا کر دو۔

(۳) اپنے باپ کے دوستوں کی اور اپنی ماں کی سہیلیوں کی عزت واحترام کیا کرو۔

(۴) ان رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو، جو صرف ماں باپ کی طرف سے تمہارے کچھ لگتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل جنت میں ایک نیک بندے کا درجہ بلند فرماتا ہے تو بندہ عرض کرتا ہے: اے میرے رب! یہ رتبہ مجھے کیسے نصیب ہوا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ تیرے بیٹے کے تیرے لیے بخشش کی دعا کرنے سے ہوا۔

حضرت ابو معاذ، ابو کاہل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

جس شخص نے اپنے والدین کے ساتھ ان کی زندگی میں یا ان کے فوت ہونے کے بعد نیکی کی، اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ قیامت کے دن ضرور اس کو راضی کرے گا، صحابہ کرام کہتے ہیں: ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کوئی شخص اپنے فوت شدہ والدین کے ساتھ کیسے نیکی کرے گا؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے والدین کے لیے بخشش کی دعا کرنا، ان کیساتھ نیکی کرنا ہے اور دوسرا یہ کہ کسی شخص کے ماں اور باپ کو گالی نہ دینا کیونکہ وہ شخص بھی جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دے گا (یہ بھی ماں باپ کے ساتھ نیکی ہے)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

زندوں کا مرنے والوں کے لیے ہدیہ، ان کے لیے بخشش کی دعا کرنا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اہل خانہ کی دعاء سے قبرستان والوں کو پہاڑوں کی مثل اجر اور انعام عطا فرماتا ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے اگر کوئی شخص اپنے مسلمان والدین کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اس کا ثواب اس کے والدین کو ملے گا اور ان دونوں کی مثل اس صدقہ دینے والے کو بھی اور ان کے اجروں میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جب سفر پر گئے ہوئے تھے تو ان کی ماں کا انتقال ہو گیا' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہیں اور میں یہاں گھر نہیں تھا' اب اگر میں ان کی طرف سے کوئی شئی صدقہ کروں تو کیا ان کو فائدہ ہو گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت سعد نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے باغِ مخراق اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کیا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی ماں کا انتقال ہوا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہیں' کیا میں اُن کی طرف سے کوئی شئی صدقہ دے سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! سعد نے عرض کیا: تو پھر کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی پلانا۔ راوی کہتے ہیں: یہ مدینہ منورہ میں آل سعد کا کنواں وہی ہے (جو سعد نے اپنی ماں کے ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ کیا تھا)۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنی والدہ کے ساتھ نیکی کرتا رہا ہوں اور اب وہ فوت ہو گئی ہیں تو اگر میں ان کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کروں اور ان کی طرف سے غلام آزاد کروں تو کیا اس عمل کا ان کو کوئی فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت سعد نے عرض کیا: آپ مجھے کسی صدقہ کا امر فرمائیں؟ آپ نے فرمایا: تم پینے کے پانی کا بندوبست کر دو۔ راوی کہتے ہیں: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں دو کنویں بنوائے۔ ایک روایت میں ہے: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کون سی چیز کا صدقہ کرنا آپ کے نزدیک پسندیدہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: "پینے کا پانی"۔

حضرت عمرو بن دینار' حضرت عکرمہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں:
ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہوگئی ہیں' اگر میں اس کی طرف سے کوئی چیز صدقہ دوں تو کیا اس کا فائدہ اس کو ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں' اس شخص نے عرض کیا: میرا کھجوروں کا باغ ہے' یارسول اللہ! آپ گواہ رہیں' میں نے وہ نخلستان اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ میرا باپ فوت ہوگیا ہے اور اس نے کوئی وصیت نہیں کی' اگر میں اس کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کروں تو کیا اس کا فائدہ اس کو ہوگا: آپ نے فرمایا: ہاں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ عتیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ماں اچانک فوت ہوگئی اور میرا گمان یہ ہے کہ اگر اس کو بات کرنے کی مہلت ملتی تو وہ صدقہ دیتی' تو اب اگر میں اس کی طرف سے کوئی چیز صدقہ دوں تو کیا اس کا فائدہ اس کو ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:
جس شخص نے اپنے والدین کی طرف سے حج کیا یا ان کے ذمہ جو کسی کا قرض تھا' وہ ادا کردیا' قیامت کے دن اس شخص کو نیک لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

زکریا خراسانی' حضرت جعفر بن محمد سے' وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا ایک قبر کے پاس سے گزر ہوا' اس میں صاحبِ قبر کو عذاب ہو رہا تھا' آئندہ سال پھر اسی قبر کے پاس سے عیسیٰ علیہ السلام گزرے تو اب وہ عذاب میں مبتلا نہیں تھا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! پہلے سال میں اس قبر کے پاس سے گزرا تو اس کو عذاب دیا جارہا تھا اور اس سال جب میں گزرا ہوں تو اس کو وہ عذاب نہیں ہو رہا تھا (اس کی کیا وجہ ہے؟)' اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس قبر والے کا ایک لڑکا تھا' وہ سمجھ دار ہوا تو اس نے نیک راستہ اختیار کیا اور ایک یتیم کو پناہ دی' پس میں نے اس قبر والے کو اس کے بیٹے کے اس نیک عمل کی وجہ سے بخش دیا ہے۔

ابوالحسن عکبری کہتے ہیں: ہمارے بعض شیوخ نے ہم سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں عکبراء کے مشہور قبرستان جو بنو یقطین کے قبرستان کے نام سے جانا جاتا تھا' گزر رہا ہوں' میں اس قبرستان میں رک جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ قبریں کھلی ہوئی ہیں اور اہل قبور قبرستان میں گھوم رہے ہیں اور جھک کر کوئی چیز اٹھا لیتے ہیں' مجھے نہیں معلوم وہ کیا چیز ہے' ان میں سے ایک شخص ہے کہ وہ اپنی قبر کے کنارے اکڑوں بیٹھا ہے اور لوگوں کے ساتھ کسی چیز کے چُننے میں شریک نہیں ہے' میں نے اس کے قریب ہو کر اسے سلام کیا' اس نے مجھے سلام کا جواب دیا' میں نے اس سے پوچھا: تم دوسروں کے ساتھ کوئی چیز چُننے میں کیوں شریک نہیں ہو؟ اور یہاں اکیلے بیٹھے ہو؟ اس نے کہا: میرے ساتھی اہل قبور کے پس ماندگان ان پر مہربانی کرتے ہیں کہ ہر جمعرات کی جمعرات کچھ صدقہ خیرات بانٹ دیتے ہیں (اور ان کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں) یہ لوگ انہی عطیات اور انعامات کو چُنتے ہیں اور یہ ہر جمعرات کو ہوتا ہے کہ ان کو قدرت کی طرف سے اپنی قبروں سے باہر نکلنے اور اپنے عزیزوں' رشتہ داروں کے بھیجے ہوئے عطیات کو چننے کے لیے اذن ملتا ہے اور میرا دنیا میں ایک نیک بیٹا ہے' وہ ہر جمعۃ المبارک کی شب (جمعرات کو) دو رکعت نفل میں پچاس مرتبہ "قل هو الله احد" پڑھ کر مجھے اس کا ثواب ہدیہ کرتا ہے اور میں اپنے نیک بیٹے کے اس ہدیۂ ایصالِ ثواب کی بناء پر دوسرے لوگوں کے ساتھ قبرستان میں برسنے والے رحمت کے موتیوں اور ایصالِ ثواب کے پھولوں کو چننے سے بے نیاز ہوں' مجھے لوگوں کے ان صدقات کی ضرورت نہیں رہتی' اس لیے اپنی قبر کے کنارے الگ بیٹھا رہتا ہوں۔ ابوالحسن کہتے ہیں: پھر میں جاگ گیا اور اس خواب کو تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ ایک رات دوبارہ مجھے اسی طرح خواب آیا' یہاں تک کہ میں پھر اسی آدمی کے پاس آیا اور اس کو سلام کیا' اس نے میرے سلام کا جواب دیا تو اب میں نے اس کو دیکھا کہ وہ شخص بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ قبرستان میں گھوم پھر کر کوئی چیز اٹھانے میں مصروف ہے' میں نے اس سے سوال کیا کہ اب آپ بھی کوئی چیز اٹھانے میں مصروف ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا کہ وہ نیک بیٹا جس کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا' اب دنیا میں نہیں رہا' وہ دنیا سے انتقال کر کے ہمارے پاس عالم برزخ میں آچکا ہے اور چونکہ اس کی طرف سے مجھے عطیات اور ہدایا کا ملنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے' اس بناء پر میں بھی دیگر ساتھیوں کے ساتھ لوگوں کے صدقات اٹھانے

اور چلنے کی طرف محتاج ہو گیا ہوں' پھر میری آنکھ کھل گئی۔

۲۴- والدین کی موت کے بعد ان کے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حج کے لیے جا رہے تھے' راستہ میں ایک اعرابی ان کے پاس سے گزرا' آپ نے فرمایا: تم فلاں ابن فلاں نہیں ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گدھے کی طرف گئے' جس پر آپ سفر میں جب اونٹ پر بیٹھ بیٹھ کر اکتا جاتے تو راحت حاصل کرتے تھے اور اپنا عمامہ جو آپ نے اپنے سر پر باندھ رکھا تھا' یہ دونوں چیزیں اس دیہاتی کو دے دیں' جب وہ دیہاتی چلا گیا تو ہم میں سے بعض نے کہا: آپ نے جا کر وہ گدھا جس پر آپ آرام کرتے تھے اور وہ عمامہ جو آپ سر پر باندھتے تھے' دونوں اس دیہاتی کو عطا کر دی ہیں اور اس نے تو صرف ایک درہم سے خوش ہو جانا تھا' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے' آپ فرماتے تھے کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والد کے انتقال کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ نیکی کرے اور ان کو اچھا صلہ دے۔

نوٹ: مصنف نے اس حدیث کے آخر میں لکھا ہے: ''انفرد باخراجه مسلم'' مسلم شریف میں ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔ مسلم شریف میں تین روایتیں حسب ذیل الفاظ کے ساتھ مذکور ہیں' ترجمہ ملاحظہ ہو:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مکہ مکرمہ کے راستہ میں ایک دیہاتی ملا' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو سلام کیا' اور جس گدھے پر خود سوار تھے' اس کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لیا اور آپ کے سر پر جو عمامہ تھا' وہ اتار کر اس دیہاتی کو دے دیا' ابن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ابن عمر سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے' یہ دیہاتی لوگ ہیں' یہ تھوڑی سی چیز ملنے پر خوش ہو جاتے ہیں' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے

کہا: اس دیہاتی کا باپ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا دوست تھا' اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے دوستوں سے نیکی کر دے''۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ جاتے تو سہولت کے لیے اپنا گدھا ساتھ لے جاتے' جب اونٹنی کی سواری سے اُکتا جاتے تو اس پر سوار ہو جاتے اور آپ سر پر عمامہ باندھتے تھے' ایک دن جب آپ اپنے گدھے پر سوار رواں دواں تھے تو آپ کے پاس سے ایک دیہاتی گزرا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: کیا تم فلاں کے بیٹے فلاں نہیں ہو؟ اس نے عرض کیا: کیوں نہیں! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو اپنا دراز گوش دے دیا اور فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ اور اپنی پگڑی اتار کر اس کو دے دی اور فرمایا: اس کو اپنے سر پر باندھ لو' حضرت ابن عمر کے بعض ساتھیوں نے ان سے کہا: آپ نے اپنا گدھا اس دیہاتی کو دے دیا حالانکہ یہ آپ کی آرام دہ سواری تھی اور آپ نے وہ دستار بھی عنایت فرما دی' جس کو آپ خود اپنے سر پر باندھتے تھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ نیکی کرے اور اس دیہاتی کا باپ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی مرد اپنے باپ کے دوستوں سے ملتا جلتا رہے۔

حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں تھے' ایک دیہاتی آپ کے پاس سے گزرا' آپ نے اس سے فرمایا: کیا تم فلاں کے بیٹے نہیں ہو؟ اس نے جواب دیا: کیوں نہیں! آپ نے حکم دیا کہ میرا وہ گدھا جو میں نے متبادل سواری کے طور پر ساتھ رکھا ہوا ہے' اس دیہاتی کو دے دو اور پھر آپ نے اپنے سر مبارک سے اپنا عمامہ شریف اتارا اور وہ بھی اس دیہاتی کو عطا فرما دیا' اس پر آپ کے ہم سفروں میں سے کسی نے کہا: حضرت! اس کے لیے دو درہم ہی کافی تھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ ''احفظ ود ابیك لا تقطعه فیطفی اللہ نورك''

اپنے باپ کے دوستوں کو یاد رکھو ان سے قطع تعلق نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں بے نور کر دے گا۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں بھی گئے' سلام کیا' گھر میں داخل ہوئے' حال احوال پوچھا' پھر جب اٹھنے لگے تو فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

بے شک سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ نیکی کر کے اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرے' اور بے شک میرے ابا جان تمہارے ابا جان کے گہرے دوست تھے' پس میں نے ارادہ کیا کہ تم سے مل کر اس نیکی کو حاصل کروں' پھر وہ اٹھ کر تشریف لے گئے۔

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی: یارسول اللہ! کیا میرے لیے اپنے والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ نیکی کرنے کی کوئی صورت باقی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں! آپ نے چار صورتیں ذکر فرمائیں' ان میں سے ایک صورت یہ تھی کہ ''والدین کے دوستوں کا احترام اور ان کی تعظیم کرنا''۔

حضرت ثابت البنانی بیان کرتے ہیں کہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس آدمی کو یہ پسند ہو کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ قبر میں بھی نیکی کرتا رہے تو اُس کو چاہیے کہ وہ اپنے باپ کے انتقال کے بعد اس کے بھائی بندوں (دوست احباب) کے ساتھ نیکی کرے۔

۲۵- والدین کی قبروں کی زیارت کا حکم

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے اپنی والدہ مکرمہ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف کی زیارت کے سلسلہ میں اجازت مانگی تو آپ کو اجازت دے دی گئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی

قبر کی زیارت کی تو روئے اور آپ نے اپنے اردگرد کھڑے ہوئے حضرات (صحابہ کرام علیہم الرضوان) کو بھی رُلا دیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ ماجدہ کے لیے استغفار کی اجازت مانگی تھی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی' پھر ان کی قبر کی زیارت کے لیے اجازت مانگی تو مجھے اجازت دے دی گئی' پس قبروں کی زیارت کیا کرو' کیونکہ یہ تمہیں موت یاد دلاتی ہیں۔

ضروری بات

اس باب کی حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل سے اپنی والدہ ماجدہ کے لیے استغفار کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہیں ملی اور میں نے ان کی قبر کی زیارت کے لیے اجازت طلب کی تو مجھے زیارت کی اجازت مل گئی' اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی والدہ ماجدہ مؤمن تھیں' کیونکہ کفار کی قبر پر کھڑے ہونے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرما دیا تھا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ. (التوبہ:۸۴)

آپ کفار میں سے کسی کی نماز جنازہ پڑھیں نہ ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں۔

اگر آپ کی والدہ ماجدہ مؤمنہ نہ ہوتیں تو آپ کو ان کی قبر کی زیارت کی اجازت نہ دی جاتی' کیونکہ کفار کی قبروں پر کھڑے ہونے سے آپ کو منع کر دیا گیا تھا۔

رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو والدہ ماجدہ کے لیے استغفار کی اجازت کیوں نہیں دی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غیر معصوم کے حق میں استغفار کرنا اس کے گناہ گار ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے یعنی اگر آپ اپنی والدہ کے لیے استغفار کرتے تو کسی شخص کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید آپ کی والدہ نے (نعوذ باللہ) کوئی جرم کیا ہوگا' جس کے لیے آپ استغفار کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغفار سے روک دیا' تاکہ آپ کی والدہ کے متعلق کوئی شخص یہ وہم نہ کر سکے۔

اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سلسلۂ نسب میں تمام آباء اور امہات' مؤمنین ہیں اور ان میں سے کسی کا خاتمہ کفر' شرک پر ہوا نہ ان میں سے کوئی کسی بدکاری میں

ملوث رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہمیشہ اصلاب طاہرین سے ارحام طاہرات کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''اسرار التنزیل'' میں سورت شعراء کی آیت: ۲۱۹ کی تفسیر کرتے ہوئے یہ تقریر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ساجدین (موحدین مومنین) میں سے ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے یعنی آپ کے تمام آباء اور امہات صرف اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے تھے اور مومن تھے اور اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: ''لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات'' میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں' خلاصہ یہ کہ آپ کے تمام آباء اور امہات سجدہ گزار' طیب و طاہر اور مومن تھے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''مسالک حنفاء'' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین طیبین طاہرین کی شان پاک میں اہل اسلام کے تین نظریات پیش کیے ہیں:

(۱) ایک یہ کہ آپ کے والدین اہل فترت میں سے تھے اور تمام اہل فترت نجات یافتہ ہیں۔ اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ پہلے آپ کی والدہ ماجدہ مکلف نہ تھیں اور غیر مکلف کے لیے استغفار نہیں کیا جاتا۔

(۲) دوسرا یہ کہ آپ کے سلسلۂ نسب کے تمام آباء اور امہات مومن ہیں۔ اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ یہ تھی تا کہ معصیت کا وہم پیدا نہ ہو۔

(۳) تیسرا نظریہ یہ ہے کہ قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو زندہ کیا گیا' جیسا کہ علامہ سہیلی نے روایت کیا ہے:

عن عائشة ان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سال ربه ان يحيي ابويه فاحياهما له فامنا به ثم اماتهما.

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے والدین کو زندہ کردے' اللہ تعالیٰ نے آپ کی خاطر ان کو زندہ فرمادیا' وہ آپ پر (بھی)

ایمان لائے' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر پھر موت طاری کر دی (اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے سلسلۂ نسب کے تمام والدین مؤمن تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ''اَبْ'' (والد) آزر کے بارے میں قرآن مجید میں آتا ہے کہ وہ کافر تھے' ان کو بھی مومن ہونا چاہیے' حالانکہ وہ قرآن مجید کی نص سے کافر تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ لغت عرب اور قرآن و حدیث میں لفظ ''اَبْ'' کا اطلاق چچا پر ہوتا ہے اور اہل تاریخ کی تصریحات سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ''تارخ'' تھے اور آزر آپ کے چچا تھے۔ اس پر مزید دلیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا آزر کے لیے استغفار کرتے رہے' لیکن جب وہ کفر پر فوت ہو گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے بیزار ہو گئے اور پھر ان کے لیے استغفار نہیں کیا' قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ. (التوبہ: ۱۱۴)

(حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے چچا کے لیے استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو چچا نے ان سے کیا تھا' جب انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کا چچا اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ محمد بن کعب' قتادہ' مجاہد اور حسن وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کی حیات میں اس کے ایمان کی توقع رکھتے تھے اور جب وہ شرک پر فوت ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے بیزار ہو گئے' اس کے بعد نار نمرود کا واقعہ پیش آیا' اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی اور وہاں حضرت سارہ کی وجہ سے ظالم بادشاہ کا واقعہ پیش آیا' جس کے نتیجہ میں حضرت ہاجرہ آپ کو بطور باندی ملیں' پھر آپ شام کو لوٹ گئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور ان کے فرزند حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں ٹھہرایا' جہاں حسب قرآن آپ نے یہ

دعا کی:

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ. (ابراہیم:۳۷)

اے اللہ! میں نے اپنی اولاد کو ایک بنجر وادی میں ٹھہرایا ہے۔

اور اس کے بعد یہ دعا مانگی:

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُO (ابراہیم:۴۱)

اے ہمارے رب! میری مغفرت کر اور میرے والدین کی اور قیامت کے دن تک تمام مسلمانوں کیO

اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کے ہلاک ہونے کے کافی عرصہ بعد اپنے والد اور والدہ کے لیے مغفرت کی دعا کی' جس سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید میں جس کے کفر اور جس کے استغفار سے بیزاری کا ذکر کیا گیا ہے' وہ حضرت ابراہیم کے چچا تھے' والد نہ تھے کیونکہ اگر والد ہوتے تو بعد میں ان کے لیے استغفار نہ کرتے' اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں جس کا آزر کے نام اور ''اَبٌ'' کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے' وہ آپ کے چچا ہیں۔

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۱۵' للسیوطی ۹۱۱ھ)

ایک اشکال یہ وارد کیا جاتا ہے کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! ''این ابی؟'' میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: ''فی النار'' جہنم میں' وہ چلا گیا تو آپ نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ ''ان ابی و اباك فی النار'' تیرا باپ اور میرا باپ آگ میں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بھی باپ سے مراد چچا ہے۔ (حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ' اردو شرح' صحیح مسلم شریف ج ۲' کتاب الجنائز' فرید بک سٹال' اردو بازار' لاہور' طبع بار سوم ۱۹۹۲ء)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ عتیقہ رضی اللہ عنہا اپنے والد ماجد حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں' انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ کا ارشاد ہے:

''من زار قبر والدیه او احدهما یوم الجمعة فقرا یٰسٓ غفر له'' جس شخص نے جمعہ کے دن اپنے والدین میں سے کسی ایک یا دونوں کی قبر کی زیارت کی اور سورت یٰسٓ

پڑھی، اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے باپ کی قبر کی زیارت کی یا اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی یا اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کی قبر کی زیارت کی، اس کے لیے ایک حج مقبول کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور جو شخص اپنی موت تک زندگی بھر بہ کثرت ان کی قبروں کی زیارت کرتا رہا، اس کی قبر کی زیارت کرنے فرشتے آتے ہیں۔

نوٹ: محدث ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں ہمارے لیے روایت کی گئی ہیں اور میں ان کی ذمہ داری سے بری ہوں۔

حضرت ابراہیم بن سیار الکوفی کہتے ہیں: مجھ سے فضل بن موفق رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات کہی کہ میں اپنے والد ماجد کی قبر پر اکثر حاضر ہوتا، پھر ایک دفعہ میں ایک جنازہ میں شریک ہوا، جب میت کو دفن کر دیا گیا تو میں کسی ضروری کام کی وجہ سے جلدی سے چلا آیا اور اپنے والد ماجد کی قبر پر حاضر نہ ہو سکا، رات کو خواب میں والد صاحب مجھ سے فرمانے لگے: اے بیٹا! تو میرے پاس کیوں نہیں آیا تھا؟ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے ابا جان! آپ کو قبرستان میں میرے آنے کا علم ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، اللہ کی قسم! بے شک بیٹے! جب بھی تم میرے پاس آتے ہو تو میں تمہیں وہیں سے دیکھنا شروع کر دیتا ہوں، جب تم پل سے اوپر چڑھتے ہو اور میں دیکھتا رہتا ہوں، دیکھتا رہتا ہوں، یہاں تک کہ تم میرے پاس آ کر بیٹھ جاتے ہو اور جب تک تم اٹھ کر نہیں جاتے میں تمہیں دیکھتا ہوں اور پھر جب تم واپس جاتے ہو تو جب تک تم پل کراس نہیں کر لیتے میں تمہیں دیکھتا ہوں۔

عثمان بن سودۃ الطفاوی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ ماجدہ عبادت گزار خواتین میں سے تھیں، ان کو راہبہ کہا جاتا تھا، جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنا سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا: اے میری امیدوں کے سرمایہ اور ذخیرۂ رحمت! اے وہ ذات جس پر مجھے اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد بھروسہ ہے! تو مجھے نہ موت کے وقت رُسوا فرمانا اور نہ قبر میں مجھے وحشت زدہ ہونے دینا۔ راوی کہتے ہیں: جب اس کا انتقال ہو گیا تو میں ہر جمعہ کو اس کی قبر پر آتا، دعا مانگتا، استغفار کرتا اور باقی تمام اہل قبور کے لیے بھی دعائے

مغفرت کرتا' پھر ایک رات میں نے اسے خواب میں دیکھا تو میں نے کہا: اے امی جان! آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا: اے میرے بیٹے! موت کا کرب بڑا سخت ہے اور میں الحمد للہ! قبر میں بہت اچھی حالت میں ہوں' ہمارے لیے قبر میں خوشبودار پھول بچھائے گئے ہیں اور قبر میں سندس اور استبرق کے گاؤ تکیے ہمیں قیامت تک کے لیے فراہم کر دیئے گئے ہیں' میں نے پوچھا: امی جان! آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟ فرمایا: ہاں! بس تم ہماری زیارت کے لیے آنا اور ہمارے حق میں دعا کرنا ترک نہ کرنا' جمعہ کے دن جب تم آتے ہو تو مجھے پہلے ہی اطلاع کر دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے: تمہیں خوش خبری ہو کہ تمہارے گھر والوں میں سے تمہارا بیٹا تمہاری زیارت کے لیے آ رہا ہے اور جب تم پہنچ جاتے ہو تو کہا جاتا ہے: اے راہبہ! یہ آپ کا بیٹا ہے جو آپ کی زیارت کے لیے' آپ کے اہل خانہ میں سے آیا ہے تو بیٹا! مجھے تمہارے آنے سے بڑی مسرت ہوتی ہے اور میرے آس پاس والے سبھی مردے بھی تمہاری آمد پر بڑے خوش ہوتے ہیں (تم آتے رہا کرو)۔

محمد بن عباس الورّاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے والد کے ساتھ سفر پر گیا' جب وہ راستہ میں تھے تو ایک جگہ جہاں دوم کے درختوں کا جنگل تھا' وہاں سے وہ گزر رہے تھے کہ اچانک اس کے باپ کی طبیعت بگڑ گئی اور وہ فوت ہو گیا' اس شخص نے اس دوم نامی ایک درخت کے نیچے اپنے باپ کو دفن کر دیا اور آگے سفر پر چلا گیا' سفر سے واپسی پر جب وہ اس مقام سے گزرا تو رات کا وقت تھا' اس لیے وہ اپنے باپ کی قبر پر حاضری کے لیے نہ اترا' عالم غیب سے آواز آئی' کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا:

اجدك تطوی الدوم لیلا و لا تری	علیك لاهل الدوم ان تتكلما
وبالدوم ثاو لو ثویت مكانه	فمر باهل الدوم عاج فسلما

○ میں نے تجھے رات کو موضع دوم سے سفر طے کرتے ہوئے گزرتا ہوا پایا اور تو نے اہل الدوم سے گفتگو کرنا اور ان سے دعا سلام کرتے جانا' اپنے اوپر ضروری نہ سمجھا'

○ اور الدوم کے مقام پر ایک شخص کی قبر ہے' اگر اس کی جگہ تم یہاں دفن ہوتے اور وہ اہل الدوم کے پاس سے بے رُکے اور سلام کیے گزر جاتا تو تمہارے دل پر کیا گزرتی!

(یہی ہوتا ناں! اور تم یہی کہتے ناں کہ!)

وہ جو بے رُکے ادھر سے گزرے تیر پہ تیر جگر سے گزرے

محمد بن ناصر نے کہا: ہمیں ابوالحسین بن یوسف نے خبر دی کہ علی بن کنداس نے ہمیں مندرجہ ذیل اشعار پڑھ کر سنائے:

(۱) زر والديك وقف على قبريهما فكأنني بك قد نقلت اليهما

(۲) لو كنت حيث هما وكانا بالبقاء زاراك حبوا لا على قدميهما

(۳) ما كان ذنبهما اليك وطال ما منحاك محض الود من نفسيهما

(۴) كانا اذا ما ابصرابك علة جزعا لما تشكو وشق عليهما

(۵) كانا اذا سمعا انينك اسبلا دمعيهما اسفا على خديهما

(۶) وتمنيا لو صادفا لك راحة بجميع ما يحويه ملك يديهما

(۷) فلتلحقنهما غدا او بعده حتما كما لحقا هما ابويهما

(۸) ولتقدمن على فعالك مثل ما قدما هما ايضا على فعلتهما

(۹) طوباك لو قدمت فعلا صالحا وقضيت بعض الحق من حقيهما

(۱۰) وسهرت تدعو الله يعفو عنهما واطلت في الصلوات من ذكريهما

(۱۱) وقرأت من آي الكتاب بقدر ما تستطيعه وبعثت ذاك اليهما

(۱۲) وبذلت من صدقات مالك مثل ما بذلا هما ايضا على ابويهما

(۱۳) فاحفظ حفظت وصيتي واعمل بها فعسى تنال الفوز من بريهما

- اپنے والدین کی زیارت کے لیے ان کی قبروں پر رُکا کرو میں دیکھتا ہوں گویا تم بھی انتقال کر کے ان کے پاس عنقریب آنے والے ہو۔
- اگر ان کی جگہ تو ہوتا اور وہ دونوں زندہ ہوتے تو ان کو اگر گھسٹتے ہوئے بھی تیری قبر پر آنا پڑتا تو یقیناً آتے۔
- ان دونوں کا تیرے حق میں کوئی جرم تو ثابت نہیں ہے بلکہ اُلٹا وہ مدت دراز تک تجھ پر دل و جان سے خالص پیار اور محبت کی نوازشات ہی کرتے رہے ہیں۔
- تیرے والدین جب بھی دیکھتے کہ تجھے کوئی بیماری لاحق ہوگئی ہے تو تیری بیماری کی وجہ سے وہ پریشان ہو جاتے تھے اور ان پر تیرا بیمار ہونا بڑا گراں گزرتا تھا۔

- اور جب کبھی وہ درد کی وجہ سے تیرے کراہنے کی آواز سن لیتے تو غم واندوہ سے روتے روتے ان کے رُخسار اشکوں سے تر ہو جاتے تھے'
- اور ان کی یہ تمنا ہوتی تھی کہ تجھے راحت مل جائے اور آرام آ جائے' خواہ اس کے لیے ان کو اپنی ساری جمع پونجی صرف کر دینی پڑے تو خیر ہے کوئی بات نہیں ہے'
- اور تجھے کل نہیں تو پرسوں حتماً اپنے والدین سے جا ملنا ہے' جس طرح وہ دونوں اپنے والدین سے جا ملے ہیں (اور یہ ذہن میں رہے کہ جو سلوک تو اپنے والدین کے ساتھ روا رکھے گا' وہی سلوک تیری اولاد کا تیرے ساتھ ہوگا)'
- تو بھی اپنے والدین کی طرح نیک کاموں کی ہمت کر جس طرح ان دونوں نے اپنی اپنی ہمت کے مطابق نیکی کرنے پر دلیری کی ہے'
- اگر تو اعمالِ صالحہ کا ثواب ان کی خدمت میں پیش کر کے ان کا جو تجھ پر حق ہے اس کا کچھ قدر حصہ ادا کرنے کی کوشش کرے تو یہ تیرے لیے مبارک اور خوش آئند ہے'
- اور تجھ پر والدین کا یہ حق ہے کہ تو اپنی تمام نمازوں میں' طویل دعاؤں میں ان کو یاد رکھے اور راتوں کو جاگ کر اللہ تعالیٰ عزوجل سے ان دونوں کی بخشش کے لیے دعائیں مانگا کرے'
- اور تجھے یہ بھی کرنا چاہیے کہ جتنا ہو سکے قرآن مجید کی تلاوت کر کے اس کا ثواب اپنے ماں باپ کی اَرواح کو پہنچائے'
- اور اسی طرح تجھے چاہیے کہ اپنے مال میں سے کچھ صدقات و خیرات نکال کر اس کا ثواب اپنے والدین کو پہنچائے جیسے وہ اپنے ماں اور باپ کی روحوں کو مالی صدقات کا ثواب پہنچایا کرتے تھے'
- اللہ تعالیٰ عزوجل تیری حفاظت فرمائے تو میری اس وصیت کو پلّے باندھ لے اور اس پر عمل کر' امید قوی ہے کہ تجھے والدین کے ساتھ نیکی کرنے سے (دنیا و آخرت میں) کامیابی نصیب ہوگی۔

٢٦- اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کا ثواب

حضرت ابو مسعود انصاری بدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (مسلمان) مرد کا ثواب کی نیت سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا (بھی) صدقہ ہے۔

خرچ، منصوبہ بندی سے کرنا چاہیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دینار (پیسہ) وہ ہے جسے تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، ایک دینار وہ ہے جس کو تم غلام آزاد کرنے میں خرچ کرتے ہو، ایک دینار وہ ہے جس کو تم مسکین پر صدقہ کرتے ہو اور ایک دینار وہ ہے جس کو تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجر اس دینار پر ملے گا، جس کو تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو (یعنی خرچ کرنے میں مراتب اور میرٹ کا لحاظ رکھنا چاہیے)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم صدقہ کرو، ایک شخص نے عرض کیا: میرے پاس ایک دینار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی ذات پر خرچ کرو، اس نے عرض کی: میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو اپنی بیوی پر خرچ کرو، اس نے عرض کیا: میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد پر خرچ کرو، اس نے عرض کیا: میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو، اس نے عرض کیا: میرے پاس ایک اور دینار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو صاحب بصیرت ہے (خود دیکھ لے کہاں خرچ کرنا ہے)۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین دینار وہ ہے جسے کوئی شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے، بہترین دینار وہ ہے جسے کوئی شخص اللہ کی راہ میں اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے، بہترین دینار وہ ہے جسے کوئی شخص فی سبیل اللہ اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔

ابو قلابہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: آپ نے گھر والوں سے ابتداء کی، پھر ابو قلابہ نے فرمایا: اس شخص سے زیادہ اجر پانے والا کون ہو گا جو اپنے چھوٹے بچوں پر خرچ کرتا ہے، اور انہیں

(سوال کرنے کی ذلت سے) پاک رکھتا ہے اور اس شخص کے سبب اللہ تعالیٰ اس کے بچوں کو نفع دیتا ہے اور غنی کر دیتا ہے۔

حضرت حمید بن عبد الرحمٰن الحمیری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث سعد کے تین بیٹوں نے بیان کی اور تینوں ہی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تیرا اپنے مال سے اپنے اوپر صدقہ کرنا صدقہ ہے اور تیرا اپنے گھروں والوں پر خرچ کرنا صدقہ ہے اور تمہارے طعام سے تمہاری بیوی جو کچھ کھاتی ہے وہ بھی صدقہ ہے۔

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ جو تو نے خود کھایا وہ بھی صدقہ ہے اور جو تو نے اپنی اولاد کو کھلایا وہ بھی صدقہ ہے اور جو تو نے اپنی بیوی کو کھلایا وہ بھی صدقہ ہے اور جو تو نے اپنے نوکر کو کھلایا وہ بھی صدقہ ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری امت سے ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کی کوئی ایک بھی ایسی نیکی نہیں ہوگی جس کے سبب اس کے لیے جنت کی امید کی جا سکے پھر رب تعالیٰ فرمائے گا: اس کو جنت میں داخل کر دو کیونکہ یہ اپنے اہل و عیال پر رحم کرتا تھا۔

۲۷- بیٹیوں اور بہنوں پر خرچ کرنے کے ثواب کا بیان

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ بیان کرتی ہیں: میرے پاس ایک عورت آئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں اس نے مجھ سے کھانا مانگا میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہیں تھا میں نے وہ کھجور اس کو دے دی اس نے وہ کھجور لے کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور ان کو اپنی دو بیٹیوں میں تقسیم کر دیا اور خود اس سے کچھ نہیں کھایا پھر وہ کھڑی ہوئی اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں چلی گئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عورت کی بات سنائی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص پر ان بیٹیوں کا بار پڑ جائے اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے آڑ بن جاتی ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کو علم و ادب سکھائے اور شفقت کے ساتھ ان کی پرورش کرے تو اس کے لیے حتماً جنت واجب ہو گئی ہے' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! اگر دو بیٹیاں ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اور اگر چہ دو ہوں' راوی کہتے ہیں: بعض حضرات کی رائے ہے کہ اگر یہ حضرات ایک کے متعلق عرض کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک کے لیے بھی یہ حکم بیان فرماتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ تنگی اور خوشحالی ہر حال میں ان کے بار کو برداشت کرے اور اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو ان بیٹیوں پر بہت رحم کرنے کے سبب اس کو جنت میں داخل فرمادے گا' ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! یا دو بیٹیاں ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اور دو (ہوں تو تب بھی یہی حکم ہے)' اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! یا ایک (بیٹی ہو)؟ آپ نے ارشاد فرمایا: یہاں تک کہ ایک (بیٹی ہو' اس کا بھی یہ حکم ہے)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے ساتھ نیکی کرے' جب تک وہ بیٹیاں اس کے ساتھ رہیں یا فرمایا: جب تک وہ شخص ان کے ساتھ رہے تو وہ دونوں اس کو جنت میں داخل کردیں گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی دو بہنیں ہوں اور وہ ان دونوں سے اچھا ساتھ نبھائے تو وہ اپنی دونوں بہنوں کے درمیان ہو کر جنت میں داخل ہو گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی ایک بیٹی ہو اور اس نے اپنی بیٹی کو نہ تو کوئی تکلیف دی اور نہ اس کی کوئی اہانت کی اور نہ ہی اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح دی یعنی بیٹی کے ساتھ بیٹے ایسا برابر کا سلوک کیا تو اللہ تعالیٰ اس بیٹی کے سبب اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں اور ان بیٹیوں اور بہنوں کے متعلق اللہ تعالیٰ عزوجل سے ڈرتا

ہوا ان کی تربیت کرتا ہے تو وہ شخص میرے ساتھ جنت میں اس طرح ہوگا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چار انگشت ہائے مبارک کو ملا کر اشارہ فرمایا کہ ''اس طرح اکٹھے ہوں گے''۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ (اس ابتلاء پر) صبر کرے (کیونکہ عام طور پر لوگ لڑکیوں کی پیدائش سے ناخوش ہوتے ہیں اور ان کی پرورش کو بلاء اور بوجھ سمجھتے ہیں) اور ان کو اپنی محنت کی کمائی سے خوش دلی کے ساتھ (کھلاتا اور) پہناتا رہے تو وہ اس کے لیے جہنم سے حجاب اور آڑ بن جائیں گی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے تو اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو دو بیٹیاں مل جائیں اور وہ ان کی اچھے طریق سے پرورش اور تربیت کرتا ہے تو وہ اس کو جنت میں داخل کر دیں گی۔

۲۸- طلاق یافتہ بیٹی پر خرچ کرنے کا ثواب

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے سراقہ! کیا میں تمہاری اس بات پر رہنمائی نہ کروں کہ سب سے زیادہ اجر و ثواب کون سا صدقہ کرنے کا ہے؟ سراقہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: کیوں نہیں' یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیری وہ بیٹی جو طلاق ہو جانے کی وجہ سے تیرے پاس لوٹ آئی ہو اور اس کا تیرے سوا کوئی کمانے والا نہ ہو (تو اس پر خرچ کرنا سب سے بہترین صدقہ ہے)۔

نوٹ: اس حدیث محولہ بالہ میں ''ابنتك مردودة اليك'' کے الفاظ ہیں ''المردودة'' کے معنی یہ ہیں کہ وہ لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر واپس آ بیٹھی ہو' خواہ طلاق ہو جانے کی وجہ سے ہو خواہ شوہر کے فوت ہو جانے کی وجہ سے ہو' مطلقہ اور بیوہ دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

۲۹- خالہ کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمزہ کی بیٹی کا اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ فرمایا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ ''الخالة بمنزلة الام'' خالہ کا مرتبہ ماں کی طرح ہے (یعنی خالہ ماں سی (ماسی) ہوتی ہے)۔

حضرت علی بن ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم مکہ (مکرمہ) سے نکلے تو (حضرت) حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہمارے پیچھے چلی آئی اور وہ آوازیں دے رہی تھی: اے میرے چچا! اے میرے چچا! پس حضرت علی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو (حضرت) فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کرتے ہوئے میں نے کہا: یہ لو اپنے (والد مکرم کے) چچا کی بیٹی کو تم سنبھالو پھر جب ہم مدینہ (منورہ) پہنچے تو اس بچی کے بارے میں میرا جعفر کا اور زید بن حارثہ تینوں کا جھگڑا ہو گیا حضرت جعفر نے کہا: میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ یعنی حضرت اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہا) میرے پاس ہوتی ہے اور حضرت زید نے کہا: یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے (حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) اور میں نے کہا: اس کو ساتھ تو میں نے لیا تھا اور نیز یہ میرے چچا کی بیٹی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (فیصلہ کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا: اے جعفر! جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو تم صورت میں بھی اور سیرت میں بھی میری شبیہ ہو اور رہے علی تم تو ہمارا تو آپس میں ''تو من شدی من تو شدم'' کا تعلق ہے اور اے زید! رہے آپ تو آپ ہمارے برادر اور ہمارے مولانا ہو اور لڑکی اپنی خالہ کے پاس ہو گی کیونکہ خالہ والدہ (کی جگہ) ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''عن علی قال لما خرجنا من مكة تبعتنا ابنة حمزة تنادى يا عم يا عم فتنا ولتها بيدها ودفعتها الى فاطمة فقلت دونك ابنة عمك فلما قدمنا المدينة اختصمنا فيها انا وجعفر وزيد بن حارثة فقال جعفر ابنة عمی وخالتها عندی يعنی اسماء بنت عميس وقال زيد ابنة اخی وقلت انا اخذتها وهی ابنة عمی. فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما انت يا جعفر فاشبهت خلقی وخلقی واما انت فمنی وانا منك. واما انت يا زيد فاخونا ومولانا والجارية

عند خالتها فان الخالة والدة''۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اوراس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے تو کیا میرے لیے توبہ (کی گنجائش) ہے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تیرے والدین (زندہ) ہیں؟ اس نے عرض کی: نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (دریافت) فرمایا: تو کیا تیری خالہ (زندہ) ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں!' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس اس وقت تو اس کے ساتھ نیکی اوراحسان کر۔

۳۰- صلہ رحمی کے ثواب کا اور رشتہ داروں سے تعلق توڑنے کی سزا کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس کا رزق بڑھے' اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور صلہ رحم (رشتہ داروں سے ملا) کرے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ دیر تک زندہ رہے اور اس کے رزق میں اضافہ ہو' اس کو چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے رزق کو زیادہ کردے اور اس کی زندگی دراز کردے تو اس کو چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں کو (رشتہ داری کا) صلہ دے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
جس شخص کی یہ چاہت ہو کہ اللہ بزرگ و برتر اس کے رزق کو کشادہ فرمادے اور اس کی عمر دراز ہو تو پس اس کو چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں سے جڑا رہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے

من کو یہ بھائے کہ اس کے رزق میں کشائش ہو اور اس کو لمبی عمر جینا ملے تو اس کو چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں سے دامن کو مت کھینچے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو موت میں تاخیر سے خوشی ہو اور رزق میں بڑھوتری پسند ہو اس کو چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں کو (اچھا) صلہ دے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تعلموا من انسابکم ما تصلوا به ارحامکم' فان صلة الرحم محبة فی اهله' ومثراة فی ماله' منساة فی اجله'' اپنے انساب کے متعلق اتنا علم (ضرور) حاصل کرو' جس سے تم اپنے رشتہ داروں سے مل جل سکو' کیونکہ صلہ رحمی برادری میں محبت' مال میں کثرت اور عمر میں طوالت کا سبب ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے لیے یہ امر خوش آئند ہو کہ اس کی عمر کو دراز کر دیا جائے اور اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے اور اس سے بُری موت کو دور کر دیا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے (یعنی رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھا کرے)۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ عتیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صلہ رحمی کرنا اور حسن اخلاق اور ہمسایہ سے اچھا برتاؤ کرنا' شہروں کی آبادی اور عمروں میں زیادتی کا سبب ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹیکس وصول کرنے والا' ہمیشہ شراب پینے والا' جادو کی تصدیق کرنے والا' قاطع رحم' کاہن اور (نیکی کرکے) احسان جتلانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ فرماتے تھے کہ بے شک ہر ہفتہ میں جمعہ کی شب بنی آدم کے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں' پس قاطع رحم کا کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا۔

حضرت ابراہیم بن عبداللہ بن قارظ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے مجھ سے

بیان فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو میں ان کی عیادت کے لیے گیا' وہ فرمانے لگے: تم نے صلہ رحمی کی ہے' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: میں رحمٰن ہوں' میں نے ''رحم'' کو پیدا فرمایا اور میں نے اپنے نام پاک سے اس کا اسم مشتق کیا ہے' پس جو شخص اس رحم سے ملے گا' اس سے میں ملوں گا اور جو شخص اس سے تعلق کو قطع کرے گا' اس سے میں اپنا تعلق قطع کر لوں گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو رحم نے اٹھ کر رحمٰن (کے دامن رحمت) کو تھام لیا اور عرض کیا: یہ قطع رحم سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ میں اس سے ملوں گا' جس سے تم ملو گے اور اس سے میں قطع تعلق کر لوں گا جو تم سے تعلق منقطع کرے گا (رحم نے کہا: کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمہارا حق ہے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: ''فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝'' (محمد: ۲۲-۲۴)

''تو کیا تم اس بات کے قریب ہو کہ اگر تم حکومت حاصل کر لو تو زمین میں فساد ہی پھیلاؤ اور اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرو ۝ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور ان کو بہرا بنا دیا اور ان کو آنکھوں سے اندھا کر دیا ہے ۝ تو کیا یہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے؟ یا ان کے قلوب پر تالے لگ گئے ہیں؟ ۝''

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: رحم ''رحمٰن'' سے (ملانے والی) شاخ ہے جو اس سے پیوستہ رہا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس سے ملوں گا اور جس نے اپنا تعلق اس شاخ سے توڑ ڈالا تو میں بھی اس سے تعلق منقطع فرما لیتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''رحم'' کو قیامت کے دن (میزان میں) رکھا جائے گا' اس کے لیے تکلہ کے منکہ کی طرح منکہ ہوگا' وہ رواں فصیح زبان میں گفتگو کرے گا' پس وہ اس سے ملے گا جس نے صلہ رحمی کی ہوگی اور اس سے نہیں ملے گا جس نے رشتہ داروں سے قطع تعلق اور بائیکاٹ کیا۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک ''رحم'' (رشتہ) بہت رحم فرمانے والے (اللہ) عزوجل کی (بنائی ہوئی خاص) شاخ ہے (جو اللہ تعالیٰ سے بندے کو ملانے کا ذریعہ بنتی ہے) تو جس شخص نے اس شاخ کو کاٹ دیا' اللہ تعالیٰ اس شخص پر جنت کو حرام فرمادے گا۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''ان هذه الرحم شجنة من الرحمن' فمن قطعها حرم اللّٰه عليه الجنة''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''ان الرحم شجنة آخذة بحجزة الرحمن عزوجل' يصل من وصلها' ويقطع من قطعها'' بے شک ''رحم'' (رشتہ' قرابت داری) الجھی ہوئی پیچ دار ٹہنی ہے' جو اللہ عزوجل کے دامن رحمت کو ایسے پکڑے ہوئے ہے (جس طرح انگور وغیرہ کی بیل لکڑی کے ٹیڑھے سرے سے یا لوہے کے مڑے ہوئے کانٹے سے پیچ ڈال کر اس میں پھنسی ہوئی ہو) یہ ایک محاورہ اور مثال ہے' جو سمجھانے کی غرض سے بیان ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ رشتہ کے حقوق کا لحاظ کرنے اور صلہ رحمی کرنے سے اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت سے انسان مضبوطی سے جڑا ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب' مترجم عفی عنہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''رحم'' (رشتہ داری) رحمٰن جل شانہ کا حلقہ/کنڈا ہے' جو عرش سے معلق ہے' اللہ تعالیٰ اس رحم سے فرماتا ہے: جو شخص تجھ سے ملے گا میں اس سے ملوں گا اور جو شخص تجھ سے قطع تعلق کرے گا' میں اس سے تعلق قطع کرلوں گا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ' ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں' آپ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: رحم (رشتہ) عرش سے معلق ہے' کہتا ہے: جو مجھ سے ملا' اس کو اللہ تعالیٰ ملے گا اور جس نے مجھ سے تعلق کو توڑا' اللہ تعالیٰ اس سے تعلق کو منقطع فرمالے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''رحم'' اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کا ایک بلند راستہ ہے' ''رحم'' کہتا ہے: اے پروردگار! مجھ پر ظلم کیا

گیا ہے' اے پروردگار! میرا بائیکاٹ کیا گیا اور مجھ سے تعلق کو توڑا گیا ہے' اے میرے رب! بے شک میں' بے شک میں' اے میرے رب! اے میرے رب! تو اللہ تعالیٰ رحم (رشتہ) کی فریاد سن کر جواب ارشاد فرماتا ہے: اے رحم (رشتہ)! کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ جو شخص تجھ سے تعلق منقطع کرتا ہے' اس سے میں اپنا تعلق توڑ لیتا ہوں اور جو تجھ سے ملتا ہے' اس سے میں ملوں گا۔

بغاوت اور قطع رحم کی سزا

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سرکشی اور رشتہ توڑنے سے بڑھ کر کوئی عمل اس بات کے زیادہ لائق نہیں کہ اس کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ دنیا میں فوری سزا دے اور آخرت کے لیے بھی اس کی سزا کو (ریزرو اور) اُٹھا رکھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک جس قوم میں رشتہ توڑنے اور قطع رحم کرنے والا پایا جائے' اس قوم پر رحمت خداوندی نازل نہیں ہوا کرتی۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: والدین کی نافرمانی کے علاوہ باقی تمام گناہوں میں سے اللہ تعالیٰ جس گناہ کی چاہے سزا قیامت تک کے لیے مؤخر فرما دے مگر والدین کی نافرمانی وہ جرم ہے' جس کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ قیامت سے قبل دنیا میں ہی فوراً سزا دے دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: صلہ رحمی سے بڑھ کر کوئی عمل جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے (دنیا میں ہی) جلدتر اجر دیئے جانے کے لائق نہیں ہے اور بغاوت و سرکشی سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا اور کوئی عمل نہیں' جس پر اس قدر جلدی سزا دی جاتی ہو اور جھوٹی قسم کھانے سے شہروں کے شہر برباد ہو کر کھنڈرات بن جاتے ہیں۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''قطع رحم کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا''۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بغاوت اور رشتہ

توڑنے سے بڑھ کر کوئی اور گناہ ایسا نہیں ہے' جو دنیا میں ہی فوری سزا دیے جانے کے لائق تر ہو' جب کہ آخرت میں جو سزا ملے گی' وہ اس کے علاوہ ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم موجب مدینہ طیبہ (زادھا اللہ تعالیٰ عزًا وشرفا) میں تشریف لائے تو لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت اقدس میں جمع ہو گئے' انہی لوگوں میں ایک میں بھی تھا' پس جب میں نے غور سے آپ کے چہرۂ مبارک کو دیکھا تو میں نے جان لیا کہ آپ کا چہرۂ انور کسی جھوٹے انسان کا چہرہ ہرگز نہیں ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے پہلی بات جو سنی' وہ یہ تھی' آپ فرما رہے تھے: ''افشوا السلام' واطعموا الطعام' وصلوا الارحام' وصلوا والناس نیام' تدخلوا الجنة بسلام'' سلام کو پھیلاؤ' کھانا کھلاؤ' رشتہ داروں سے ملو' نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں' تم سلامتی سے جنت میں چلے جاؤ گے۔

حضرت عبداللہ بن عمیر اپنی بیوی دُرّہ بنت ابی لہب سے روایت کرتے ہیں' دُرّہ بیان کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ گر تھے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! لوگوں میں کون سا شخص بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: ان میں جو سب سے زیادہ قرآن مجید کا علم رکھتا ہو (سب سے زیادہ پڑھا ہوا ہو) اور جو سب سے زیادہ متقی ہو اور جو سب سے زیادہ نیکی کا حکم دینے والا' سب سے زیادہ برائی سے منع کرنے والا ہو اور سب سے زیادہ صلہ رحم کرنے والا ہو (یعنی رشتہ داروں کے حقوق کا سب سے زیادہ خیال رکھنے والا سب سے زیادہ اچھا آدمی ہے)۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ:

تم مجھے چھ باتوں کی ضمانت دے دو' میں تمہارے لیے جنت کا کفیل ہوں گا: (۱) جب تم میں سے کوئی ایک بات کرے تو وہ جھوٹ نہ بولے (۲) اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی نہ کرے (۳) جب ایک آدمی کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت نہ کرے (۴) اپنی نگاہوں کو پست رکھو (ناجائز نہ دیکھو) (۵) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کرو (۶) اور صلہ رحمی کیا کرو (یعنی رشتہ داروں سے ملتے رہا کرو اور ان کے حقوق کا لحاظ رکھو)۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دو گناہوں کو نہیں بخشا جائے گا: بغاوت اور قطع رحمی کو ”ذنبان لا یغفران' البغی وقطیعة الرحم“۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی سفر کے دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتائیں' جو مجھے جنت کے قریب اور دوزخ سے دور کر دے' آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی شئی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو' زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے رشتہ داروں سے میل جول قائم رکھو۔

حضرت سراج بن مجاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دادا جان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! میں کس کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ' پھر اپنے باپ کے ساتھ اور اپنی بہن اور بھائی کے ساتھ' پھر جو سب سے قریبی رشتہ دار ہو اس کے ساتھ' پھر اسی طرح درجہ بہ درجہ دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرو' پھر اپنے مولیٰ کے ساتھ کہ اس کا حق تم پر واجب ہے اور تم صلہ رحمی کیا کرو (یعنی تمام رشتہ داروں سے ملتے رہا کرو)۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: اپنی ماں اور اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرو' اپنی بہن اور اپنے بھائی کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور جو تمہارا رشتہ دار ہو اور تمہارا اقریب کا تعلق دار ہو (اس سے نیکی سے پیش آؤ)۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے ارشاد فرمایا:

آج شام ہمارے ساتھ قاطع رحم مت بیٹھے' ایک نوجوان اٹھا اور وہ اپنی خالہ کے پاس آیا اور اس کی خالہ نے جب اس کو معاف کر دیا تو وہ دوبارہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر بیٹھ گیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس قوم میں قاطع رحم ہوتا ہے' اس پر رحمت نازل نہیں ہوا کرتی۔

حضرت سعید ابن المسیب، حضرت عبد الرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمانے لگے کہ آج رات میں نے ایک عجیب چیز دیکھی، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنی امت کے ایک مرد کو دیکھا کہ وہ مومنین سے بات کرتا ہے، مگر وہ اس سے بات نہیں کر رہے، اتنے میں صلہ رحم اس شخص کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے گروہِ مؤمنین! اس سے بات کرو، کیونکہ یہ شخص صلہ رحمی کرتا تھا، پس تمام مؤمنین نے اس سے گفتگو کی اور اس کے ساتھ مصافحہ کیا (ہاتھ ملایا اور سلام لیا)۔

حضرت معن بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وعظ فرماتے تھے، آپ فرماتے: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں وعظ و نصیحت کرنا چاہتا ہوں لیکن ہمارے پاس ایک شخص موجود ہے جو قطع رحمی کرنے والا ہے، جب وہ ہمارے پاس سے اٹھ کر جائے گا تو ہم چاہتے ہیں کہ پھر ہم اپنے رب کا ذکر کریں کیونکہ ہر قطع رحمی کرنے والے کی موجودگی میں آسمان کے دروازے بند ہو کر رہ جاتے ہیں اور تھرتھر کانپتے ہیں (اور رب کی رحمت کا نزول نہیں ہوتا)۔

قطع رحمی اور صلہ رحمی سے عمر کے کم اور زیادہ ہونے کا بیان

حضرت سعید بن میتب سے روایت ہے کہ حضرت ابو حفص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ایک شخص ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں سے تیس سال باقی رہے ہوتے ہیں کہ وہ قطع رحم کا مرتکب ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی عمر تین سال کر دیتا ہے اور ایک شخص کی زندگی میں سے تین سال باقی رہ گئے ہوتے ہیں اور وہ صلہ رحمی کرتا ہے، جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ اس کی عمر بڑھا کر تیس سال فرما دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک بِرّ (نیکی اور حسن سلوک) سے عمریں دراز کر دی جاتی ہیں، اور اس سے شہروں کی آبادی اور رونق ہے، اموال میں کثرت ہوتی ہے، اگرچہ وہ لوگ گناہ گار ہی ہوں اور بے شک "بر و صلہ" (نیکی اور حسن سلوک) قیامت کے دن حساب میں تخفیف کا سبب ہیں، اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قوم بنی اسرائیل میں دو بھائی دو مختلف شہروں پر حکمرانی کرتے تھے، ان

میں سے ایک بھائی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا اور رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرتا تھا اور دوسرا بھائی رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتا اور اپنی رعایا پر ظلم کرتا تھا' ان دونوں بھائیوں کے زمانہ میں جو اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم علیہ السلام تھے' اللہ تعالیٰ نے ان نبی مکرم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس نیک بادشاہ کی عمر میں سے تین سال باقی رہ گئے ہیں اور اس بدسلوک بادشاہ کی عمر میں سے تیس سال ابھی باقی ہیں' اس نبی علیہ السلام نے ان دونوں بادشاہوں کی رعایا کو اللہ تعالیٰ کی اس وحی کے متعلق خبر دی تو اس خبر سے عادل بادشاہ اور ظالم بادشاہ دونوں کی رعایا کو غم ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ انہوں نے بچوں کو ان کی ماؤں سے جدا کر دیا' اور کھانا پینا ترک کر دیا اور صحرا کی طرف نکل گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے تھے: اے اللہ! ہمیں اس عادل بادشاہ کے ذریعے نفع پہنچا اور اس ظالم بادشاہ کے ظلم کو ہم سے دور فرما دے اور وہ لوگ تین دن صحرا میں مقیم رہے' پس اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے نبی علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میرے بندوں کو بتا دو کہ میں نے ان پر رحم کر دیا ہے اور ان کی دعا کو قبول فرما لیا ہے اور میں نے اس نیکوکار بادشاہ کی عمر اس ظالم بادشاہ کو اور اس ظالم بادشاہ کی باقی رہتی عمر اس نیکوکار کو لگا دی ہے' پس وہ لوگ اپنے گھروں کو واپس لوٹ آئے اور تین سال پورے ہونے پر وہ ظالم اور بدسلوک بادشاہ مر گیا اور وہ انصاف کرنے والا اور صلہ رحمی کرنے والا بادشاہ پورے تیس سال تک باقی رہا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ ایک قوم کے شہروں کو آباد رکھتا اور ان کے اموال میں کثرت فرماتا ہے اور جب سے اس قوم کو پیدا فرمایا' کبھی ان کی طرف غصہ اور ناراضی کی نظر سے نہیں دیکھا' صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایسا کیونکر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُن کے صلہ رحمی کرنے کی وجہ سے۔

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن جحیرہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا کہ ''من قام اللیل وصام النھار وقطع رحمہ' سیق الی جھنم علی وجھہ'' جو شخص قطع رحمی کرنے والا ہے' اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں لے جایا جائے گا' اگرچہ وہ رات کو قیام کرنے (نفل پڑھنے) اور دن کو روزہ رکھنے والا ہو۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپ رجسٹر میں لوگوں کے اسماء اور کوائف ملاحظہ فرما رہے تھے کہ اسی دوران میں آپ کے قریب سے ایک عمر رسیدہ بوڑھا شخص گزرا' جو نابینا ہو چکا تھا اور لنگڑا بھی تھا اور ایک دوسرا شخص اس کو سختی سے کھینچتے ہوئے لے جا رہا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جس وقت دیکھا تو فرمایا: میں نے کبھی ایسا بُرا منظر نہیں دیکھا' جیسا آج دیکھ رہا ہوں' آپ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: یا امیر المؤمنین! آپ اس بوڑھے کو نہیں جانتے؟ آپ نے فرمایا: نہیں تو' اس نے کہا: یہ ابن صبغاء سلمی ثم بہزی ہے' جو ''بریق'' کے لقب سے مشہور ہے' حضرت عمر فاروق نے فرمایا: میں جانتا ہوں ''بریق'' لقب ہے مگر اس مرد کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس کا نام ''عیاض'' ہے' آپ نے فرمایا کہ عیاض کو میرے پاس بلاؤ' جب اس کو بلا کر آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس سے فرمایا: تم اپنا اور بنی صبغاء کا واقعہ سناؤ' اس نے کہا: یا امیر المؤمنین! یہ زمانۂ جاہلیت کا واقعہ ہے' وہ زمانہ گزر گیا اور اب اللہ تعالیٰ عزوجل نے اسلام طلوع فرما دیا ہے' اسلام آ چکا ہے (اور اب مٹی ڈالو اس واقعہ پر)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ معاف فرمائے' جب سے اللہ عزوجل نے ہمیں اسلام سے عزت عطا فرمائی ہے' تب سے ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا اور ہمارے لیے مناسب اور لائق نہیں ہے کہ ہم جاہلیت کے واقعات بیان کریں (تاہم اس واقعہ میں چونکہ عبرت اور نصیحت ہے' اس لیے) تم اپنا اور بنی صبغاء کا واقعہ بیان کرو' عیاض نے واقعہ سناتے ہوئے کہا: اے امیر المؤمنین! صبغاء کے دس لڑکے تھے اور میں ان کا چچازاد بھائی تھا اور میرے باپ کی اولاد میں سے ایک میرے علاوہ کوئی اور باقی نہیں رہا تھا' میں اپنے ان چچا کے بیٹوں کے پڑوس میں رہتا تھا' نسب کے لحاظ سے یہی میرے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار تھے۔

میرے چچا کے یہ لڑکے مجھ پر بڑا ظلم کرتے تھے اور ناحق میرا مال چھین لیتے تھے' میں ان کو خدا کا خوف دلاتا' رشتہ داری اور ہمسائیگی کے واسطے ڈالتا' بڑی ان کی منت سماجت کرتا کہ وہ مجھ سے ظلم کا ہاتھ روک لیں' مگر وہ میری ایک نہ سنتے اور مجھے برابر تنگ کرتے اور ستاتے تھے' جب وہ کسی طرح بھی مجھ پر ظلم کرنے سے باز نہ آئے تو میں نے ان کو مہلت دی'

حتیٰ کہ شہر حرام داخل ہو گیا اور حرمت کے مہینہ میں، میں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر ان کے خلاف دعا کی اور میں نے کہا:

لا هـم ادعـوك دعـا جـاهـدا اقـتـل بـنـی الـصـبـغـاء الا واحـدا

ثـم اضـرب الـرجـل فـذره قـاعـدا اعـمـی اذا مـا قـيـدعـنـی الـقـائـدا

- اے اللہ! میں تجھ سے پوری کوشش سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو بنو صبغاء کو ہلاک فرما دے، مگر ان کے ایک آدمی کو باقی رکھنا،
- پھر اس ایک کو تو لنگڑا، لولا اور اندھا کر دینا اور اس کو باہر اندر لانے، لے جانے والا کوئی شخص ایسا ہو، جو اس کو سختی سے کھینچتا پھرے۔

پس قدرت خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی سال ان میں سے نو افراد پے در پے مر گئے اور یہ اندھا باقی بچ گیا اور اس کی ٹانگیں بھی مفلوج ہو گئیں، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور اس کو باہر اندر لانے لے جانے والا شخص جس طرح سختی سے اس کو کھینچ کر لاتا لے جاتا ہے، وہ بھی آپ نے دیکھ ہی لیا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک یہ بہت ہی عجیب واقعہ ہے، آپ کے پاس موجود لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: "ابـو تـقـاصـف الـهـذلی ثم الخناعی" کا واقعہ اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ کیسے؟ اور اس کا واقعہ کیا تھا؟ اس شخص نے بتایا کہ ابو تقاصف کے نو بیٹے تھے اور تقاصف دسواں بیٹا تھا اور ان کا چچا زاد تھا اور وہ ان کے لیے بنو صبغاء کے عیاض کے بہ منزلہ تھا، وہ اس پر ظلم کرتے تھے اور اس کے حقوق کا استحصال کرتے اور اس کا مال ناحق لے لیتے تھے، وہ ابو تقاصف کے ان بیٹوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا اور صلہ رحمی اور ہمسائیگی کے حقوق کی یاد دہانی کراتا کہ وہ اس پر ظلم اور زیادتی کرنے سے باز آ جائیں، مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوتا، پھر اس نے انہیں مہلت دی، حتیٰ کہ جب شہر حرام میں داخل ہوا تو اس نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ان کے خلاف دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور یہ بددعا کی کہ

الـلـهـم رب كـل امـن وخـائـف وسـامـعـا هـتـاف كـل هـاتـف

ان الـخـنـاعـی ابـا تـقـاصـف لـم يـعـطـنـی الـحـق ولـم يـنـاصـف

فـاجـمـع لـه الا حـبـة الـمـلاطـف بـيـن كـران ثـم والـنـواصـف

- یا اللہ! تو ہر امن والے اور خوف زدہ کا رب ہے اور تو ہر پکارنے والے کی پکار کو سننے والا ہے'
- بے شک ابوتقاصف خناعی نے نہ تو مجھے میرا حق دیا ہے اور نہ ہی میرے ساتھ انصاف کیا ہے'
- تو اس کے احباب اور رشتہ داروں کو کران اور نواصف کے درمیان جمع کر دے۔

راوی نے بیان کیا کہ لوگوں کے بیان کے مطابق بنو ابی تقاصف کے لوگ اپنے ایک پرانے کنویں کی مرمت کے لیے اس میں اترے اور اچانک کنواں بیٹھ گیا اور وہ مٹی تلے دب گئے اور وہ کنواں ان سب کی اجتماعی قبر ثابت ہوا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ سن کر بڑے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: سبحان اللہ! بے شک یہ بڑا عجیب واقعہ ہے! حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: یا امیر المؤمنین! ابن المؤمل جو قبیلہ بنونصر کا ایک آدمی تھا' اس کا واقعہ ان سب واقعات سے زیادہ عجیب ہے' آپ نے دریافت فرمایا کہ بنو المؤمل کا کیا واقعہ ہے؟ اس شخص نے بیان کیا کہ قبیلہ بنونصر بن معاویہ کا ایک شخص تھا' جس کو اپنے خاندان سے بہت سارا مال وراثت میں ملا تھا' جب اس کے ہاتھ میں مال بہت زیادہ بڑھ گیا تو اس نے بنو مؤمل کے قبیلہ میں پناہ لے لی' وہ لوگ اس پر ظلم کرنے لگے اور اس کے مال کو ظلماً غصب کرنا شروع کر دیا' بنونصر کے اس شخص نے کہا: اے بنو مؤمل! بے شک میں نے تمہیں باقی سب لوگوں پر ترجیح دی اور پناہ کے لیے تمہارا انتخاب کیا اور اپنا سارا مال تمہارے مال میں لا کر ملا دیا اور خود کو بھی تمہارا ایک فرد بنا دیا تاکہ تم دوسرے لوگوں سے میری اور میرے مال کی حفاظت کرو' مگر تم نے میرے اوپر ظلم کیا' قطع رحمی کی اور برا سلوک کیا' پس میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتا ہوں' تم رشتہ داری کا لحاظ کرو' ہمسائیگی کے حقوق کا پاس کرتے ہوئے خدا خوفی کرو اور ظلم وستم کا سلسلہ بند کر دو' پھر ایک شخص ان میں سے جس کا نام ریاح تھا' وہ کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اے بنو مؤمل! بخدا تمہارے چچا کے بیٹے نے بالکل سچ کہا ہے' مگر ان پر اس کی بات کا بھی کوئی اثر نہ ہوا اور وہ ظلم وستم سے باز نہ آئے' اس نے اپنے عم زادوں کو مہلت دی' حتیٰ کہ شہر حرام (حرمت والا مہینہ) آیا تو بنو مؤمل مکانات تعمیر کرنے اور راجگیری کے لیے باہر گئے اور ادھر ان کے پیچھے ان کے مظلوم چچا زاد بھائی نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بددعا کے

لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا:

لاهم زلهم عن بنی مؤمل وارم علی اقفائهم بمشكل

بصخرة او عرض جيش جحفل الا رياحا انه لم يفعل

○ یا اللہ! بنو مؤمل کہیں پھسل کر گر یں اور پھر ان پر گرنے کے بعد کوئی بھاری چٹان گرے یا ان کو کوئی لشکر جرار کچل کر رکھ دے' مگر ان میں ریاح کو کچھ نہ ہو' وہ سلامت رہے کیونکہ اس نے مجھ پر کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔

پس وہ (بنو مؤمل) راستہ میں ایک پہاڑ کی جانب اتر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہاڑ سے ایک بڑی چٹان گری' جو اپنے ساتھ پتھر اور درخت کھینچتی ہوئی آئی' اس نے ریاح اور اس کے اہل خیمہ کے علاوہ سب کے سب بنو مؤمل کو کچل ڈالا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! بے شک یہ تو بہت عجیب واقعہ ہوا' پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا: تمہاری کیا رائے ہے ایسا کیوں ہوتا تھا؟ لوگوں نے عرض کیا: یا امیر المؤمنین! آپ بہتر جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: مجھے جہاں تک علم ہے تو اس کا سبب یہ تھا کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ جاہل تھے' وہ جنت کی امید رکھتے تھے اور نہ دوزخ سے ڈرتے تھے اور نہ ہی وہ یہ جانتے تھے کہ مرنے والوں نے دوبارہ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھنا ہے اور قیامت قائم ہو گی تو اللہ تعالیٰ عزوجل ان میں سے مظلوم آدمی کی ظالم کے خلاف دعا کو قبول فرماتا' تاکہ بعض کو بعض سے بچائے اور اس کے ظلم کو دور فرمائے' پھر جب اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو معاد اور آخرت کا علم عطا فرما دیا اور لوگوں نے جنت' دوزخ' دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے اور قیامت برپا ہونے کو جان لیا تو فرمایا: ''بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ'' بلکہ ان کے وعدہ کی جگہ قیامت ہے اور وہ بہت ہولناک اور کڑوی ہے' اب اسی لیے ظالم کو ڈھیل ملتی ہے اور اس کی سزا کو قیامت کے دن کے لیے اٹھا رکھا جاتا ہے۔

تشریح

صلہ رحم کا معنی اور کن لوگوں سے صلہ رحمی کرنا واجب ہے؟

اس باب کی حدیث میں ہے: رحم کھڑا ہو جائے گا' رحم عرش سے لٹک جائے گا اور کہے گا: جس نے مجھ سے وصل کیا' اللہ اس سے وصل کرے گا اور جس نے مجھ کو قطع کیا' اللہ اس

سے قطع تعلق کرے گا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ رحم جس سے وصل اور قطع کیا جاتا ہے' وہ عرض اور معنی ہے' جو ہر اور جسم نہیں ہے۔ رحم قرابت اور نسبت ہے جس کا جامع والدہ کا رحم ہے اور اس کی وجہ سے بعض' بعض کے ساتھ متصل ہوتے ہیں اور اس اتصال کو ''رحم'' کہتے ہیں' اتصال ایک معنی مصدری ہے اور معنی' مصدری میں قیام (کھڑا ہونا) اور کلام متصور نہیں ہوتا' سو رحم کے قیام اور اس کے کلام کرنے سے مثال اور استعارہ مراد ہے' اس مثال سے رحم کی فضیلت اور صلہ رحم کرنے والے کا اجر و ثواب اور قطع رحم کرنے والا کا عذاب بیان کرنا مقصود ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رحم کے کھڑے ہونے سے فرشتہ کا قیام مراد ہو اور رحم کے کلام کرنے سے فرشتہ کا بولنا مراد ہو۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ وصل کی حقیقت رحمت اور شفقت ہے' اللہ تعالیٰ کے وصل کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ بندوں پر لطف و کرم فرمائے گا اور بندوں پر احسان کرے گا اور اُن کو نعمتوں سے نوازے گا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اس پر اتفاق ہے کہ فی الجملہ صلہ رحم کرنا واجب ہے اور قطع رحم کرنا معصیت کبیرہ گناہ ہے' جیسا کہ احادیث میں اس کا بیان ہے' البتہ صلہ رحم کے درجات ہیں' جو بعض' بعض سے ارفع ہیں' سب سے کم درجہ یہ ہے کہ ترک تعلق کو ختم کیا جائے اور کلام سے وصل کیا جائے' خواہ وہ سلام کے ذریعہ ہو' حاجت اور ضرورت کے اعتبار سے وصل کے درجات مختلف ہیں' بعض واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں' اگر کسی شخص سے مکمل وصل نہیں کیا اور کچھ وصل کر لیا تو اس کو قاطع رحم نہیں کہا جائے گا' اگر کسی شخص نے اپنے فرائض اور واجبات سے کوتاہی کی اور اس پر جتنا وصل واجب تھا' اتنا نہیں کیا تو اس کو وصل نہیں کہا جائے گا' اس میں بھی اختلاف ہے کہ جس رحم کا صلہ واجب ہے اس کی حد کیا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ رشتہ دار جس سے نکاح حرام ہو' اس سے صلہ رحم واجب ہے' اس قول پر چچا زاد' پھوپھی زاد' ماموں زاد اور خالہ زاد بھائی بہنوں سے صلہ رحم واجب نہیں ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ تمام ذوی الارحام کے

ساتھ صلہ رحم واجب ہے اور تمام رشتہ دار جو وراثت میں حصہ پا سکتے ہوں' وہ سب ذوی الارحام ہیں' یہ دوسرا قول صحت کے زیادہ قریب ہے' کیونکہ حدیث میں باپ کے دوستوں سے بھی حسن سلوک کا حکم دیا ہے' حالانکہ وہ محرم نہیں ہیں۔ (علامہ یحییٰ بن شرف نووی' شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ' متوفی ۶۷۶ھ' شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۶ھ)

قاطع رحم کے جہنمی ہونے کی توجیہ

اس باب کی ایک حدیث میں ہے کہ قطع رحم کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا' اس حدیث کی ایک توجیہ یہ ہے کہ جو شخص بغیر کسی سبب اور بغیر کسی شبہ اور قطع رحم کی حرمت کے علم کے باوجود اس کو حلال سمجھتا ہو' وہ کافر ہے' جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور جنت میں نہیں جائے گا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ سابقین اوّلین کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا' بلکہ وہ کچھ دیر سے جائے گا' جتنی دیر اللہ چاہے گا۔

(حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ' شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۹۶)

مسائل فقہیہ

حضرت فقیہ دوراں قبلہ صدر الشریعۃ مولانا امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''صلہ رحم'' کے معنی رشتہ کو جوڑنا ہے یعنی رشتہ داروں کے ساتھ نیکی اور (حسن) سلوک کرنا' ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صلہ رحم واجب ہے اور قطع رحم حرام ہے' جن رشتہ داروں کے ساتھ صلہ (میل ملاپ) واجب ہے' وہ کون ہیں؟

۳۱- رشتہ داروں پر صدقہ کرنے کا ثواب

حضرت عبداللہ بن مسعود کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو' خواہ زیورات سے کیا کرو' حضرت زینب کہتی ہیں کہ چونکہ عبداللہ تنگ دست تھے' اس لیے میں نے ان سے کہا: کیا میرے لیے یہ گنجائش ہے کہ میں اپنا صدقہ آپ کو ادا کر دوں اور جو میرے بھائی کے یتیم بچے ہیں' ان کو دے دوں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم خود اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ کر آؤ' حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی تو

میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر ایک انصاری عورت کھڑی ہے' اس کا نام بھی زینب تھا اور اسے بھی یہی مسئلہ درپیش تھا' حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے تو ہم نے ان سے کہا: جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھ کر آؤ اور یہ نہ بتانا کہ وہ مسئلہ پوچھنے والی ہم دو عورتیں کون ہیں۔ حضرت بلال' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا: وہ دو عورتیں کون ہیں؟ حضرت بلال کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ایک زینب' عبد اللہ بن مسعود کی بیوی ہیں اور دوسری زینب انصاری ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! ان دونوں کے لیے دو دو اجر ہیں' ایک اجر قرابت کا اور ایک اجر صدقہ کا۔

فائدہ: صدقہ نفلی اپنے شوہر اور بچوں کو دینا جائز ہے' صدقہ واجبہ مثلاً زکوٰۃ ان کو نہیں دے سکتے۔ (ہدایہ وشامی) (مترجم عفی عنہ)

حضرت سلمان ابن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور ذی رحم (رشتہ دار) پر صدقہ کرنا دو صدقے ہیں' ایک صدقہ اور دوسرا صلہ رحم''۔

حضرت میمونہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اپنی ایک باندی آزاد کی' پھر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے آپ کو باندی کے آزاد کرنے کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے اس کا اجر عطا فرمائے گا' لیکن اگر تم وہ باندی اپنے ماموں کو دے دیتیں تو تمہیں اس سے بھی بڑا اجر ملتا۔

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ' حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مرد کا اپنے رشتہ داروں پر صدقہ کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ (رحم) بھی ہے۔

حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسکین پر صدقہ کرنا (صرف) صدقہ ہے اور وہ ذی رحم پر ہو تو صدقہ (بھی) ہے اور صلہ رحم بھی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں انصار میں سب سے زیادہ مال دار تھے' اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ تھا' جو مسجد نبوی کے سامنے تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس باغ میں تشریف لے جاتے تھے اور اس میں

بہت اچھا پانی تھا، وہ نوش فرماتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. (آل عمران:۹۲) تم نیکی کو حاصل نہیں کر سکو گے، حتیٰ کہ اپنی پسندیدہ چیز راہِ خدا میں دے دو"۔ تو حضرت ابوطلحہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: "تم نیکی کو حاصل نہ کر سکو گے حتیٰ کہ اپنی پسندیدہ چیز راہِ خدا میں دے دو" اور میرا سب سے پسندیدہ مال بیرحاء ہے، وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، میں اس کے ثواب اور آخرت میں ذخیرہ ہونے کا طالب ہوں، یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو جہاں چاہیں لگا دیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خوب! یہ نفع آور مال ہے، تم نے جو کچھ اس کے متعلق کہا، وہ میں نے سن لیا ہے، میرا مشورہ ہے کہ تم اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو، پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور عم زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا، ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے وہ باغ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

۳۲- قطع تعلق کرنے والے رشتہ دار سے صلہ رحم کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک رحم عرش کے ساتھ مُعلّق ہے، صلہ رحم کرنے والا وہ نہیں ہے جو ادلا بدلا کرتا ہے، بلکہ صلہ رحم کرنے والا وہ ہے جو اس رشتہ دار سے بھی ملتا ہے، جو قطع رحمی کرنے والا ہو۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے (یا ان کے دادا سے) روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: یارسول اللہ! میرے رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے صلہ رحم کرتا ہوں، وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں، میں درگزر کرتا ہوں، وہ ظلم کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں تو کیا میں بھی ان سے ایسا ہی برتاؤ کروں جیسا وہ کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! ورنہ تو تم سبھی ایک جیسے ہو جاؤ گے اور لیکن تم ان پر مال

کی سخاوت کرو اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو کیونکہ جب تک تم ایسی حالت پر رہو گے' اللہ عزوجل کی طرف سے تمہارے ساتھ ہمیشہ ایک مددگار رہے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بتحقیق ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے بعض رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے صلہ رحم کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں' میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں' اور میں ان کی باتوں کو برداشت کرتا ہوں اور وہ مجھ پر سختی کرتے اور جاہلوں ایسا سلوک کرتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر بات اسی طرح ہے' جس طرح تم کہتے ہو تو تم گویا ان کے منہ میں گرم راکھ ڈالتے ہو اور جب تک تم اسی حالت پر رہے' اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلسل تمہارے ساتھ ایک مددگار موجود رہے گا۔

تشریح

اس باب کی ایک حدیث میں آیا کہ جو شخص قطع تعلق کرنے والے رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحم کرتا ہے' وہ ان کے منہ میں راکھ ڈالتا ہے' کسی کے منہ میں راکھ ڈالنا عذاب سے استعارہ ہے' جو اس کو قطع رحم کرنے اور رشتہ کو تار تار کرنے کی وجہ سے آخرت میں دیا جائے گا اور اس میں حسن سلوک کرنے والے کے لیے کوئی ضرر نہیں ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اچھا سلوک کرنے والے کے برابر احسانات اور اپنی مسلسل بدسلوکی اور احسان فراموشی سے وہ اپنے دل میں اپنی بدسلوکی اور بے وفائی کا احساس کرتے ہوئے جلن محسوس کرتا ہے اور اس کی حالت یوں ہوتی ہے جیسے کسی کے منہ میں جلتی ہوئی راکھ ڈال دی گئی ہو اور اس حدیث میں حسن سلوک کے رویے پر استقامت اختیار کرنے اور ہمیشہ قائم رہنے کی ہدایت کی گئی ہے اور ایسی روش پر دنیا اور آخرت دونوں میں انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کے انعام کی بشارت دی گئی ہے۔ اس حدیث مبارک کے مفہوم کو شیخ مصلح الدین شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے کہ ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا   اگر مردی احسن الی من اساء

"بُرائی کا بدلا بُرائی سے دینا تو آسان ہے مگر جوان مردی یہ ہے کہ جو تمہارے ساتھ بُرائی کرے' اس کے ساتھ بھی نیکی کا سلوک کرو"۔ (بوستان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے لیے اونچے محلات اور بالا خانے ہوں اور اس کے درجات کو بلند کیا جائے' اسے چاہیے کہ اس سے ملا کرے جو اس سے تعلق توڑتا ہے اور اس کو عطا کرے' جو اس کو محروم رکھتا ہے اور اس کو معاف کر دے جو اس پر ظلم کرتا ہے اور اس سے نرمی کرے' جو اس پر سختی و جہالت کرتا ہے۔

۳۳- دشمنی کرنے والے رشتہ داروں کو صدقہ دینے کے ثواب کا بیان

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جو دشمنی کرنے والے رشتہ دار کو دیا جائے۔

نوٹ: میں (ابن الجوزی) کہتا ہوں کہ اس باب کی حدیث: ۲۷۲ میں ذی رحم کی صفت میں ایک لفظ "الکاشح" آیا ہے' اس کا معنی ہے: "المعادی" یعنی دشمنی کرنے والا۔ دشمن کو "الکاشح" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ "کشح" کا معنی ہوتا ہے: کوکھ' پہلو تو گویا دشمن عداوت اور دشمنی کو اپنے پہلو میں چھپائے ہوتا ہے' دشمنی کرنے والے رشتہ دار پر صدقہ کرنے کی زیادہ فضیلت اس وجہ سے ہوئی کہ اس میں اپنے نفس کی خواہش کی مخالفت پائی جاتی ہے' برخلاف اس کے کہ انسان جب اپنے محبت کرنے والے رشتہ داروں کو صدقہ دے گا تو وہ تو صرف اپنے دل پسند اور چہیتوں پر خرچ کر رہا ہے۔

۳۴- مشرک رشتہ دار سے صلہ رحم اور حسن سلوک کا بیان

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس میری امی آئی اور وہ دین (اسلام) سے بیزار اور مشرکہ تھی' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! میری امی میرے پاس آئی ہے اور وہ (دین اسلام) سے رغبت نہیں رکھتی' مشرکہ ہے تو آیا تو میں اس سے مل لوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی ماں سے ضرور ملو۔

فاطمہ بنت منذر سے روایت ہے' حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس میری ماں آئیں اور وہ مشرکہ تھیں' یہ اس دور کی بات ہے جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قریش سے معاہدہ کیا ہوا تھا' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر دریافت کیا: یارسول اللہ! میری امی آئی ہیں اور اس کو (دین اسلام) سے کوئی رغبت نہیں ہے' کیا میں اس سے ملاقات کرلوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تم اس سے ملو' وہ تمہاری ماں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک ریشمی حُلّہ (یعنی ایک قسم کی دو چادریں) فروخت ہو رہا ہے' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حلّہ خرید لیں اور جمعہ کے دن اور جب کوئی وفد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لیے آئے' اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے پہنیں' آپ نے فرمایا: اس کو صرف وہ لوگ پہنتے ہیں' جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ ریشمی حلّے (چادریں) آئے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ان میں سے ایک حلّہ (دو ریشمی چادریں) بھیجا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حاضر ہوکر) عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس حلّہ کو کیونکر پہنوں' حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل اس کے متعلق ایسا ایسا ارشاد فرمایا تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ حلّہ تم کو پہننے کے لیے تھوڑا ہی دیا تھا اور لیکن تم اس کو فروخت کر کے نفع اٹھاؤ یا کسی کو پہنا دو (جس کے لیے پہننا جائز ہے)' چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حلّہ (ریشمی چادروں کا جوڑا) اہل مکہ میں سے اپنے ایک بھائی کو بھیج دیا' یہ ان کے اسلام لانے سے قبل کی بات ہے' جب وہ مشرک تھے۔

نوٹ: اس حدیث مبارک سے کفار کو ہدیہ دینا اور ان سے حسن سلوک کرنا ثابت ہوتا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ اس حدیث مبارک سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(ا) کافر کو ہدیہ (گفٹ) بھیجنا جائز ہے۔

(ب) مرد حضرات کے لیے ریشم کے کپڑوں کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے اور یہ کہ مرد ریشم کے کپڑوں کو صرف پہن نہیں سکتے' باقی کسی کو ہدیہ دینا' ہبہ کرنا اور خرید وفروخت ایسے تصرفات کر سکتے ہیں۔

(ج) کافر رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحم کرنا اور اس کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ اپنانا اور ان کو

تحائف بھیج کر ان پر احسان کرنا ثابت ہوتا ہے۔

(د) مسجد کے دروازہ پر خرید و فروخت اور کاروبار کرنا جائز ہے۔

(ھ) جس چیز کا پہننا جائز نہ ہو' اس کی ملکیت کا ثبوت اور اس میں تصرف کا صحیح ہونا۔

(و) صالحین اور معززین کا شاپنگ کرنا۔

(ز) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سخاوت اور صحابہ کرام کو ہدیے عطا فرمانا۔

۳۵- ہمسایہ کے حقوق اور اس کے ساتھ حسن سلوک کے ثواب کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو' وہ اپنے ہمسایہ کو تکلیف نہ پہنچائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: نہیں! اللہ کی قسم! وہ شخص مؤمن (کامل) نہیں ہے' نہیں! اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہے' نہیں! اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں ہے (تین مرتبہ ارشاد فرمایا)' صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: وہ پڑوسی جس کے بَوائق سے دوسرا پڑوسی محفوظ نہ ہو' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! بَوائق سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: شر اور برائی۔

ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں' اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں' اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں' صحابہ کرام علیہم الرضوان عرض گزار ہوئے: کون یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: وہ پڑوسی مؤمن نہیں جس کے بَوائق سے اس کا ساتھی ہمسایہ محفوظ نہ ہو' صحابہ کرام نے پوچھا: یارسول اللہ! ''بَوَائِق'' کا کیا معنیٰ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: شر (یعنی مصیبت لانا اور تکلیف پہنچانا)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مؤمن وہ ہے جس سے لوگ محفوظ ہوں اور مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت ہوں اور مُہاجر وہ ہے جس نے برائی کو چھوڑ دیا ہے اور مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے

قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! وہ بندہ (مؤمن) جنت میں داخل نہیں ہوگا' جس کی شرارتوں اوراذیتوں سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! کہ کوئی بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہوں اور وہ مؤمن نہیں ہوگا حتیٰ کہ اس کا پڑوسی اس کے بوائق سے محفوظ ہو جائے۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا کہ یارسول اللہ! بوائق کے کیا معنی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: "غشمه وظلمه" (یعنی اس کا ظلم اور زیادتی)۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ عتیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ما زال جبريل يوصيني بالجار حتي ظننت انه سيورثه" جبریل (علیہ السلام) ہمیشہ مجھ کو ہمسایہ کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وہ ہمسایہ کو وارث بنادیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام ہمیشہ مجھ کو ہمسایہ کے متعلق وصیت کرتے رہے' یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ ہمسایہ کو وراثت میں حصہ دار بنادیں گے۔

نوٹ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا: میرا گمان تھا کہ پڑوسی کو وارث بنادیا جائے گا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلام مبالغۃً فرمایا' ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظن (گمان) کے مطابق احکام شرعیہ نازل ہوجاتے تھے۔

حضرت ابوشریح الکعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو' اس کو چاہیے کہ اپنے پڑوسی کی عزت اور احترام کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! پڑوسن اپنی پڑوسن کے تحفہ کو حقیر نہ سمجھے' خواہ وہ اس کے پاس بکری کے کھروڑے ہی بھیجے۔

حضرت عمرو بن معاذ اشہلی رضی اللہ عنہ اپنی دادی صاحبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کے تحفے کو حقیر نہ جانے اگرچہ وہ بکری کے پائے ہی ہوں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ عتیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! میری دو پڑوسنیں ہیں تو میں ان میں سے کس سے ابتداء کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا دروازہ تمہارے دروازے کے زیادہ قریب ہو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ وصیت فرمائی کہ اے ابوذر! جب تم ہانڈی پکاؤ تو شوربا زیادہ رکھو اور اپنے ہمسایوں کا خیال رکھو یا فرمایا: اپنے ہمسایوں کے درمیان سالن تقسیم کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے فرمایا: 'لیس المومن الذی یشبع و جارہ جائع'' وہ شخص مومن نہیں ہے' جو شکم سیر ہوتا ہے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیان کیا گیا کہ فلاں عورت رات کو نوافل پڑھتی ہے اور دن کو روزہ رکھتی ہے اور کام کر کے صدقہ دیتی ہے' البتہ وہ اپنے ہمسایوں کو اپنی زبان سے اذیت پہنچاتی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس عورت میں کوئی بھلائی نہیں ہے' وہ دوزخیوں میں سے ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! فلاں عورت رات کو نماز پڑھتی ہے اور دن میں روزہ رکھتی ہے اور وہ زبان دراز بہت ہے' اپنے ہمسایوں کو تکلیف پہنچاتی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس عورت میں کوئی خیر نہیں ہے' وہ دوزخ میں جائے گی' اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت کے متعلق بیان کیا گیا کہ فلاں عورت فرض نمازیں ادا کرتی ہے' رمضان مبارک کے روزے رکھتی ہے اور صدقہ دیتی ہے اور اس کے سوا اس کے دوسرے (نفلی) عمل کوئی نہیں ہیں' اور وہ کسی ایک کو بھی تکلیف نہیں پہنچاتی' آپ نے فرمایا: وہ جنت میں جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے

ہوئے سنا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ قیامت کے دن بہت سارے پڑوسی اپنے پڑوسیوں کا دامن پکڑے ہوئے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کریں گے اور کہیں گے: اے پروردگار! میرے اس پڑوسی نے اپنے احسانات کا دروازہ مجھ پر بند رکھا تھا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے جن دو فریق کا جھگڑا پیش ہوگا' وہ دو ہمسایوں کا ہی ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک پڑوسیوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسی کا خیر خواہ ہو۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن حبلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے پڑوسی کی شکایت کرنے لگا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم اپنی اذیت رسانی کو اس سے روکے رکھو اور اس کی ایذاء رسانی پر صبر کرتے رہو' تمہارے درمیان جدائی کے لیے موت کافی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ان اللّٰه یحب الرجل له الجار السوء یوذیه فیصبر علی اذاه ویحتسبه ' حتی یکفه ' اللّٰه بحیاة او موت'' بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند فرماتا ہے جو اپنے بُرے ہمسائے کی اذیت رسانی پر اجر و ثواب کی نیت سے اس پر صبر کرتا رہتا ہے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زندگی میں ہی یا موت سے اس کی اذیت رسانی کا سلسلہ روک دیتا ہے۔

ہمسایوں کے حقوق' قرآن مجید کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ' ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور مجلس کے ساتھی اور مسافر اور اپنے

اَیۡمَانُکُمۡ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۙ﴿النساء:٣٦﴾ غلاموں کے ساتھ (نیکی کرو) بے شک اللہ مغرور اور متکبر کو پسند نہیں کرتا○

احادیث رسول ﷺ میں پڑوسیوں کے حقوق کا بیان

نوٹ: بہت ساری احادیث مبارکہ کا اس باب میں ذکر ہو چکا ہے' اب ہم کچھ اور احادیث جن کا ذکر اس کتاب میں نہیں ہوا' ان کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

(۱) امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! مجھے یہ کیونکر معلوم ہو کہ میں نے اچھا کیا یا بُرا کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم نے اچھا کیا ہے تو بے شک تم نے اچھا کیا اور جب یہ کہتے سنو کہ تم نے بُرا کیا تو بے شک تم نے بُرا کیا ہے۔

(۲) امام بیہقی ''شعب الایمان'' میں روایت کرتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن قراد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک روز نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا تو صحابہ کرام نے وضو کا پانی لے کر اپنے چہرے اور بدن پر مسح کرنا شروع کر دیا' حضور ﷺ نے فرمایا: اس کام پر کیا چیز تمہیں آمادہ کرتی ہے؟ عرض کیا: اللہ تعالیٰ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی محبت' حضور ﷺ نے فرمایا: جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ اور رسول سے محبت کرے یا اللہ تعالیٰ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ اس سے محبت کریں تو

- ○ وہ جب بات کرے سچ بولے
- ○ اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو امانت ادا کر دے
- ○ اور جو اس کے پڑوس میں رہتا ہو' اس کے ساتھ احسان کرے۔

(۳) امام دیلمی روایت کرتے ہیں:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! پڑوسی کا بچہ آ جائے تو اس کے ہاتھ میں کچھ رکھ دو' اس سے محبت والفت

بڑھے گی“۔

(۴) امام حاکم مستدرک میں روایت کرتے ہیں:

حضرت نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مرد مسلم کے لیے دنیا میں یہ بات سعادت میں سے ہے کہ اس کا پڑوسی نیک ہو اور مکان کشادہ ہو اور سواری اچھی ہو۔

(۵) امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بسند ضعیف بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ (پھر خود ہی ارشاد فرمایا:) یہ کہ جب وہ تم سے مدد مانگے تو اس کی مدد کرو اور جب قرض مانگے تو اس کو قرض دو اور جب محتاج ہو تو اس کو عطا کرو اور جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو اور جب اسے کوئی خوشی حاصل ہو تو مبارک باد دو اور جب اسے کوئی مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو اور اس کی وفات پر جنازہ کے ساتھ جاؤ اور بغیر اجازت اپنی عمارت بلند نہ کرو کہ اس کی ہوا روک دو اور اپنی ہانڈی سے اس کو کوفت نہ پہنچاؤ' مگر اس میں سے کچھ اسے بھی بھیج دو اور پھل وغیرہ خریدو تو اس کے پاس بھی ہدیہ بھیجو ورنہ چھپا کر مکان میں لاؤ اور تمہارے بچے اسے لے کر باہر نہ نکلیں کہ پڑوسی کے بچوں کو رنج ہوگا' تمہیں معلوم ہے کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! پورے طور پر پڑوسی کا حق ادا کرنے والے تھوڑے ہیں' وہی ہیں جن پر اللہ کی مہربانی ہے' برابر پڑوسی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصیت فرماتے رہے' یہاں تک کہ لوگوں نے گمان کیا کہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے' پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی تین قسم کے ہیں۔

بعض کے تین حق ہیں' بعض کے دو اور بعض کا ایک حق ہے' جو پڑوسی مسلم ہو اور رشتہ والا ہو' اس کے تین حق ہیں: (ا) حق ہمسائیگی (ب) حق اسلام (ج) حق قرابت' اور جو پڑوسی مسلم غیر قرابت دار ہو' اس کے دو حق ہیں: (ا) حق جوار (پڑوسی کا حق) (ب) حق اسلام' اور پڑوسی کافر کا صرف ایک حق ہے: حق جوار (ہمسایہ ہونے کا حق)۔

فقہ کی روشنی میں پڑوسی کے حقوق کا بیان

چھت پر چڑھنے میں دوسرے کے گھروں میں نگاہ پہنچتی ہے تو وہ لوگ چھت پر چڑھنے سے منع کر سکتے ہیں، جب تک پردہ کی دیوار نہ بنالے یا کوئی ایسی چیز نہ لگالے جس سے بے پردگی نہ ہو اور اگر دوسروں کے گھروں میں نظر نہیں پڑتی، مگر وہ لوگ جب چھت پر چڑھتے ہیں تو سامنا ہوتا ہے تو اس کو چڑھنے سے منع نہیں کر سکتے، بلکہ ان مستورات کو یہ چاہیے کہ وہ خود چھتوں پر نہ چڑھیں تاکہ بے پردگی نہ ہو۔ (درمختار)

مسئلہ

اس کے مکان کی پچھیت دوسرے کے مکان میں ہے، یہ اپنی دیوار میں مٹی لگانا چاہتا ہے، مالک مکان اپنے گھر میں جانے سے اسے روک سکتا ہے، اب مٹی کیسے لگائے؟ مالک مکان سے کہا جائے گا کہ اسے مکان میں جانے کی اجازت دے ورنہ وہ خود مٹی لگوادے، اس کے پیسے اس سے دلوادیئے جائیں گے، اسی طرح اگر اس کی دیوار دوسرے کے مکان میں گر گئی ہے، وہاں سے مٹی اٹھوانے کی ضرورت ہے، مالک مکان اس کو اجازت دے دے کہ یہ وہاں سے مٹی اٹھائے اور اجازت نہیں دیتا تو خود اٹھائے۔ (عالمگیری)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

پڑوسی کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اس کو سلام کرنے میں پہل کرے اور اس سے زیادہ طویل گفتگو نہ کرے، اس کے گھریلو معاملات میں نہ پڑے اور اس کے خانگی امور کی ٹوہ نہ لگائے، اس کے عیوب معلوم کرنے کی کوشش نہ کرے، اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والوں کا خیال رکھے اور اس کی خواتین سے گفتگو کرنی پڑے تو نظر نیچی رکھے، اس کے بچوں سے شفقت اور پیار کرے اور دین اور دنیا کی بھلائی سے متعلق جو باتیں اس کے بچے نہ جانتے ہوں، ان کو سکھائے۔

نوٹ: اس باب کی بعض احادیث میں آتا ہے کہ ”جس کی اذیتوں اور آفتوں سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہ ہو، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا“۔

اس حدیث کا مطلب یا تو یہ ہے کہ جو شخص اس حکم شرعی کو جانتے ہوئے اس کو معمولی یا غیر اہم سمجھ کر اپنے ہمسائے کو اذیت پہنچاتا ہے یا اس حکم شرعی کی مخالفت یا توہین و تنقیص

کرنے کے لیے ہمسائے کو تکلیف پہنچاتا ہے‘ وہ شخص کافر ہو گیا اور مطلقاً جنت میں نہیں جائے گا اور جس شخص کی نیت یہ نہ ہو بلکہ غفلت یا شامت نفس اور غلبہ معصیت کی وجہ سے‘ اس نے اپنے پڑوسی کو ستایا اور اس کی معافی تلافی کیے بغیر فوت ہو گیا تو وہ پہلے پراگے اور پہلی شفٹ میں جنت میں نہیں جائے گا اور لیکن چونکہ وہ مسلمان ہے‘ اس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں چلا جائے گا۔

ملحان الطائی اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے جو کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے اخیافی (ماں شریک بھائی) تھے‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ حاتم طائی کی بیوی (جس کا نام نوار تھا) سے کہا گیا کہ تم ہمیں حاتم طائی کی باتیں سناؤ‘ تو نوار نے کہا: حاتم طائی کا ہر کام ہی عجب ہوتا تھا‘ ایک مرتبہ ہم پر ایسا قحط پڑا (یعنی چناں قحط سالی شد اندر دمشق کہ یاراں فراموش کردند عشق) اور ایسی خشک سالی ہوئی کہ ہر چیز جل کر کوئلہ ہو گئی‘ آسمان کے بے باراں ہونے سے زمین کی زبان پیاس سے کانٹا ہو گئی اور زمین نے وہ دھول اڑائی کہ آسمان کا چہرہ غبار سے اَٹ گیا‘ دودھ پلانے والیاں اپنے بچوں پر بخل کرنے لگیں‘ اونٹنیوں کے تھن سوکھ گئے‘ ایک سخت یخ بستہ ٹھنڈی رات میں ہمارے بچوں عبد اللہ‘ عدی اور سفانہ کی بھوک سے چیخیں نکل رہی تھیں اور اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز موجود نہ تھی‘ جس سے ہم ان بچوں کی بھوک کو مٹاتے‘ حاتم ان میں سے ایک بچہ کی طرف اٹھ کر گیا اور اس کو اٹھا لیا اور بچی سفانہ کو میں نے اٹھ کر گود میں لے لیا اور ہم ان کو بہلا کر کسی طرح چپ کرانے کی کوشش کرتے رہے‘ بخدا! وہ رونے سے چپ نہ ہوتے تھے‘ کافی رات گزر گئی تب جا کر انہوں نے کچھ سکون لیا‘ پھر دوسرے لڑکے کی طرف لوٹے اور اس کو بہلا پھسلا کر چپ کرایا اور وہ چپ ہونے کا نام نہیں لیتا تھا‘ پھر ہم نے حجرہ میں سیاہ دھاری دار شامی کمبل بچھا کر بچوں کو اس پر لٹا دیا اور ہم خود بھی لیٹ گئے اور بچے ہمارے درمیان میں تھے‘ پھر حاتم میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے بہلا وا دینے لگے تاکہ میں سو جاؤں اور میں ان کی نیت کو سمجھ گئی اور میں نے بہ تکلف ایسا تاثر دیا اور ظاہر کیا کہ میں سو گئی ہوں‘ حاتم کہنے لگے: کیا بات ہے تم سو گئی ہو؟ بس میں خاموش رہی‘ تو بولے: میرا خیال ہے کہ یہ تو سو چکی ہے‘ حالانکہ نیند تو میرے قریب بھی نہ آئی تھی‘ حتیٰ کہ جب رات خوب سیاہ ہو گئی اور تارے گھتم گتھا ہو گئے‘ ہر طرف سناٹے کا عالم تھا‘

تو ہمارے گھر کے ایک جانب آواز بلند ہوئی' حاتم اٹھ کر گئے' پوچھا: کون ہو؟ جواب نہ ملا تو وہ واپس لوٹ آئے' حتیٰ کہ جب میرے خیال میں سحری کا وقت ہو گیا تھا یا ہونے کو تھا تو پھر حاتم کی آواز آئی' وہ کسی سے پوچھ رہے تھے: کون؟ جواب میں عورت کی آواز آئی کہ آپ کی فلاں پڑوسن! اے عدی کے باپ! تمہارے علاوہ مجھے کسی پر اعتماد نہیں تھا' اس لیے میں تمہارے دروازے پر آ گئی ہوں اور میں گھر میں اپنے بچوں کو اس حالت میں چھوڑ کر آئی ہوں کہ وہ بھوک سے اس طرح چیخ رہے تھے' جس طرح جنگل میں بھوک کے مارے بھیڑیے چیختے ہیں' حاتم نے اس سے کہا: جلدی سے جاؤ اور بچوں کو یہاں لے آؤ۔ نوار کہتی ہیں: میں اچھل کر اٹھی اور میں نے کہا: حاتم! آپ نے یہ کیا کیا؟ بخدا! تمہارے اپنے بچے تو بھوک سے بلک اور چیخ رہے ہیں اور ان کے منہ میں ڈالنے کے لیے تمہارے پاس ایک لقمہ تک میسر نہیں ہے تو پڑوسن کو تم نے کس برتے پر دعوت دے ڈالی ہے' وہ بچوں کو لے آتی ہے تو مجھے بتاؤ' تم ان بچوں کو اور اس بیچاری کو کیا کھلاؤ گے؟ حاتم نے کہا: تم خاموش رہو' بخدا! تم دیکھو گی کہ میں ان شاء اللہ ان کو پیٹ بھر کر کھانا کھلاؤں گا' کہتی ہیں کہ اتنے میں وہ خاتون آ گئیں' اس نے دو بچوں کو اٹھایا ہوا ہے اور چار بچے اس کے دائیں بائیں چلے آ رہے ہیں اور وہ اس طرح لگتے تھے' جس طرح شتر مرغ کی مادہ کے اردگرد اس کے ملائم ملائم پروں والے بچے آ رہے ہیں۔ نوار کہتی ہیں کہ پس حاتم اپنے گھوڑے کی طرف اٹھ کر گئے اور اپنا نیزہ اس کے سینے میں گھونپ دیا' پھر چقماق کو رگڑ کر آگ جلائی اور چھری لے کر آئے اور گھوڑے کی کھال اتارنی شروع کر دی' کھال اتار چکے تو اس عورت کو چھری تھماتے ہوئے کہا: یہ لیجئے' پھر مجھ سے کہنے لگے کہ تم ہمارے بھی بچوں کو اٹھا کر لے آؤ' نوار کہتی ہیں: میں بچوں (عدی' عبد اللہ' سفانہ) کو اٹھا کر لے آئی' حاتم نے کہا: بڑی بُری بات ہو گی کہ تم لوگ اپنے اہل محلہ کو چھوڑ کر تنہا خود کچھ کھانے لگ جاؤ اور اپنے آس پاس کے گھروں کو دعوت ہی نہ دو' پس حاتم نے ان تمام گھروں میں گھوم کر ان کو دعوت دی اور وہ سب لوگ دوڑے آئے اور گوشت بھون بھون کر کھانے لگے اور حاتم خود اپنی چادر میں لپٹ کر اک کونے میں لیٹے رہے اور ہماری طرف دیکھتے رہے اور بخدا بخدا! انہوں نے اس میں سے ایک بوٹی تک نہیں [illegible] حالانکہ وہ اس وقت سخت بھوک کی حالت میں تھے' جب صبح ہوئی تو وہاں زمین پر صرف

ہڈیاں اور کھر پڑے تھے اور سب کچھ چٹ ہو چکا تھا۔

حاتم طائی اور سخاوت

ایک تقابلی جائزہ اور بعض ذہنوں کا برین واش (Brain Wash)

محترم المقام صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ حضرت غزالی زمان سید احمد سعید شاہ کاظمی صاحب قدس سرہ العزیز کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں نے اباجی قبلہ سے بارہا ایک واقعہ سنا' بلکہ آپ نے یہ اپنی تقریروں میں بھی کئی بار بیان فرمایا اور سمجھتا ہوں کہ اباجی قبلہ کی زبانی اس واقعے کو ہزاروں افراد نے سنا ہوگا' بہرحال سینکڑوں گواہ تو اب بھی موجود ہیں:

آپ فرماتے ہیں کہ میرے بچپن میں لاہور حزب الاحناف میں انتہائی شاندار پانچ روزہ جلسہ ہوا کرتا تھا' اس وقت حزب الاحناف جامع مسجد وزیر خان میں ہوا کرتا تھا اور یہ جلسہ بھی مسجد وزیر خان میں منعقد ہوتا تھا۔

برصغیر کے گوشے گوشے سے علماء اس میں شرکت اور خطاب کے لیے آتے تھے' آج کل تو جلسوں میں اتنے سامعین نہیں جتنے اس جلسے میں علماء اور مقررین تشریف فرما ہوتے تھے' اور اس جلسے میں خطاب کرنے کی سعادت بہت بڑی خوش نصیبی تصور ہوتی تھی۔ ایک دفعہ مجھے بھی اس جلسے سے خطاب کرنے کا موقع ملا۔ میں بچہ تھا' سولہ سترہ سال عمر ہوگی' نیا نیا فارغ التحصیل ہو کر آیا تھا' ایسے میں خطاب کرنے اور علم کے جوہر دکھلانے کا شوق بھی بہت ہوتا ہے' تو بڑے اور اکابر علماء سے پہلے بعض اوقات طلباء کو تقریر کرنے کا موقع حوصلہ افزائی کی نیت سے دیا جاتا تھا' اسی طرح مجھے بھی موقع مل گیا' میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بیان کی اور کہا کہ دنیا میں کوئی خوبی' کوئی حسن' کوئی اچھائی ایسی نہیں جو میرے آقا میں بدرجہ اتم نہ پائی جاتی ہو۔ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں ہے' جسے کسی خوبی اور صفت میں سرکار پر فوقیت ہو' نہ سرکار سے بڑھ کر کوئی عالم ہو سکتا ہے' نہ باحیا ہو سکتا ہے' نہ شجیع اور بہادر ہو سکتا ہے' نہ حلیم و کریم ہو سکتا ہے' میں تقریر کر رہا تھا یہ ۱۹۲۹ء یا ۱۹۳۰ء کی بات ہے۔ اس

وقت سارا ہندوستان تھا اور پاکستان معرض وجود میں نہ آیا تھا' جلسہ گاہ کے ساتھ ہندو' سکھ بھی رہتے تھے تو میری تقریر کے دوران ایک پرچی آئی' اس میں لکھا تھا کہ مولانا صاحب! میں ایک ہندو لڑکی ہوں اور بی۔اے میں پڑھتی ہوں' میرا گھر جلسہ گاہ کے بالکل ساتھ ہے' اس لیے کئی دن سے میں آپ کے جلسے میں ہونے والی تقریریں سن رہی ہوں' آج آپ کہہ رہے ہیں کہ دنیا میں کسی صفت اور کسی خوبی میں آپ کے نبی سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوسکتا' جب کہ اسی سٹیج پر کل ایک دوسرے مولانا تقریر کررہے تھے اور انہوں نے حاتم طائی کی سخاوت کا ایک واقعہ بیان کیا' انہوں نے بتایا کہ حاتم اتنا سخی تھا کہ اس نے لوگوں میں مال و دولت تقسیم کرنے کے لیے ایک محل بنوایا' جس کے سات دروازے رکھے کہ جو سائل جس دروازے سے بھی آئے' سوال کرے تو مراد پائے' ایک سائل ایک دروازے سے آیا حاتم نے اسے دیا' وہ پھر دوسرے دروازے سے آ گیا' حاتم نے پھر بھی اسے دیا' وہ تیسرے' چوتھے غرض ساتوں دروازوں پر آیا اور اس نے سوال کیا۔

حاتم نے ہر بار اسے دیا اور یہ نہیں کہا کہ تم اتنی بار لے چکے' اب بار بار کیوں چلے آتے ہو اور وہ سائل پھر پہلے دروازے پر مانگنے چلا آیا' حاتم کے ماتھے پر تب بھی شکن نہ آئی اور اس نے دست سخاوت پھر بھی نہ کھینچا۔ یہ واقعہ تاریخی اعتبار سے صحیح ہے یا غلط ہے' اس پر بحث مقصود نہیں' وہ اس لیے کہ یہ آپ کے اپنے سٹیج سے آپ کے اپنے عالم نے بیان کیا ہے' اس لیے اس کو صحیح ماننا ہی پڑے گا۔ اب آپ یہ فرمائیں کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ کسی خوبی میں کوئی آپ کے نبی سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا تو کوئی آپ کے نبی سے بڑھ کر سخی بھی نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر آپ حاتم کی سخاوت کے اس واقعے سے بڑھ کر اپنے نبی کی سخاوت کا کوئی واقعہ بیان کریں' ورنہ تسلیم کرلیں کہ حاتم آپ کے نبی سے بھی زیادہ سخی تھا۔ اس نے پرچی کے آخر میں یہ بھی تحریر کیا کہ آپ چاہے میرے اعتراض کا جواب دیں یا نہ دیں' لیکن یہ پرچی پڑھ کر مجمع کو سنا ضرور دیں۔ ایسا لکھنے سے ظاہر ہے کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ میرے اس اعتراض کا جواب تو کوئی دے نہیں سکے گا' اس طرح مسلمانوں کو ایک ہندو لڑکی کے اعتراض کے باعث خفت اور شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔

میں نے جب یہ پرچہ پڑھ کر سنایا تو سٹیج پر موجود علماء میں ایک اضطرابی کیفیت پیدا

ہوئی۔ وہ دراصل یہ سوچ رہے تھے کہ ایک طالب علم کھڑا تقریر کر رہا ہے۔ اگر اس سے صحیح جواب نہ بن پڑا تو بڑی کرکری ہو گی اور مجمع میں ایک دفعہ بات بگڑ جائے تو پھر اسے بنانا بڑا مشکل ہوتا ہے' لیکن میں نے ان علماء کے اضطراب کی طرف توجہ دیئے بغیر اس کا جواب دینا شروع کیا:

میں نے کہا کہ حاتم کے واقعے سے اگر کوئی یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ وہ بے حد سخی اور بڑا دیالو تھا تو یہ اُس کی کم فہمی ہے۔ اس واقعے سے تو اس کی کنجوسی اور کم ہمتی ثابت ہوتی ہے۔ ایک سائل آتا ہے' سوال کرتا ہے۔ حاتم اسے دیتا ہے' اس کی جھولی نہیں بھرتی' اس کی مراد پوری نہیں ہوتی' اس کی طلب ختم نہیں ہوتی' وہ دوبارہ جھولی پھیلاتا ہے' حاتم پھر اسے کچھ دیتا ہے' لیکن اب بھی اس نے اتنا کم دیا ہے کہ سائل دوبارہ سوال کرنے پر مجبور ہے۔ حاتم بار بار دیتا ہے' سائل کی طلب باقی رہتی ہے' وہ بار بار لوٹ کر آتا ہے' یہ کیسی سخاوت ہے؟ یہ تو کنجوسی ہے۔

اگر سخاوت کو دیکھنا ہے تو آؤ میرے آقا کی سخاوت دیکھو! تہجد کا وقت ہے' حضرت ربیعہ سرکار کے صحابی' سرکار کے جاں نثار' سرکار کو وضو کرا رہے ہیں' سرکار ان کی خدمت پر خوش ہوتے ہیں' دریائے رحمت جوش میں آتا ہے' فرماتے ہیں: ''سل یا ربیعة'' مانگ ربیعہ! کیا مانگتا ہے' ربیعہ عرض کرتے ہیں: ''اسئلك مرافقتك في الجنة'' سرکار میں جنت میں آپ سے آپ کی رفاقت طلب کرتا ہوں' سرکار فرماتے ہیں: ''اوغیر ذلك'' یہ تو ہم نے تجھے عطا کر دیا' تیرا سوال پورا ہوا' کچھ اور مانگنا ہو تو وہ بھی مانگ لے' ربیعہ عرض کرتے ہیں: ''هكذا یا رسول الله'' سرکار' اللہ کے رسول! میرے لیے یہی سب کچھ ہے' سب کچھ خدا سے مانگ لیا' تجھ کو مانگ کر۔ جب آپ ﷺ مل گئے تو اور کیا چاہیے' سرکار پھر فرماتے ہیں: ''او غیر ذلك'' ربیعہ کچھ لے' ربیعہ کہتے ہیں: سرکار بس! یہی درکار تھا' دامن طلب میں اب بھلا کس شئی کی گنجائش ہو گی۔

ذرا دیکھو ایک طرف وہ سائل ہے' جو بار بار آتا ہے اور حاتم سے سوال کرتا ہے' ایک طرف یہ داتا ہیں' جو سائل سے بار بار کہتے ہیں کہ کچھ اور مانگ لو' تو اب تم خود فیصلہ کرو کون زیادہ سخی ہے۔

یہ واقعہ بیان فرمانے کے بعد اباجی قبلہ نے فرمایا کہ وہ ہندو لڑکی اس جواب کو سن کر مسلمان ہوگئی تھی اور حزب الاحناف کے سٹیج پر موجود علماء ششدر تھے کہ اتنا مکمل جواب اس نوجوان نے کیونکر دیا۔

(السعید ملتان' مدیر اعلیٰ سید حامد سعید کاظمی' جلد ۲' شوال ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۹۹۵ء' شمارہ ۳)

اب مترجم اپنی طرف سے حضور ﷺ کی جود و سخا کے متعلق چند احادیث مبارکہ ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

(۱) امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ نے ''نہیں'' فرمایا ہو۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا ''نہیں'' سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

(۲) امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام لانے پر جو چیز بھی طلب کی جاتی' آپ ﷺ وہ عطا فرما دیتے' ایک شخص آیا اور اس نے سوال کیا' آپ ﷺ نے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں دے دیں' وہ شخص اپنی قوم کی طرف واپس گیا اور کہنے لگا: اے لوگو! مسلمان ہو جاؤ' کیونکہ محمد (ﷺ) اتنا دیتے ہیں کہ فقر و فاقہ کا اندیشہ نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک آدمی صرف دنیا کی وجہ سے مسلمان ہوتا تھا' پھر اسلام لانے کے بعد اس کو اسلام' دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہو جاتا تھا۔

۳۶- مہمان کی عزت اور اس کے ساتھ نیکی کرنے کا بیان

حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہو' اسے چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور اس کی خاطر داری کرے' اس کی خاطر مدارات ایک دن اور ایک رات ہے اور اس کی ضیافت تین دن اور تین رات تک کرے اور اس سے زائد صدقہ ہے اور مہمان کے لیے یہ حلال نہیں

ہے کہ وہ اس (میزبان) کے پاس اتنی مدت قیام کرے کہ اسے گناہ گار کر دے اور حرج میں ڈالے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

مہمان کے لیے ایثار کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا (اور اس نے کہا: میں بھوک اور فاقہ سے ہوں) آپ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کی طرف پیغام بھیجا' انہوں نے کہا: ہمارے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون اس شخص کو اپنے ساتھ ملائے گا' یا فرمایا: کون اس کی مہمان نوازی کرے گا؟ انصار کے ایک مرد نے عرض کیا: ''میں'' اور وہ اس مہمان کو اپنے ساتھ گھر والوں کی طرف لے گئے اور اپنی بیوی سے جا کر کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہمان ہے' اس کی عزت اور خاطر مدارات کیجئے' بیوی نے کہا: ہمارے پاس تو بچوں کے کھانے کے سوا کچھ نہیں ہے' اس نے کہا: تم کھانا تیار کرنا' چراغ جلانا' رات کو کھانا کھانے کا ارادہ کریں گے تو بچوں کو سلا دینا' چنانچہ اس نے کھانا تیار کیا' چراغ روشن کیا اور بچوں کو سلا دیا' پھر اٹھی گویا کہ وہ چراغ کو ٹھیک کرنے لگی ہے اور اس کو بہانے سے بجھا ڈالا اور دونوں میاں بیوی ایسا ظاہر کرنے لگے' جیسے وہ مہمان کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں اور وہ رات بھوکے ہی سو گئے' جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ نے فرمایا: آج رات اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کے مطابق ضحک فرمایا' یا فرمایا: تم دونوں کے اس عمل پر بہت خوش ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے:

''وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O'' (الحشر: ۹) اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں O

تشریح اور حدیث الباب سے حاصل شدہ بعض فوائد کا بیان

شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک انصاری صحابی اپنے ساتھ ایک مہمان کو لے گئے' ان کے گھر میں صرف بچوں کے لیے کھانا تھا' انہوں نے بچوں کو بہلا کر سلا دیا اور چراغ بجھا کر مہمان کو کھانا کھلایا تو ان کی مدح میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: ''وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ'' (الحشر:۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اور آپ کے گھر والے زاہدانہ زندگی گزارتے تھے اور بھوک پر صبر کرتے تھے' کیونکہ اس مہمان کو کھانا کھلانے کے لیے نبی ﷺ کی کسی زوجہ کے گھر میں کوئی چیز نہیں تھی اور

- اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کی مہمان نوازی کے لیے قوم کے رئیس کو ابتداء کرنی چاہیے۔
- اور یہ کہ کسی شخص کی مصیبت میں اس کی غم خواری کرنی چاہیے۔
- اور مہمان کی تعظیم وتوقیر اور اس کے لیے ایثار کرنا چاہیے۔
- اس حدیث میں اس انصاری صحابی اور اس کی بیوی کی بھی فضیلت کا بیان ہے۔ نیز انہوں نے چراغ اس لیے بجھایا کہ مہمان یہ سمجھے کہ وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں' اس میں حیلہ کرنے کا جواز اور ثبوت ہے۔
- اور نیز انہوں نے بچوں کو بھوکا سلا دیا' حالانکہ بچوں کو کھانا کھلانا واجب ہے' یہ اس پر محمول ہے کہ بچوں کو شدید بھوک نہ تھی' ان کے اس ایثار کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی اور ان کے متعلق قرآن مجید میں یہ آیت نازل فرمائی۔
- علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مال دنیاوی مثلاً کھانے وغیرہ میں دوسروں کے لیے ایثار کرنا مستحسن ہے' البتہ عبادات میں دوسروں کے لیے ایثار کرنا جائز نہیں ہے۔

(شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۳۱۸' فرید بک سٹال' اردو بازار لاہور)

ابوبکر کتانی اور مشائخ کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ ابوجعفر الدینوری کا ایک بھائی تھا' اس کی عادت یہ تھی کہ وہ کسی ایک قریہ (گاؤں) میں ایک دن اور ایک رات سے زیادہ نہیں ٹھہرتا تھا' پھر آگے چل دیتا تھا' ایک مرتبہ وہ ایک گاؤں میں گیا تو وہاں بیمار ہو گیا اور سات دن گزر گئے' نہ کچھ کھایا اور نہ پیا اور سات دن تک گاؤں کے کسی آدمی نے اس کا حال تک نہ پوچھا' اور وہ اسی بیماری سے فوت ہو گیا' آٹھویں روز صبح کے وقت جب گاؤں والوں

نے اس کو مردہ حالت میں پایا تو اس کو غسل دیا' حنوط لگایا' کفن دیا' نماز جنازہ پڑھی اور دفن کے لیے اٹھا کر لے جا رہے تھے تو دیکھا کہ چاروں اطراف سے دیہاتوں کے لوگ اُمڈے چلے آ رہے ہیں' انہوں نے بتایا کہ ہم نے ایک چلانے والے کو چیخ چیخ کر ندا کرتے ہوئے سنا کہ تم میں سے جو شخص اللہ عزوجل کے اولیاء میں سے ایک ولی کے جنازہ میں شرکت کرنا چاہے' وہ فلاں گاؤں میں حاضر ہو جائے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد اسے دفنا دیا' پھر جب دوسرا دن ہوا تو صبح کے وقت لوگوں نے دیکھا کہ مسجد کے محراب میں کفن اور حنوط (خوشبو) پڑے ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ ایک خط بھی رکھا ہوا ہے' جس میں لکھا تھا کہ ''لا حاجة لنا في كفنكم هذا'' ہمیں آپ کے اس کفن وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ عزوجل کے اولیاء میں سے ایک ولی سات دن تک تمہارے درمیان مقیم رہا' تم لوگوں نے اس کی عیادت کی اور نہ اس کو تسلی دی۔ اسے پانی کا گھونٹ پلایا نہ کھانا کھلایا' حتیٰ کہ کسی نے اس کے ساتھ بات تک کرنا گوارا نہ کی۔

علامہ کتانی کہتے ہیں: پھر اس گاؤں والوں نے وہاں ایک مہمان سرائے تعمیر کروا دی تھی' جس میں مہمان کی ضیافت کی جاتی۔

عبداللہ بن جعفر کے غلام بُدیح بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں عبداللہ بن جعفر کے ہمراہ سفر میں گیا' ایک مقام پر ہم (خانہ بدوشوں کے) بالوں سے بنے ہوئے خیمہ کے ایک جانب اترے' صاحب خیمہ سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس کا تعلق قبیلہ بنو عذرہ سے ہے' ہم اسی حال میں تھے کہ ایک اعرابی (بادیہ نشین/ جانگلی) ہماری طرف اونٹنی کو لے کر آتا ہوا نظر آیا' حتیٰ کہ وہ ہمارے پاس آ کر رک گیا' پھر اس نے کہا: اے میرے قومی بھائیو! مجھے ایک چھری چاہیے' ہم نے اسے چھری لا کر دی تو اس نے اونٹنی کو نحر کیا اور پھر کہا: اس کا گوشت اپنے کام میں لاؤ۔ بدیح کہتا ہے کہ ہم نے دوسرے دن بھی وہیں قیام کیا' پس ہم نے دیکھا کہ وہ بزرگ عذری ایک اور اونٹنی کو ہانکتے ہوئے چلا آ رہا ہے' اس نے پھر چھری طلب کی تو ہم نے کہا: بے شک آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے پاس ابھی گوشت رکھا ہوا ہے (آپ اور اونٹنی کیوں ذبح کرتے ہیں؟) اس نے کہا: میرے سامنے' تم باسی گوشت کھاتے ہو بلاشبہ میں تمہیں کنجوس سمجھتا ہوں' چلو مجھے چھری لا کر دو' ہم نے اسے چھری پکڑا دی' پس اس نے اونٹنی کو

سینے سے نحر کیا اور پھر کہنے لگا: اب تم جانو اور یہ اونٹنی۔ بدیح کہتے ہیں: ہم گوشت اپنی منزل پر لے آئے' ابن جعفر نے اپنے خادم سے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا کیا سامان ہے؟ خادم نے کہا: ایک گانٹھ کپڑوں کی اور چار صد دینار ہیں۔ کہا کہ یہ شیخ عذری کے پاس لے جاؤ۔ بدیح کہتا ہے: خادم وہ کپڑے اور چار سو دینار لے کر گیا تو اس وقت خیمے میں ایک لڑکی تھی۔ خادم نے اس لڑکی سے کہا: یہ ابن جعفر کی طرف سے ہدیہ ہے' لے جاؤ۔ وہ لڑکی کہنے لگی: ہم لوگ مہمانی کا صلہ قبول نہیں کیا کرتے۔ خادم سامان واپس لے آیا اور ابن جعفر کو آ کر ساری بات بتادی۔ ابن جعفر نے اسے کہا: تم دوبارہ جاؤ اور یہ ہدیہ ان کو پیش کرو' اگر وہ قبول کر لیتے ہیں تو بہتر ورنہ ان کے خیمے کے دروازے پر پھینک کر آ جانا۔ خادم دوبارہ گیا تو لڑکی نے کہا: اللہ تمہارے مال اور جان میں برکتیں عطا فرمائے' اپنا سامان ہمارے پاس سے لے جائیں' ہماری قوم مہمانی پر کسی قسم کی جزاء کو قبول کرنے والی نہیں ہے' بخدا! اگر ہمارے بزرگ آ گئے اور انہوں نے اس حالت میں آپ کو یہاں دیکھ لیا تو وہ تمہیں بہت سختی سے ڈانٹ پلائیں گے' پھر آپ کو تکلیف ہوگی۔ بدیح کہتے ہیں کہ خادم کپڑوں کی گانٹھ اور اشرفیوں کی تھیلی خیمے کے دروازے پر پھینک کر چلا آیا' پھر ہم نے وہاں سے کوچ کر دیا' ابھی ہم نے تھوڑا سا ہی سفر کیا ہوگا کہ اچانک ہمیں کوئی سوار دور سے آتا ہوا دکھائی دیا' جب وہ ہمارے قریب آ گیا تو ہم نے دیکھا کہ وہ تو شیخ عذری ہیں اور ان کے ساتھ اشرفیوں کی تھیلی اور کپڑوں کی گانٹھ بھی ہے' اس نے یہ دونوں چیزیں ہماری طرف پھینکیں اور پیچھے مڑ گیا' ہم نے اس کے تعاقب میں نظریں لگا کر دیکھنا شروع کر دیا کہ آیا وہ پیچھے کی طرف متوجہ ہو کر بھی دیکھتا ہے یا نہیں تو اس نے مطلق پیچھے کی جانب التفات اور توجہ نہیں کی' یہاں تک کہ دور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ عبداللہ بن جعفر کہتے جاتے تھے: ''ما غلبنا بالسخاء الا الشیخ العذری'' سخاوت میں شیخ عذری کے سوا ہم پر کوئی غالب نہیں آیا۔

حسین ابن محمد کہتے ہیں: میں نے ابوبکر بن عیاش سے سنا ہے' وہ بیان کرتے تھے کہ ایک شخص نے حاتم طائی سے پوچھا: کیا عرب میں آپ سے بھی بڑھ کر کوئی سخی شخص ہے؟ اس نے کہا: ہر عرب ہی مجھ سے زیادہ سخی ہے' پھر حاتم نے بات سنانا شروع کی اور کہا: ایک مرتبہ رات کے وقت میں عرب کے ایک یتیم لڑکے کے پاس مہمان ٹھہرا' اس کے پاس اپنی ایک سو

بکریاں تھیں‘ اس نے ان میں سے میری خاطر ایک بکری کو ذبح کیا اور بھون کر پیش کی‘ جب اس نے مغز پیش کیا تو میں نے کہا: یہ مغز کتنا اچھا ہے‘ حاتم نے بیان کیا کہ پھر وہ برابر مغز تیار کر کے لاتا رہا‘ یہاں تک کہ میں نے کہا: بس کریں کافی ہے‘ جب صبح ہوئی تو ہمیں معلوم ہوا کہ اس نے پوری سو کی سو بکریاں ذبح کر کے اپنے مہمان کو پیش کر دی ہیں اور اس کے پاس کوئی بکری باقی نہیں بچی۔ اس شخص نے حاتم سے پوچھا کہ آپ نے پھر اُس لڑکے کے ساتھ کیا نیکی کی؟ حاتم کہنے لگا: میں اگر اس لڑکے کے ساتھ ہر طرح کی نیکی بھی کروں تب بھی اس کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا نہیں کر سکوں گا‘ تاہم اپنے طور پر میں نے اسے اپنے اونٹوں میں سے ایک سو بہترین قسم کے اونٹ عطیہ دیئے۔

ایک اور واقعہ کا بیان

قاضی ابو القاسم سمنانی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں عرب کے ایک قبیلہ کے پاس مہمان ٹھہرا‘ اس قوم کے بزرگ نے مجھ سے کہا: قاضی صاحب! یہ مکانات اور ان گھروں کے مردوں کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! اس بزرگ نے کہا: یہ سب میرے بیٹے اور پوتے ہیں‘ جب میں جوان تھا تو حج بیت اللہ کے لیے جا رہا تھا‘ بنوطی کی قوم کے پاس سے ہمارا گزر ہوا‘ ان پر فقر کے آثار عیاں تھے‘ ہم ان کے قریب ہی اترے تا کہ ان کو مشکل میں نہ ڈالیں‘ ہمارے متصل قریب ہی ایک ژولیدہ اور پراگندہ سا گھر تھا‘ اس میں سے ایک خاتون نکلیں‘ اس نے ایک بوسیدہ سی چادر اوڑھ رکھی تھی اور اس نے ہمارے لیے ایک اونٹنی ذبح کی اور کہا: اے بھائیو! بخدا! میں نے تم سے کوئی چیز بچا کر ذخیرہ نہیں کی‘ جو کچھ میسر تھا اور میں پیش کر سکتی تھی‘ کر دیا ہے اور میرا ظاہر حال بھی میری سچائی پر ناطق ہے‘ پس یہ گوشت کھاؤ اور ہمارا عذر قبول کرو۔ اس نے جو کچھ کیا‘ ہمیں اچھا نہ لگا اور اس کے اس فعل پر ہمیں بڑا دکھ ہوا‘ اس خاتون نے بتایا کہ میں اس گھر میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتی ہوں‘ ہمارے مرد حضرات باہر گئے ہوئے ہیں اور ہمارا حال ان دنوں بہت کمزور اور ناگفتہ بہ ہے‘ ہم نے اس کے پیش کردہ کھانے میں سے کھایا اور اس عورت کے متعلق پوچھا تو ہمیں بتایا گیا کہ یہ اپنی قوم کی برگزیدہ خاتون ہے‘ اور یہ فقر و ناداری میں مبتلا ہے اور اکیلی ہے اور اس اونٹنی کے علاوہ اس کے پاس کوئی مال نہیں‘ اسی کے دودھ پر اس کی گزر اوقات ہوتی تھی اور ایک اور اونٹنی

بار برداری کے لیے اس کے پاس ہے' اب ہمیں اس کے فعل پر اور زیادہ غم ہوا' چنانچہ ہم قافلہ والوں نے مل کر کچھ سامان جمع کیا اور اس کو دیا تو وہ رو پڑی اور کہنے لگی: تمہارا یہ رویہ اچھا نہیں' کیا تم چاہتے ہو کہ میری بُری شہرت ہو' لوگ کہیں کہ فلاں قوم کی عورت مہمانی کی جزاء اور صلہ وصول کرتی ہے' کیا تم میرے دامن پر یہ دھبہ لگانا چاہتے ہو؟ میں نے اس سے کہا: شادی کرانے میں آپ کو کوئی رغبت نہیں ہے؟ اس نے کہا: بے شک آپ ایک شریف' ہم پلہ اور کفو ہیں' مگر یہ مناسب نہیں ہے' لوگ ہمارے بارے میں باتیں کریں گے کہ دیکھو جی! ایک مہمان اس کے پاس آیا اور اس نے اس سے شادی کر لی' اگر آپ بعد میں نکاح کا پیغام میرے خاندان کے پاس بھیجیں تو میں آپ کے ساتھ شادی کے لیے راضی ہوں۔ قاضی صاحب کہتے ہیں: میں نے حج ادا کیا اور پھر اس قوم کے بزرگ کے پاس آیا اور اس کے سامنے نکاح کا مسئلہ رکھا' اس نے خاتون کی طرف پیغام بھیجا اور اسے میرے بارے میں خبر دی' اس خاتون کا جواب آیا کہ میرا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے' تم جو فیصلہ کرو مجھے منظور ہوگا' پھر میرا اس عورت کے ساتھ عقد نکاح ہو گیا اور میں اسے سوار کر کے اپنے ساتھ لے آیا' پھر میں نے اپنے قبیلہ کے حاکم اور سردار کے پاس تجدید نکاح کی' بعد میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یکے بعد دیگرے اس سے میرے دس بیٹے ہوئے اور پھر اب میرے بیٹوں کے بھی کسی کے پانچ اور کسی کے سات بیٹے ہیں اور تین سے کم تو کسی کے نہیں (اور یہ سب سخاوت اور ہمدردی اور انسانی خدمت کا صلہ اور برکت ہے' جو اللہ تعالیٰ نے رونقیں لگا دی ہیں)۔

ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں کہ بنو شیبان نے بنو تمیم کی قوم کے ایک قبیلہ پر شب خون مارا اور لوٹ مار کی' انہوں نے ایک مرد کو دیکھا' جو گھوڑے پر سوار تھا تو اس کو قیدی بنا کر لے آئے' جب رات کی تاریکی ہوئی تو اس نے اپنی بیڑی کو کھولا اور بھاگ نکلا اور قبیلہ بنی طئی کے ایک آدمی کے پاس آ کر پناہ لے لی اور اس سے ضیافت کا سوال کیا تو اس نے قبول کر لیا اور وہ اپنی کوہان والی اونٹنی کی طرف اٹھا اور اس کو نحر کر دیا' جب صبح ہوئی تو وہ دوسری اونٹنی کی طرف نحر کرنے کے ارادہ سے کھڑا ہوا' تمیمی نے اس سے کہا: آپ کے پاس گوشت موجود ہے' اسے کیوں ذبح کرتے ہیں؟ بنو طئی کے اس آدمی نے جواب دیا کہ میں اپنے مہمان کو تازہ گوشت کھلایا کرتا ہوں (باسی گوشت ہم اپنے مہمانوں کو کبھی نہیں کھلاتے) پھر اس نے یہ اشعار

پڑھے:

ان ابی لما دعاه داعیة اوصی بما لابد ان سامضیه

بالضیف ان اکرم حین اثویه واغبط الکوماء حین اقریه

والجار احمی سریة واکفیه والصبر ان شب الوغاتلظیه

والکر فی اثر المضاف احمیه

○ "میرے باپ کی موت کا وقت آیا تو اُس نے مجھے جو ضروری وصیتیں کیں اور ان کو ہر حال میں پورا کرنا میرے اوپر لازم قرار دیا' وہ یہ تھیں کہ ایک تو یہ کہ مہمان کی عزت کرنا اور جب مہمان آئے تو اس کے لیے میں موٹی اور پلی ہوئی اونٹنی کے تازہ گوشت سے اس کی مہمانی اور ضیافت کروں اور دوسری بات یہ تھی کہ پڑوسی کی حمایت اور کفایت کرنا اور جنگ اور مصیبت کا زور ہو تو ثابت قدمی اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا"۔

وہ مہمان شخص قبیلۂ طی کے آدمی کے پاس تین دن مقیم رہا' پھر ایک دن اس کے دل میں خیال آیا کہ اگر میں اس کے اونٹ ہانک لے جاؤں تو اس کو کوئی نکیر نہ ہو گی' چنانچہ جب رات کا اندھیرا چھایا تو اس نے اپنی تلوار سونت لی' اونٹوں نے جب تلوار کو دیکھا تو ڈر کر منتشر ہو گئے' اس نے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے نیزے کے ساتھ اونٹوں کو موڑ موڑ کر جمع کرنا شروع کیا' اتنے میں طائی (میزبان) کی آنکھ کھل گئی' اس نے اپنی کمان پر چلہ چڑھایا' ترکش میں تیر ڈالے اور اس اونٹ چور کے تعاقب میں چل نکلا اور تھوڑی مسافت پر اُس کو جالیا' جب دیکھا تو کہا: اے شخص! بے شک تو تو میرا مہمان ہے اور اب اگر میں تیر مارتا ہوں تو تجھے ہلاک کر سکتا ہوں' بخدا! تو مجھے برانگیختہ کر رہا ہے کہ میں اپنے مہمان کا قاتل بنوں' اور عرب میں مجھے گالی دی جائے کہ میں مہمان کُش ہوں' تمیمی نے اس سے کہا: تو خود کو بچا لے۔ اس نے کہا: بے شک میں تجھے قتل کرنے والا ہوں' اس نے کہا: رہتا نہیں بڑا کہیں کا نشانے باز آیا' مجھے اس کی نشانی دکھا کر باور کراؤ کہ تم تیر سے مجھے قتل کر سکتے ہو؟ اس نے کہا: تم جو بھی چاہو علامت مقرر کر لو' میں اس پر صحیح نشانہ لگا کر تمہیں دکھاتا ہوں' اس نے کہا: چلو اس پتھر کو نشانہ لگاؤ' جو خیمے کے پاس پڑا ہے' اس نے تیر پھینکا تو وہ پتھر کو جا کر لگا اور اس میں نشان چھوڑ

گیا' پھر اس نے کہا: اچھا چلو' اب تم اس گوہ کو اپنے تیر کا نشانہ بناؤ' جو سامنے گارے کی بنی ہوئی دیوار پر چڑھ کر بیٹھی ہے' اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس گوہ کی دم کی جڑ میں نشانہ لگاؤں گا' پھر اس نے تیر چلایا اور دُم کو گوہ کی پیٹھ سے جدا کر کے دے مارا' یہ دیکھ کر وہ کہنے لگا: آپ اپنے اونٹ ہانک کر واپس لے جاسکتے ہیں' جب وہ ہانک کر لے جانے لگا تو پھر رک کر کہنے لگا: مجھے گمان ہوتا ہے کہ تجھے محتاجی نے اونٹ لے جانے پر آمادہ کیا' وہ بولا: بات تو اسی طرح ہے' تو وہ کہنے لگا: چلیں آپ ان میں پچاس اونٹ جو پسند ہوں چن لیں' جب اس نے پچاس اونٹ منتخب کر لیے تو کہا: میں نے تجھ سے اچھا کوئی میزبان دیکھا ہے نہ تجھ سے بہتر غیر نواز دیکھا ہے اور نہ تجھ سے زیادہ بہادر شخص دیکھا ہے' یہ سن کر اس نے اپنا منہ ڈھانپ لیا اور پھر کہا: یہ تمام اونٹ جمع کر کے تم لے جاؤ' بخدا! تم نے جو کچھ کہا ہے' اس کے بعد کوئی باقی نہ رہے' پس اس نے تمام اونٹوں کو اکٹھا کیا اور اپنی قوم سے جا ملا۔

مہمان نوازی کے آداب واحکام اور مسائل کا بیان

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ مہمان کو ناپسند نہ کرو' جو شخص مہمان کو ناپسند کرتا ہے' اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کو ناپسند کرتا ہے۔ حضور ﷺ کے غلام ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس ایک مہمان آیا تو حضور ﷺ نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھ کر مہمان کی ضیافت کی۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

مہمانوں کی دعوت سے شہرت اور فخر کا ارادہ نہ کرے بلکہ مقصود مہمان کو خوش کرنا ہو اور حضور ﷺ کی سنت کو اپنانے کا ارادہ کرے۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

جب تمہارے پاس کوئی مہمان آئے تو اس کی ضیافت کے وقت تمہارے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ وہ اس دعوت کے عوض میں تمہیں کوئی چیز دے گا یا تم اس سے کوئی دنیوی مطلوب حاصل کرو گے' ورنہ اس دعوت سے نہ اخلاص کی دولت نصیب ہوگی نہ سرکار

دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت حاصل ہو گی۔اصل طریقہ یہ ہے کہ مہمان کے ساتھ کھانا کھانا چاہیے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اگر ایک دو دن کے بعد مہمان رخصت کا ارادہ ظاہر کرے تو میزبان کو چاہیے کہ وہ مہمان کو تنہا کھانا کھانے کا موقع دے' ممکن ہے کہ میزبان کا ساتھ کھانا کھانا اس کو گراں گزرتا ہو۔

امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: حضرت سیدی علی خواص فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل نہیں ہوتا' جب تک کہ وہ اپنے پاس آنے والے ہر مہمان کی تعظیم وتکریم نہ کرے اور (جب تک) یہ خیال نہ کرے کہ یہ لوگ اس کے پاس اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں' ان کے آنے پر خوش ہو اور سنت نبوی کے مطابق ان سے حسن سلوک اور ان کی خاطر تواضع کرے۔

نیز انہوں نے فرمایا: اگر کسی دوسرے شیخ' استاذ یا کسی دوسرے صاحب منصب کے مریدین' تلامذہ اور متعلقین کسی شخص کے ہاں مہمان ہو کر جائیں تو ان کے سامنے ان کے ممدوح کی شان میں کوئی کلمہ تنقیص نہ کہے اور نہ ان لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے جو ان کے ممدوحین سے منقطع ہونے کا سبب ہو' بلکہ جس قدر ممکن ہو' ان کے سامنے ان کے ممدوحین کی وہ خوبیاں بیان کرے' جو در اصل ان میں موجود ہوں۔

(امام عبدالوہاب شعرانی لواقع القدسیہ ص ۴۴۶۔۴۴۵' بحوالہ شرح صحیح مسلم' جلد اوّل' کتاب الایمان' فرید بک سٹال' لاہور)

شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ:

مہمان نوازی مہمان کے رتبہ کے لحاظ سے کی جائے گی' مثلاً اگر کوئی شخص امیر تاجر مہمان ہو تو اس کی مہمان نوازی اس کے مرتبہ کے لحاظ سے کی جائے اور اگر کوئی عام مزدور مہمان ہو تو اس کی مہمان نوازی اس کی حیثیت سے کی جائے گی۔اسی طرح رشتہ داروں کے قرب و بُعد اور دوستوں کے ساتھ تعلقات کی ترتیب کے لحاظ سے سلوک میں حسب مراتب فرق ہو گا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ننزل الناس منازلھم'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ ان کے منصب اور مرتبہ کے مطابق سلوک کریں۔

۳۷- ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ حق ہیں:

(۱) جب اس سے ملاقات کرے تو سلام کرے (۲) جب اس کو چھینک آئے تو اس کا جواب دے (۳) جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے (۴) جب وہ فوت ہو تو اس کے جنازہ میں حاضر ہو (۵) جب وہ دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کرے۔

امام مسلم نے اپنی روایت میں یہ الفاظ بھی روایت کیے' جن کا معنی یہ ہے کہ جب وہ تم سے نصیحت طلب کرے تو اس کو نصیحت کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے' وہ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو رسوا کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ:

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے! ''ماتواد اثنان فوق بینھما بذنب یحدث احدھما'' ''کہ دو شخصوں میں سے کسی ایک کے قصور کی وجہ سے اگر ان کے درمیان تفریق اور جدائی ہوگئی تو ان کے درمیان مودت نہیں پائی گئی''۔

اور فرماتے تھے کہ ایک مسلمان شخص کے لیے اس کے (مسلمان) بھائی پر چھ نیکی کے احکام واجب ہیں: (۱) جب وہ چھینک لے تو اس کو جواب دے (۲) اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے (۳) اور جب وہ غائب ہو تو اس کی خیر اور بھلائی چاہے (۴) اور جب (وہ سفر سے آئے تو) اس کی ملاقات کے لیے حاضر ہو اور اس کو سلام کرے (۴) اور جب وہ دعوت کرے تو اس کی دعوت کو قبول کرے (۵) جب وہ فوت ہو تو اس کے جنازہ میں شرکت کرے (۶) اور آپ نے تین دن سے زیادہ کسی شخص کے لیے اپنے مسلم بھائی کو چھوڑ رکھنے کو

ممنوع قرار دیا ہے (یعنی اس سے قطع رحمی کرنے سے منع فرمایا)۔

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چار حقوق ہیں:

(۱) دعوت قبول کرنا (۲) چھینک کا جواب دینا (۳) بیمار ہونے پر اس کی عیادت کرنا (۴) اور مرنے پر اس کے جنازہ میں حاضر ہونا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں:

(۱) جب ملاقات ہو سلام کرے (۲) جب اس کو چھینک آئے تو چھینک کا جواب دے (۳) جب وہ کھانے پر بلائے تو اس کی دعوت کو قبول کرے (۴) جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے (۵) جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرے (۶) اور ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسند کرے' جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

فائدہ: حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''معرفة یوم مودة ' ومعرفة شهر قرابة ' ومعرفة سنة رحم ماسة ' ومن وصلها وصله اللّٰه ' ومن قطعها قطعه اللّٰه''۔

ایک دن کی جان پہچان دوستی ہے اور ایک ماہ جان پہچان رشتہ داری (کی طرح) ہے اور ایک سال شناسائی ذی رحم رشتہ کی مثل ہے' جس نے اس کو ملایا' اس کو اللہ تعالیٰ ملے گا اور جس نے اس رشتہ رحم کو قطع کیا' اللہ تعالیٰ بھی اس کو کاٹ دیتا ہے۔

۳۸- قرض دینے کے ثواب کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

میں جنت میں داخل ہوا تو اس کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا: ''الصدقة بعشر ' والقرض بثمانية عشر'' صدقہ کرنے پر دس اور قرض دینے پر اٹھارہ نیکیوں کا ثواب ملتا ہے' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: میں نے دریافت فرمایا: یا جبریل! صدقہ کی دس اور قرضے کی اٹھارہ نیکیاں کیونکر ہوئیں؟ انہوں نے کہا: اس لیے کہ صدقہ مال دار اور نادار دونوں کے ہاتھ

لگ جاتا ہے اور قرضہ صرف اسی کے ہاتھ میں جاتا ہے' جو اس کا محتاج ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ اپنے اباجی رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے دادا جان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ حنین کے موقع پر مجھ سے تیس یا چالیس ہزار قرضہ لیا اور جب آپ جنگ سے واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ قرضہ مجھے ادا کر دیا' پھر دعا دیتے ہوئے فرمایا:

"بارك الله لك في اهلك ومالك' وانما جزاء السلف الوفاء والحمد"

اللہ تعالیٰ آپ کے گھر بار اور مال میں برکت دے' قرضہ کی جزاء اور بدلہ یہی ہوتا ہے کہ اس کو پورا واپس کر دیا جائے اور قرضہ دینے والے کا شکریہ ادا کیا جائے۔

۳۹- تنگ دست کو مہلت دینے کے ثواب کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا' وہ اپنے نوکر سے کہتا تھا: جب تم کسی تنگ دست آدمی کے پاس جاؤ تو اس سے درگزر کر لینا' ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمالے' سو جب اس کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر کر لیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم سے پہلی امتوں میں سے ایک مرد تھا' فرشتہ جب اس کے پاس اس کی روح قبض کرنے آیا تو اس نے کہا: کیا تم نے اچھا کام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ اس سے کہا گیا: سوچ لو! اس نے کہا: اور تو میں کچھ نہیں جانتا' البتہ ایک کام یاد آ رہا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ لین دین اور کاروبار کرتا تھا تو میں تنگ دست کو مہلت دیتا اور خوش حال آدمی سے درگزر کر لیتا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جنگ میں داخل فرما دیا۔

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں کے ایک مرد کا حساب لیا گیا' اس کے پاس کوئی نیکی نہیں پائی گئی' الّا یہ کہ وہ مالدار اور خوش حال آدمی تھا اور لوگوں سے گھل مل کر رہتا تھا اور وہ اپنے کارندوں سے کہتا تھا کہ تنگ دست اور غریب آدمی سے درگزر کرنا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس سے زیادہ درگزر کرنے کے

حق دار ہیں' اس سے درگزر کرو۔

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مقروض کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا' اللہ تبارک وتعالیٰ اس دن اس کو اپنے سایۂ رحمت میں رکھے گا' جس میں اس کے سایۂ رحمت کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے تنگ دست (مقروض) کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا' قیامت کے دن اللہ عزوجل اس کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہو کہ اس کی دعا قبول ہو اور اس کی مصیبت دور ہو' اسے چاہیے کہ کسی تنگ دست آدمی کی تنگی کو دور کرے (یعنی تم کسی پر مہربانی کرو' خدا تم پر مہربانی فرمائے گا)۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا کسی آدمی پر حق ہو (یعنی قرض ہو) اور وہ اسے قرض کی وصولی کو مؤخر کر دے تو اسے ہر دن کے بدلے میں صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔

محمد بن کعب القرظی کہتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا ایک شخص پر قرض تھا' آپ جب بھی اس کے پاس قرض کی واپسی کا تقاضا کرنے جاتے' وہ آپ سے چھپ جاتا' ایک دن آپ اس کے گھر آئے تو اندر سے ایک بچہ نکلا' آپ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہاں جی! وہ گھر میں ہیں اور کھانا کھا رہے ہیں' آپ نے اسے آواز دی کہ ارے بھائی! باہر آیئے' مجھے خبر ہوگئی ہے کہ آپ یہیں ہیں۔ وہ باہر آیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ کس وجہ سے مجھے دیکھ کر غائب ہو جاتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں تنگ دست ہوں اور میرے پاس قرض کی ادائیگی کے لیے کوئی چیز نہیں ہے' آپ نے فرمایا: کیا تو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ تو مفلس ہے؟ اس نے کہا: ہاں' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ (یہ سن کر) رو دیئے اور پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جس نے کسی مقروض آدمی کو مہلت دی یا اس کے قرض کو معاف کر دیا' وہ قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہوگا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے

سنا ہے کہ جس بندے نے کسی تنگ دست آدمی کو مہلت دی یا کسی مقروض کو معاف کر دیا' اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ (رحمت) میں رکھے گا' جس دن سایۂ خداوندی کے سوا کوئی سایہ نہیں ہو گا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مقررہ تاریخ آنے کے بعد کسی مفلس اور تنگ دست کو مہلت دی تو اسے ہر دن کے بدلے (قرض کے برابر) صدقہ دینے کا ثواب ملے گا۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے مجھ سے بات کی اور کہا کہ محمد بن سوقہ کا مجھ پر قرض ہے' آپ ان کے پاس جائیں اور کہیں کہ وہ مجھے کچھ مدت کے لیے مہلت دے دیں' چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور وہ اپنے گھر کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھ سے آنے کا سبب دریافت کیا' میں نے کہا: ایک شخص کا آپ کے ساتھ لین دین کا معاملہ ہے' اس نے مجھے کہا کہ میں آپ سے سفارش کروں کہ آپ اس کو قرض ادا کرنے کی مدت بڑھا دیں اور اسے مہلت دے دیں' انہوں نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ میں نے بتایا کہ فلاں ہے' انہوں نے کہا کہ اس کے ذمہ تو ہمارا بہت مال ہے' پھر فرمانے لگے کہ تمہارے تشریف لانے کے سبب ہم نے اس کا آدھا قرضہ معاف کیا اور اگر آپ ہمارے ساتھ آج کا کھانا کھائیں تو میں اس شخص کا سارا قرض معاف کر دوں گا' میں نے کہا: میں ایسا کرنے کو تیار ہوں' پس انہوں نے مجھے بہت اچھا کھانا کھلایا' پھر وہ میرے پاس اس شخص کا بہی کھاتہ نکال لائے اور کہا: یہ لیجئے! ہم نے آپ کی خاطر اس کا سارا قرض معاف کر دیا اور اس کو مکمل طور پر قرض سے بری الذمہ قرار دیتے ہیں۔

قرض معاف کرنے کے مسائل اور فضائل

علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں:

مقروض کو مہلت دینا واجب ہے اور اس کے قرض کو معاف کر دینا مستحب ہے' خواہ پورا قرض معاف کیا جائے یا اس کا کچھ حصہ معاف کیا جائے' ان احادیث کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی نیک کام کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے' ہو سکتا ہے کہ اسی کی وجہ سے نجات ہو جائے' اسی طرح کسی برائی کے کام کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے' کیا پتا اس میں گرفت ہو جائے۔

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرض وصول کرنا اور قرض داروں کو مہلت دینا اور ان سے درگزر کرنا' نوکروں کے سپرد کیا جا سکتا ہے' ہر چند کہ یہ ہم سے پہلی شریعت کا حکم ہے' لیکن چونکہ ہماری شریعت میں اس سے منع نہیں کیا گیا' اس لیے یہ احادیث حجت ہو سکتی ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے لکھا ہے:

فرض نفل سے ستر درجہ زیادہ افضل ہوتا ہے' لیکن چند مسائل میں نفل کو فرض پر فضیلت ہے:

اوّل: تنگ دست مقروض کو مہلت دینا واجب ہے اور اس کو معاف کر دینا مستحب ہے اور یہ واجب سے افضل ہے۔

دوم: ابتداءً سلام کرنا جواب دینے سے افضل ہے۔

سوم: وقت سے پہلے وضو کرنا وقت ہو جانے کے بعد وضو کرنے سے افضل ہے۔

(مرقات ج ۶ ص ۹۸' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ' بحوالہ شرح مسلم' ج ۴)

۴۰- صدقہ کی فضیلت اور ثواب کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حلال کمائی سے صدقہ کرتا ہے' خواہ وہ ایک کھجور کے مساوی ہو اور اللہ تعالیٰ عزوجل پاکیزہ مال کے سوا قبول نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے' پھر اس کو صدقہ دینے کے لیے پالتا ہے' جس طرح تم میں سے کوئی شخص گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پرورش کر کے بڑا کرتا ہے' حتیٰ کہ وہ پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص پاکیزہ مال سے صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال کے سوا قبول نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے' خواہ وہ ایک کھجور ہو' پھر وہ صدقہ رحمٰن کے ہاتھ میں بڑھتا رہتا ہے' یہاں تک کہ وہ پہاڑ سے زیادہ ہو جاتا ہے' جس طرح تم میں سے کوئی شخص گھوڑے یا اونٹ کے بچے کی پرورش اور نشو و نما کرتا ہے (تو وہ بڑا ہو جاتا ہے)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ صدقہ

اس شخص کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے جس پر صدقہ کیا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ عزوجل کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کو صدقہ کرنے) کے ساتھ ہو اور جو شخص کھجور کا ٹکڑا نہ پائے تو وہ ایک اچھی بات کے ساتھ (ہی سہی' دوزخ سے بچے)۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس طرح کلام فرمائے گا کہ رب تعالیٰ اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا (یعنی براہِ راست بات ہوگی) بندہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اسے اس کے سوا جو اس نے آگے بھیجا' کچھ نظر نہیں آئے گا اور وہ اپنی بائیں طرف دیکھے گا تو اسے کچھ نظر نہ آئے گا' ماسوا اس کے جو اس نے آگے بھیجا ہے اور جب وہ اپنے سامنے کی طرف دیکھے گا تو آگ اس کے استقبال کو کھڑی ہوگی' پس تم میں سے ہر شخص دوزخ سے بچنے کی طاقت بھر کوشش کرے اور اگرچہ کھجور کے ٹکڑے کے ساتھ ہی ہو' اتنا ہی کر گزرے۔

خدا کی راہ میں صدقہ کرنے کی فضیلت

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے مہار ڈالی ہوئی اونٹنی اللہ عزوجل کی راہ میں صدقہ کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تمہیں اس کے بدلے میں سات سو اونٹنیاں ملیں گی اور ان سب کے نکیل ڈلی ہوگی۔

زائد مال کو سوشل ویلفیئر اور رفاہی کاموں میں خرچ کر دینا مستحب ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی سواری پر لوگوں کے اردگرد چکر لگا رہا ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس فالتو سواری ہو' وہ اپنی زائد سواری کسی ایسے شخص کو دے دے' جس کے پاس کوئی سواری نہیں اور جس کے پاس فالتو زادِ راہ ہو' وہ اس شخص کو یہ زادِ راہ دے دے' جس کے پاس زادِ راہ نہیں ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال کی اقسام اتنی تفصیل سے بیان کیں کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ ہم میں سے کسی کا اپنی ضرورت سے زائد چیز میں کوئی حق نہیں ہے۔

مسلم شریف میں اس طرح روایت ہے کہ:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' اچانک ایک شخص آیا جو اپنی اونٹنی پر سوار تھا اور اس نے ہمارے رائٹ لفٹ راؤنڈ لگانا شروع کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس سپئیر کنوینس ہو' وہ اس کو دے دے' جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس فالتو زادِ سفر ہو' وہ ایسے شخص کو یہ دے دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال کی اتنی اصناف کا ذکر کیا کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی کا فالتو اشیاء میں حق ہی نہیں ہے۔

گھوڑے' اونٹنی پر سوار ہو کر آنے والے سائل کو خیرات دینا

میرے استاذ گرامی حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ' علامہ یحییٰ بن شرف نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صدقہ پر برانگیختہ کرنے' سخاوت کرنے' لوگوں کے ساتھ غمگساری اور خیر خواہی کرنے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر ہے اور یہ کہ جو شخص قوم کا امیر ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو کسی ضرورت مند کی خیر خواہی اور غمگساری کی تلقین کرے۔

اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت مند کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے آپ کو عطا کے لیے پیش کر دے اور سوال نہ کرے' جیسے ایک شاعر کہتا ہے ؂

ااذکر حاجتی ام قد کفانی شیمتك ان شیمتك الحیاء

کیا میں اپنی حاجت کو بیان کروں یا آپ کی خصلتِ کریمہ کو ہی کافی سمجھوں کیونکہ آپ کو اپنی حیاء دار طبیعت کی وجہ سے سائل کو خالی لوٹانا باعثِ شرم محسوس ہوتا ہے۔

جیسا کہ اس حدیث میں ہے: وہ سوار آ کر دائیں بائیں گھورنے لگا اور اس کا دائیں بائیں کا جائزہ لینا' اس قصد سے تھا کہ ان میں سے کوئی اس کی مدد کرنے والا ہے یا نہیں؟ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت مند مسافر کی مدد اور اس کی خیر خواہی کرنا چاہیے خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو (اور چاہے ٹیکسی' موٹر سائیکل' مرسڈیز' لینڈ کروزر اور پجارو پر ہو اور چاہے ہوائی جہاز پر سوار ہو کر آئے' جیسے وقف ہسپتالوں' میموریل اداروں اور ٹرسٹیز کے

ناظمین اور سفیر حضرات اور دینی مدارس اور جامعات کے مہتممین اور نظماء صدقات وخیرات' عشر وزکوٰۃ اور چندہ جمع کرنے کے لیے ان ذرائع مواصلات کا استعمال کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب) اور اچھا لباس پہنے ہوئے ہو' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کے اپنے وطن میں اس کے پاس پیسے ہوں اور وہ مال دار ہو اور یہاں سفر میں اس کو کسی افتاد کی وجہ سے ضرورت کا سامنا ہو' اسی وجہ سے مسافر کو زکوٰۃ بھی دی جاتی ہے اور غالباً اسی وجہ سے آپ نے فرمایا ہے: تم پر سائل کا حق ہے' خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہو۔

(علامہ نووی متوفی ۶۷۶ ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۸۱' نور محمد اصح المطابع' کراچی' بحوالہ شرح صحیح مسلم' اردو ج ۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ مال سے کچھ کم نہیں کرتا۔

نوٹ: ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ''ما نقصت صدقة من مال'' صدقہ سے مال میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس حدیث کی علماء نے دو توجیہات ذکر فرمائی ہیں:

(۱) اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والے کے مال میں برکت ڈال دیتا ہے اور اس سے نقصانات کو دور فرما دیتا ہے اور اس خفیہ برکت سے بادی النظر میں اور ظاہری طور پر جو کمی واقع ہوئی تھی' اس کو پورا فرما دیتا ہے اور اس چیز کا حسی طور پر اور عادۃً عقل ادراک کرتی ہے۔

(۲) اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ اگرچہ صوری لحاظ سے اور بہ ظاہر دیکھنے میں مال میں کمی ہوتی ہے' مگر اس کمی کو اللہ تعالیٰ اس طرح پورا فرما دیتا ہے کہ اس صدقہ کا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کو اجر وثواب عطا فرما دیتا ہے اور دنیا میں بھی اس کا مال کئی گنا بڑھا کر زیادہ کر دیتا ہے۔ (شرح مسلم ج ۱۶ ص ۱۴۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بہترین چیز صدقہ کر کے کسی کے ساتھ نیکی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے صدقہ کرنے کا بہت اچھا صلہ اور نعم البدل عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد بزرگوار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی جب کوئی بھی چیز صدقہ کرتا ہے تو وہ ستر شیطانوں کے جبڑوں کو چیر کر ان سے باہر نکل آتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا' اس وقت تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔

یزید کہتے ہیں:

حضرت ابوالخیر کا کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ جس میں وہ صدقہ نہ کریں' خواہ ایک عدد کیک' بسکٹ یا ایک پیاز وغیرہ ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''استنزلوا الرزق بالصدقة'' اگر تم چاہتے ہو کہ تم پر رزق کی بارش ہو تو صدقہ کرو۔

ابن ابی حازم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روزہ سے تھیں' آپ کے پاس دو روٹیاں تھیں اور اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی' ایک سائل آیا' آپ نے کنیز کو حکم دیا کہ ایک روٹی سائل کو دے دو' پھر ایک اور سائل آ گیا تو آپ نے دوسری روٹی بھی سائل کو دے دینے کا حکم فرمایا' کنیز نے دوسری روٹی سائل کو دینے سے انکار کیا تو آپ نے خود وہ روٹی پردے کے نیچے سے سائل کی طرف بڑھا دی' کنیز نے آپ سے کہا: دیکھ لیجئے! اب آپ روزہ کس چیز سے افطار کریں گی؟ جب افطاری کا وقت ہوا' کسی شخص نے دروازے پر دستک دی' کنیز نے پوچھا کہ کون؟ جواب ملا کہ آل فلاں کا قاصد اور فرستادہ ہوں؟ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر وہ مملوک (غلام) ہے تو اسے اندر بلالو' ناگاہ دیکھا کہ وہ ایک سالم بھنی ہوئی بکری اور روٹیاں اٹھائے ہوئے ہے' حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا کنیز سے فرمانے لگیں: آپ اندازہ لگائیں کہ تمہاری ایک روٹی سے بہتر کتنی روٹیاں یہاں آ گئی ہیں' بخدا! اس سے پہلے کبھی کوئی چیز اس گھرانے والوں نے مجھے ہدیہ نہیں کی۔

حضرت ابوحازم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن عصر کی نماز ادا کر کے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' آپ روزے سے تھے' جب مغرب ہوئی تو میں نے آپ

کے لڑکے سے کہا: حضرت کی افطاری لاؤ' اس نے کہا: ان کے لیے کوئی افطاری نہیں ہے' میں نے کہا: کھجور ہی لے آؤ' بولا: ایک کھجور بھی نہیں ہے۔ میں نے تو اس کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور میں نے کہا: یہ بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی ہیں اور آپ نے کیسی بزرگ ہستی کو ضائع کر دیا' اس نے کہا: جناب! اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے' انہوں نے آج اپنے خزانہ کا در کھولا تو سارا کچھ لوٹا دیا' اس میں گندم چھوڑی اور نہ کھجور اور نہ جو کا دانہ رہنے دیا' تمام کا تمام صدقہ کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آیت کریمہ ''مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ'' (البقرہ:۲۴۵) جو اللہ کو قرض حسن دیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے کئی گناہ بڑھا دیتا ہے' کی تفسیر میں فرمایا: ''قال الدرهم يضاعف الفي الف حسنة'' یعنی ایک درہم کو بڑھا کر دس لاکھ گنا نیکیاں عطا فرماتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ باہلی کی باندی نے مجھ سے بیان کیا اور کہا کہ ابو امامہ ایک ایسا عظیم مرد تھا کہ جس کو صدقہ کرنا بہت پسند تھا' وہ دیناروں' درہموں' پیسوں کو اور کھانے کی چیزوں کو حتیٰ کہ پیاز بھی جمع کر کے رکھ لیتا اور پھر جو سائل بھی دروازے پر آتا' اسے دیتا جاتا تھا' حتیٰ کہ جو چیز بھی مہیا ہو سکتی' عطا کر دیتا اور کچھ نہیں تو ایک پیاز ہی کسی کے ہاتھ پر رکھ دیتا تھا' ان کی باندی نے بیان کیا کہ ایک دن ہم نے اس حال میں صبح کی کہ ابو امامہ کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی اور نقدی میں سے مبلغ تین دینار تھے' ایک سائل آیا' آپ نے ایک دینار اس کو دے دیا' پھر ایک اور سائل آیا' ایک دینار اس کو دے دیا' پھر ایک اور سائل آیا' ایک دینار اسے دے کر فارغ ہوئے' باندی کہتی ہیں: مجھے بڑا غصہ آیا اور میں نے کہا: ہمارے لیے کوئی شئی نہیں بچی' پس ابو امامہ اپنے بستر پر دراز ہو گئے اور میں نے ان کے کمرے کا دروازہ بند کر دیا' یہاں تک کہ جب مؤذن نے ظہر کی نماز کے لیے اذان کہی تو میں نے آ کر ان کو جگایا اور وہ اٹھ کر مسجد کی طرف روزہ کی حالت میں چلے گئے' مجھے ان پر رحم آیا اور میں نے کسی سے قرض لے کر شام کے کھانے کی اشیاء خریدیں اور شام کا کھانا تیار کر کے رکھا اور چراغ بھی لا کر رکھ دیا اور دستر خوان لگا کر پھر میں ان کے بستر کی طرف گئی تا کہ اسے ٹھیک کر کے بچھا دوں' جب میں نے بستر کی چادر کو اٹھایا تو کیا دیکھتی

ہوں کہ چادر کے نیچے سونا پڑا ہے' میں نے دل میں کہا: یہ جو کچھ بھی کیا ہے صرف ان پر اعتماد کی وجہ سے کیا ہے کہ وہ یہ پیسے لایا ہے' جب میں نے گنے تو وہ تین سو دینار تھے' میں نے اسی طرح ان کو چادر کے نیچے رکھ دیا اور اتنے میں ابوامامہ بھی نماز ادا کر کے گھر آ گئے' کہتی ہیں: جب وہ کمرے میں داخل ہوئے اور کھانا وغیرہ ملاحظہ کیا' جو میں نے ان کے لیے تیار کیا تھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر بجالاتے ہوئے مسکرائے اور کہا: یہ اس سے افضل ہے' پھر بیٹھ گئے اور کھانا تناول کیا' میں نے ان سے کہا: اللہ تمہاری بخشش فرمائے' آپ یہ دولت جو لائے ہیں اسے پھر لٹانے کی جگہ پر رکھ دیا ہے' پوچھنے لگے: کیا بات ہے؟ میں نے کہا: آپ جو دینار لائے ہیں' ان کی بات کرتی ہوں اور ساتھ ہی میں نے چادر اٹھا کر وہ دینار ان کو دکھائے تو چادر کے نیچے دینار پڑے دیکھ کر گھبرا گئے اور کہنے لگے: تیرا بیڑا اترے' مرنے جوگی اے' یہ کیا ہے؟ کہتی ہیں: میں نے کہا کہ مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں ہے' میں نے تو اسی طرح یہ دینار یہاں پڑے ہوئے دیکھے ہیں' جس طرح آپ دیکھ رہے ہیں' کہتی ہیں: یہ سن کر وہ اور زیادہ پریشان ہو گئے۔

ایک حدیث میں آیا کہ ''اذا املقتم فتاجروا اللّٰہ بالصدقۃ'' جب تم نادار ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صدقہ کے ذریعے تجارت کرو (بس نفع ہی نفع ہے)۔

حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق منقول ہے کہ وہ جب بھی کوئی چیز صدقہ میں دیتے تو اس کا عوض اور بدلہ فوری ان کو مل جاتا تھا' حتیٰ کہ وہ کہا کرتے تھے: ''واغوثاہ! من سرعۃ الخلف'' اے میرے غوث! تو کس قدر جلدی صدقہ کے پیچھے ہی اس کا بدلہ عطا فرما دیتا ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو وراثت میں مال ملا تو اس نے کہا: اے میرے رب! میں ان پیسوں کی اچھی طرح حفاظت نہیں کر سکتا' اس لیے میں یہ پیسے تجھے دیتا ہوں تاکہ تو بوقت ضرورت مجھے عطا فرماتا رہے اور پھر اس نے وہ دراہم صدقہ کر دیئے' پس پھر کیا وہ شخص اپنی پوری زندگی میں کبھی محتاج نہیں ہوا' اسے جب بھی ضرورت پڑی' اللہ تعالیٰ فوراً اس کی مشکل حل فرما دیتا تھا۔

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مال دار پر اس کی

حاجت کے وقت رحم کرو' ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! مال دار کی حاجت کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: امیر اور خوش حال شخص کو بھی بسا اوقات حاجت پیش آ جاتی ہے (اور وہ اپنی خودداری اور سفید پوشی کے بھرم کی وجہ سے سوال کرنے سے جھجک محسوس کرتا ہے) تو ایسے غنی اور مال دار شخص (کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اس کو) ایک درہم صدقہ دینا' اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے ہے جس طرح تم نے ستر ہزار درہم خرچ کیے ہوں۔

حضرت بشر بن حارث بیان کرتے ہیں کہ صدقہ کرنا' حج' عمرہ اور جہاد کرنے سے افضل ہے' پھر فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ حج و عمرہ کرنے والا اور اسی طرح جہاد کرنے والا سوار ہو کر جاتا ہے اور واپس آتا ہے اور لوگ ان کو دیکھتے ہیں' جب کہ پوشیدہ صدقہ کرنے والے کو اللہ عزجل کے سوا کوئی نہیں دیکھتا (تو اس طرح اس کا یہ عمل ریاکاری سے خالی ہونے کی وجہ سے حج و عمرہ اور جہاد سے زیادہ فضیلت والا ہوا)۔

تشریح

اس باب کی بعض احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف پاک چیزوں کو قبول کرتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مال حرام سے صدقہ کرنا ناجائز ہے اور جس مال کی حرمت قطعی ہو' جیسے سود یا مالِ غیر اس کے ساتھ صدقہ کرنا کفر ہے اور ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر فقیر کو معلوم ہو جائے کہ یہ مال حرام ہے' اس کے باوجود فقیر اس مال کو لے کر دینے والے کے حق میں دعا کرے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ (شامی' مرقات وغیرہ)

اسی طرح بینک سے سود لینا ناجائز ہے' اس سود کو فقراء پر صدقہ کرنا بھی ناجائز ہے' اگر کسی شخص نے کسی سے ناجائز مال لے لیا ہے اور اس مال سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس مال کے مالک یا اس کے ورثاء کو تلاش کر کے وہ مال پہنچا دے اور اگر مالک یا اس کے ورثاء نہ ملیں تو مالک کی طرف سے اس مال کو فقراء پر صدقہ کر دے اور اپنے ذمہ سے برأت کی نیت کرے' اس کی نیت کا ثواب ہوگا۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حرام مال کھانا بھی دعا قبول نہ ہونے کا ایک سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے' آمین۔

(حضرت علامہ غلام رسول سعیدی/شرح صحیح مسلم ج ۲)

۴۱۔ صدقہ کے لیے پسندیدہ ترین اور عمدہ چیز اختیار کرنے کا بیان

تندرست اور حریص آدمی کا صدقہ زیادہ افضل ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یارسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں ضرور خبر دی جائے گی' سنو! تم اس حال میں صدقہ دو کہ تم تندرست ہو' حریص ہو' فقر کا خوف کرتے ہو اور مال داری کی حرص رکھتے ہو اور صدقہ دینے میں اتنی تاخیر نہ کرنا کہ تمہاری جان حلقوم تک پہنچ جائے اور پھر تم کہو: اتنا فلاں کا' اتنا فلاں کا حالانکہ (اب تم کہو نہ کہو) فلاں کا اتنا ہو چکا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں انصار میں سب سے زیادہ مال دار آدمی تھے اور آپ کا محبوب ترین مال باغِ بیرحاء تھا' جو مسجد نبوی کے سامنے تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس باغ میں تشریف لے جاتے تھے اور اس کا صاف ستھرا میٹھا پانی نوش فرماتے تھے۔ حضرت انس کہتے ہیں: جب یہ آیت کریمہ ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ'' (آل عمران:۹۲) تم نیکی کو ہرگز حاصل نہیں کر سکو گے حتیٰ کہ اپنی محبوب ترین چیز میں سے خرچ کرو' نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ اٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: ''تم نیکی کو نہ پا سکو گے یہاں تک کہ اپنی پسندیدہ چیز خرچ کر دو' ' اور مجھے اپنے اموال میں سے سب سے زیادہ محبوب بیرحاء کا باغ ہے اور وہ اللہ کے لیے صدقہ ہے اور میں اس سے عنداللہ ثواب اور ذخیرہ آخرت کا امیدوار ہوں' یارسول اللہ! آپ اس باغ کو جہاں چاہیں لگا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خوب! یہ نفع آور مال ہے یا فرمایا: رائج مال ہے' حضرت ابن مسلمہ کو شک ہوا۔ تم نے جو کچھ کہا میں نے سن لیا ہے' میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو' پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین ملی تو وہ اس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے خیبر میں ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے زیادہ عمدہ اور نفیس مال مجھے کبھی نہیں ملا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے متعلق مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین کو اپنے پاس رکھو اور اس (کی آمدن اور پیداوار) کو صدقہ (وقف) کردو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس زمین کو اس شرط کے ساتھ صدقہ (وقف) کردیا کہ اصل زمین کو نہ فروخت کیا جائے نہ خریدا جائے' نہ اس میں وراثت ہو اور نہ اس کو ہبہ کیا جائے' حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اس کو فقراء' قرابت داروں' غلاموں کو آزادی دلانے' اللہ کے راستوں' مسافروں اور مہمانوں میں صدقہ (وقف) کردیا اور یہ کہ جو شخص اس زمین کا متولی بنے گا' اگر وہ بھی معروف طریقے کے مطابق اس سے خود کھائے یا اپنے دوستوں کو کھلائے تو کوئی گناہ نہیں ہے' لیکن اس سے مال جمع کرنا نہ شروع کردے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بیان کی' جب میں ''غیر متمول'' پر پہنچا تو انہوں نے اس کی جگہ ''غیر متاثل'' کہا' ابن عون رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: جس نے اس دستاویز کو پڑھا تھا' اس نے بتایا کہ اس میں ''غیر متاثل مالاً'' ہے۔

حضرت عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی ایک لونڈی جس کا نام رمیثہ تھا' اس کو آزاد کردیا اور کہا کہ میں اللہ عزوجل کو اپنی کتاب (قرآن مجید) میں یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنتا ہوں کہ ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ'' (آل عمران: ۹۲) تم ہرگز نیکی کو نہیں پاسکو گے یہاں تک کہ اپنی پسندیدہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور اللہ کی قسم کہ بلاشبہ مجھے اگر دنیا میں (سے) تجھ سے محبت تھی تو جاؤ اللہ عزوجل کی راہ میں تم آزاد ہو۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت یہ تھی کہ جب انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز بہت زیادہ اچھی لگتی تو وہ اسے اپنے رب عزوجل کے لیے قربان کردیتے تھے' حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ کے غلام آپ کی یہ عادت جان گئے

تھے اس لیے آپ کا کوئی غلام بہت مستعدی کے ساتھ مسجد میں جاتا اور مسجد میں جانا اپنے اوپر لازم کر لیتا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس غلام کو جب اس اچھی حالت پر دیکھتے تو اس کو آزاد کر دیتے تھے آپ کے ساتھی آپ سے کہتے: اے ابوعبدالرحمٰن! بخدا! آپ کے یہ غلام آپ کو دھوکا دینے کے لیے ایسا کرتے ہیں حضرت ابن عمر ان ساتھیوں کو جواب دیتے: ٹھیک ہے اگر وہ ہمیں اللہ کی راہ میں دھوکا بھی دیتے ہیں تو خیر ہے ہم اللہ کی خوشنودی حاصل کریں گے چاہے ہمیں کوئی دھوکا ہی دے (ہم خوشی سے یہ دھوکے کھائیں گے جس سے ہمارا مولیٰ کریم راضی ہو)۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے ایک مرتبہ یہ بھی دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی ایک عمدہ نسل کی اونٹنی جو انہوں نے بہت سے مال کے عوض خریدی تھی اس پر سوار ہو کر جا رہے ہیں۔ جب آپ کو اس کی چال بہت پسند آئی تو اسی جگہ اونٹنی کو بٹھا دیا اور اونٹنی سے اتر گئے اور پھر فرمایا: اے نافع! اس کی مہار اور نکیل نکال لو اور اس کے اوپر سے کجاوہ اتار لو اور اس کو جُل پہنچا دو اور اس کو اِشعار کر کے قربانی کے لیے مخصوص اونٹنیوں میں اسے شامل کر دو۔

ایثار و قربانی کی قابل رشک مثال

حضرت سعید بن ابی ھلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مقام جحفہ میں اترے اور آپ بیمار تھے فرمانے لگے: میرا مچھلی کھانے کو دل کرتا ہے ساتھیوں نے مچھلی تلاش کی مگر صرف ایک ہی مچھلی ملی آپ کی بیوی حضرت صفیہ بنت ابی عبید رضی اللہ عنہا نے اس کو بنایا اور پھر تل کر آپ کی خدمت میں پیش کی اتنے میں ایک سائل آ کر آپ کے پاس کھڑا ہو گیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سائل سے فرمایا: یہ لو آپ کی اہلیہ محترمہ نے کہا: سبحان اللہ! آپ نے ہمیں مچھلی تلاش کرنے اور پھر اس کو تیار کرنے میں تھکا مارا اور اب سائل کو دینے لگے ہیں اسے دینے کے لیے ہمارے پاس زادِ راہ موجود ہے اس میں سے ہم سائل کو دے دیتے ہیں (آپ مچھلی خود کھائیں اتنی چاہت سے آپ نے منگوائی تھی) فرمانے لگے:

"ان عبد اللّٰہ یحبہ" بے شک عبداللہ کو یہ محبوب و مرغوب جو ہے۔

اس لیے کہ اللہ کی راہ میں دے رہا ہوں کیونکہ رب کا فرمان ہے کہ "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ

حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ''(آل عمران: ۹۲) ''تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکو گے یہاں تک کہ اپنی پسندیدہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرو''۔

حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ربیع ابن خیثم رضی اللہ عنہ کے دروازے پر سائل آیا تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے فرمایا: اس کو شکر کھلاؤ' انہوں نے کہا: یہ شکر کو کیا کرے گا؟ ہم اس کو روٹی کھلاتے ہیں' وہ اس کے لیے زیادہ مفید ہے۔ حضرت ربیع نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! بس تم اس کو شکر کھلاؤ کیونکہ ربیع کو شکر پسند ہے۔

حضرت ہشام اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں کوئی چیز دینے لگے تو ایسی چیز نہ دے جسے وہ اپنے کسی باعزت شخص کو دیتے ہوئے شرم محسوس کرے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ عزت والا ہے اور وہ زیادہ اس بات کا حق دار ہے کہ اس کی راہ میں سب سے اچھی چیز دی جائے۔

۴۲- صدقہ چھپا کر دینے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا' جس دن اللہ تعالیٰ کے سائے کے سوا کسی کا سایا نہیں ہوگا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سات میں سے ایک اس شخص کا ذکر فرمایا' جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو' جو اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا ہے۔

فائدہ: (ا) اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے سایا سے مراد عرش الٰہی کا سایا ہے اور صدقہ نفلی چھپا کر دینا افضل ہے اور صدقہ فرضیہ یعنی زکوٰۃ علی الاعلان دینی چاہیے تاکہ دوسروں کے لیے بھی اس سے یاددہانی ہو جائے۔

(ب) وہ سات لوگ جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں ہوں گے' کون ہیں؟

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات لوگ اس دن اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوں گے' جس دن اللہ تعالیٰ کے سائے کے علاوہ کسی کا سایا نہ ہو گا: (ا) امام عادل (۲) وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مست رہے (۳) وہ شخص جس

کا دل مسجد میں اٹکا رہے (۴) وہ دو شخص جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس پر اکٹھے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی بناء پر ہی جدا ہوں (۵) وہ شخص جسے کوئی منصب والی اور جمال والی عورت (برائی کی) دعوت دے (اور وہ شخص اس منصب اور جمال والی عورت کی گناہ کی دعوت پر منہ کالا نہ کرے) اور کہہ دے کہ میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں (۶) وہ شخص جو پوشیدگی کے ساتھ صدقہ دے' یہاں تک کہ اس کے دائیں ہاتھ نے جو خرچ کیا ہے' اس کے بائیں ہاتھ کو اس کا علم نہ ہو (۷) اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تین شخصوں کو پسند فرماتا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں ایک اس شخص کا بھی ذکر فرمایا' جو ایک قوم میں رہتا ہو اور اس قوم کے پاس ان کا کوئی قرابت دار آتا ہے اور وہ ان کا مہمان بننا چاہتا ہے' لیکن وہ لوگ اس کو اپنا مہمان ٹھہرانے میں بخل کرتے ہیں اور وہ واپس لوٹنے لگتا ہے تو ان میں سے ایک شخص اس کو کچھ عطیہ دیتا ہے اور وہ اس عطیہ دینے کو اس طرح مخفی رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس شخص کے سوا جس کو عطیہ دیا گیا' کوئی اور دیکھنے والا نہیں ہوتا (تو یہ پوشیدہ طور پر عطیہ دینے والا شخص بھی ان تین اشخاص میں سے ایک ہے' جو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں)۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو اس نے ڈولنا اور ہلنا شروع کر دیا تو اللہ نے پہاڑ پیدا کر کے اس پر نصب فرما دیئے' اب زمین لرزنے سے رک گئی' فرشتوں کو پہاڑ کی سختی دیکھ کر حیرت ہوئی' رب تعالیٰ سے عرض کرنے لگے: یا رب! تیری مخلوق میں کوئی پہاڑوں سے زیادہ سخت چیز بھی ہے؟ فرمایا: ہاں! لوہا' فرشتوں نے عرض کیا: یا رب! لوہے سے زیادہ سخت کوئی چیز ہے؟ فرمایا: ہاں! آگ' عرض کیا: یا رب! آگ سے بھی زیادہ کوئی سخت چیز ہے؟ فرمایا: ہاں! پانی' عرض کیا: پانی سے بھی زیادہ سخت کوئی شئی ہے؟ فرمایا: ہاں! ہوا' عرض کیا: ہوا سے زیادہ کوئی سخت چیز ہے؟ فرمایا: ہاں! ابن آدم کہ دائیں ہاتھ سے صدقہ دیتا ہے اور اس کو اپنے

بائیں ہاتھ سے مخفی رکھتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رازداری سے صدقہ دینا رب تبارک وتعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے' انہوں نے کہا: بے شک مجھے اپنے مال میں سے بیر حاء کا باغ سب سے زیادہ پسند ہے اور وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے اور اگر میرے لیے اس کو پوشیدہ رکھنا ممکن ہوتا تو میں اس کا اعلان نہ کرتا۔

حضرت زین العابدین سیدنا علی ابن حسین رضی اللہ عنہما کا جب انتقال ہوا تو ایک سو گھرانوں کا روزینہ بند ہو گیا' حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ رات کے وقت یہ راشن اپنی پشت مبارک پر اٹھا کر ان سب گھروں میں دے دے کر آتے اور ان لوگوں کو شناخت نہ ہونے دیتے تھے کہ آپ کون ہیں۔

ابو عبداللہ الحاکم بیان کرتے ہیں: میں نے ابو سعید بن ابی بکر بن ابی عثمان سے سنا' انہوں نے کہا: میرے دادا نے بعض سرحدی معاملات اور خطرات کے دفاع کے لیے امداد طلب کی جس میں تاخیر ہو گئی اور ان کا ہاتھ بہت زیادہ تنگ ہو گیا تو وہ تمام لوگوں کے سامنے رو پڑے' یہ صورتِ حال دیکھ کر ابو عمرو ابن نجید' مغرب کے بعد میرے دادا کے پاس آئے اور ان کی خدمت میں دو ہزار دراہم کی ایک تھیلی پیش کرتے ہوئے کہا: یہ رقم آپ اس مقصد میں خرچ کر لیں جس سلسلے میں امداد پہنچنے میں تاخیر ہو گئی ہے' چنانچہ ابو عثمان اس سے خوش ہوئے اور انہیں دعائیں دیں اور جب ابو عثمان بیٹھ گئے تو حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر کہا:

اے لوگو! میں ابو عمرو کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید کرتا ہوں' ان کے اس عمل خیر کے سبب کیونکہ انہوں نے اس معاملہ میں ایک پوری جماعت اور قوم کی نیابت اور نمائندگی کر دی ہے کیونکہ انہوں نے اتنا اور اتنا بوجھ تنہا آپنے کندھوں پر اٹھایا ہے' دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے انہیں جزائے خیر عطاء فرمائے' (یہ کلماتِ تحسین سن کر) ابو عمرو سرِ عام کھڑے ہو گئے اور کہا:

یہ مال میں اپنی ماں کے مال میں سے اٹھا لایا ہوں اور وہ اس پر خوش نہیں تھیں' لہٰذا مناسب یہی ہے کہ آپ مجھے مال واپس کر دیں تاکہ میں اپنی والدہ کو ان کا مال واپس لوٹا

سکوں' چنانچہ ابوعثمان نے وہ دراہم کی تھیلی تمام لوگوں کے سامنے واپس کر دی اور لوگ اِدھر اُدھر چلے گئے' جب رات کی تاریکی چھا گئی تو ابوعمرو' ابوعثمان کے پاس مال کی تھیلی لے کر دوبارہ حاضر ہوئے اور کہا: کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ آپ یہ رقم اسی مہم میں صرف کریں لیکن ہم دونوں کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو خبر تک نہ ہو' یہ سن کر ابوعثمان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگے: میں ابوعمرو کی بلند ہمتی سے بہت متاثر ہوا ہوں (کیونکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ رقم بھی خرچ ہو جائے اور شہرت اور ریاکاری بھی نہ ہو' اسی لیے انہوں نے یہ حیلہ کیا تھا)۔

۴۳- نادار شخص کے صدقہ دینے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یارسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: محنت کش' کم مال والے شخص کا صدقہ کرنا اور صدقہ دینے کی ابتداء اپنے عیال سے کرو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: تنگ دست شخص کا اپنی محنت و مشقت کی کمائی سے صدقہ دینا اور رازداری سے کسی فقیر کو صدقہ دینا افضل ہے۔

۴۴- حسب توفیق صدقہ دینا چاہیے اگرچہ تھوڑا سا ہی ہو

حضرت عبدالرحمٰن بن بجید اپنی دادی حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں' آپ ان لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی' وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ایک مسکین میرے دروازے پر آ کر کھڑا ہو جائے اور میں اس کو دینے کے لیے کوئی چیز نہ پاؤں تو کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارے پاس ایک جلے ہوئے کھر کے سوا اس کو دینے کے لیے اور کوئی چیز نہ ہو تو وہی اسے دے دو۔

حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ عتیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ کے پاس بہت ساری عورتیں جمع تھیں' اسی دوران

میں ایک سائل آیا' آپ نے اس کے لیے ایک عدد انگور دینے کا حکم فرمایا' عورتوں کو اس پر تعجب ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا: بے شک اس میں بہت سے بیج اور دانے ہیں۔

۴۵- سائل کے حق کا بیان

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سائل کے لیے حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔

حضرت ابن بجید اپنی دادی جان سے روایت کرتے ہیں' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سائل کو کچھ نہ کچھ دے کر لوٹاؤ خواہ جلا ہوا کھر ہی ہو۔

حضرت ابن حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا کھانا کھا رہے تھے' اچانک سائل آ گیا' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''یرزقنا اللہ وایاك'' اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور آپ کو بھی رزق دے' تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! جب کھانا رکھا ہوا ہو تو پھر معذرت نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت ابن عتیبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب کوئی سائل سوال کرے تو اس کا حق (ادا کرنا) واجب ہے' پھر اس کو تھوڑا یا بہت' کچھ نہ کچھ دے کر واپس بھیجنا چاہیے۔

حضرت حسن فرماتے تھے کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو اپنے اہل و عیال کو سخت تاکید کرتے اور قسم دے کر کہتے تھے کہ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹانا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بعض اوقات لوگوں کے پاس سائل آتے ہیں' وہ نہ تو انسان ہوتے ہیں اور نہ جن' بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہوتے ہیں' جو آدمیوں کا امتحان لینے اور ان کی آزمائش کرنے آتے ہیں تاکہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو رزق دیا ہے' وہ اس میں کیسے تصرف کرتے ہیں۔

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن حسین (سیدنا زین العابدین) رضی اللہ عنہما کے پاس جب کوئی سائل آتا تو اس کو خوش آمدید کہتے اور فرماتے: ''خوش آمدید ہے اس شخص کے لیے جو میرا توشہ آخرت کی طرف اٹھا کر لے جاتا ہے!''۔

۴۶- آدمی کا مال باقی وہی ہے جو اس نے صدقہ دے دیا ہے

حضرت مطرف اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سورہ ''الھاکم التکاثر'' کی تلاوت فرما رہے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی کہتا ہے کہ میرا مال' میرا مال' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تیرا مال صرف وہی ہے جو تو نے کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بندہ کہتا ہے کہ میرا مال' میرا مال' حالانکہ اس کے لیے اس کے مال میں سے صرف تین چیزیں ہیں' جو اس نے کھا کر فنا کر دیا' جو پہن کر بوسیدہ کر دیا یا جو کسی کو دے کر (آخرت کا) ذخیرہ کر لیا' اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے' وہ جانے والا ہے اور وہ اس کو لوگوں کے لیے چھوڑ جانے والا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا اس میں سے کچھ باقی ہے؟ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: صرف اس کا ایک بازو (دستی) باقی ہے' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بازو کے علاوہ باقی سارا باقی ہے (یعنی جو ہمارے پاس بچا ہوا ہے وہ تو باقی نہیں' جو صدقہ کر دیا ہے وہ اللہ کے ہاں ہمارے لیے باقی رہے گا اجر و ثواب کے لحاظ سے)۔

۴۷- صدقہ دینے سے بلائیں اور مصیبتیں ٹل جاتی ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک صدقہ رب تعالیٰ کے غصے کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور بُری موت سے بچا لیتا ہے''۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل صدقہ کرنے سے ستر قسم کی بدترین ہلاکتوں کو دور کر دیتا ہے''۔

حضرت حارث بن نعمان بن سالم کہتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدقہ ستر قسم کی مصیبتوں کو روک دیتا ہے' ان میں سے سب سے ہلکی مصیبت کوڑھ اور برص (پھلبہری) کی بیماری ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شئی عمر میں اضافہ کرتی ہے تو وہ صدقہ کرنا ہے اور وہ (صدقہ) ستر نوع کی مصیبتیں روک دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرنے میں جلدی کرو کیونکہ بلا صدقہ کو نہیں پھلانگتی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات کا صدقہ رب عزوجل کے غضب اور غصہ کو ختم کر دیتا ہے اور دن کا صدقہ گناہوں (کے سبب لاحق ہونے والی دوزخ کی آگ) کو اس طرح بجھاتا ہے' جس طرح پانی آگ کو بجھاتا ہے۔

حضرت جابر بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسکین شخص کو کچھ عطا کرنا بُری موت سے بچاتا ہے۔

حضرت سالم بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام کی امت میں ایک شخص تھا' جو لوگوں کو تکلیف پہنچاتا تھا' لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ اس شخص کے خلاف دعا کریں' حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ تمہیں اس شخص کی اذیت سے بچایا جائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص ہر روز جنگل کی طرف جاتا اور وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا تھا' اس دن بھی وہ لکڑیاں اکٹھی کرنے کے لیے جنگل کی طرف گیا اور اس کے پاس دو روٹیاں تھیں' اس نے ایک روٹی خود کھالی اور دوسری روٹی صدقہ کر دی اور پھر وہ لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر صحیح سلامت اپنے گھر واپس لوٹ آیا' لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے پاس آ کر شکایت کی کہ حضرت! وہ شخص تو صحیح سلامت لکڑیاں لے کر واپس آ گیا ہے' اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا' آپ نے فرمایا: اسے بلا کر لاؤ' جب وہ آیا تو آپ نے اس سے پوچھا: تو نے آج کون سا نیک عمل کیا تھا؟ اس نے عرض کیا: جب میں گھر سے کام کے لیے نکلا تو میرے پاس دو عدد روٹیاں تھیں' ان میں سے ایک روٹی میں نے صدقہ کر دی اور دوسری خود کھالی' راوی کہتے ہیں: حضرت صالح

علیہ السلام نے فرمایا: تو اپنا لکڑیوں کا گٹھا کھول' اس نے جب گٹھا کھولا تو اچانک اس میں سے ایک بہت بڑا اژدھا نکلا' جس نے ایک موٹی سی لکڑی میں اپنے دانت گاڑ رکھے تھے' راوی کہتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: تیرے صدقہ نے تجھے اس سانپ سے بچالیا ہے۔

ابوسفیان سے روایت ہے کہ مغیث بن سمی بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کا ایک راہب ساٹھ سال صومعہ میں عبادت میں مشغول رہا' ایک دن اس نے بلندی سے زمین کی طرف نظر کی تو اس کو زمین بہت اچھی لگی' اس نے اپنے دل سے کہا: میں زمین میں چل پھر کر اس کا نظارہ کروں گا' پس وہ صومعہ (گرجا) سے نیچے اترا اور اس نے اپنے ساتھ کھانے کے لیے ایک روٹی بھی لے لی' ایک عورت سے اس کا سامنا ہو گیا' اس عورت نے جب اپنے چہرے سے پردہ اٹھایا تو یہ راہب اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکا اور اس کے ساتھ زنا کر ڈالا' ادھر اس کی موت کا وقت قریب آ گیا اور وہ اسی حالت پر تھا کہ اس کے پاس ایک منگتا آیا' پس اس نے روٹی اس سائل کو عطا کر دی اور مر گیا' اب اس کے ساٹھ سال کے اعمال لائے گئے اور ان کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا گیا اور دوسرے پلڑے میں اس کا وہ گناہ رکھ دیا گیا تو وہ زنا کاری والا بُرا عمل ساٹھ سال کی عبادت پر بھاری نکلا' حتیٰ کہ وہ روٹی (دینے کی نیکی) کو لایا گیا اور اس کے عمل بد کے برابر رکھا گیا تو وہ روٹی (عطا کرنے کی نیکی) اس گناہ پر بھاری ثابت ہوئی۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: اے میرے بیٹو! صاحب رغیف (یعنی روٹی صدقہ کرنے والے شخص کے واقعہ) کو یاد کرو' پھر وہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرد تھا' جو صومعہ (گرجا) میں عبادت میں مشغول رہتا تھا اور میرا خیال ہے کہ اس نے ستر سال عبادت میں گزار دیئے تھے اور اتنے عرصہ میں وہ صومعہ (عبادت گاہ) سے نیچے نہیں اترتا تھا' صرف ایک دن وہ نیچے اترا تو شیطان ایک نوجوان عورت کے روپ میں اس کے سامنے ظاہر ہوا اور وہ عابد شخص سات دن یا سات راتیں اس خوبصورت نوجوان عورت کے ساتھ رہا' پھر ایک دن اس کی عقل پر پڑا ہوا پردۂ غفلت دور ہوا تو وہ توبہ کرنے کے لیے نکلا اور وہ چلا جا رہا تھا اور ہر قدم پر نماز پڑھتا اور سجدہ کرتا جا رہا تھا' رات کو اس نے ایک دکان (تکیہ) پر قیام کیا'

وہاں بارہ مسکین تھے' وہ سفر سے تھک چکا تھا' اس نے خود کو وہاں دو آدمیوں کے درمیان ڈال دیا اور وہاں ایک راہب (عبادت گزار) رہتا تھا' جو ہر رات ان مسکینوں کے لیے روٹی بھیجتا تھا اور ہر شخص کو ایک روٹی ملتی تھی' جب وہ روٹی لانے والا شخص آیا تو اس نے حسب سابق ہر انسان کو ایک ایک روٹی دے دی' جب وہ اس شخص کے پاس سے گزرا' جو توبہ کی نیت سے نکلا تھا تو اس نے مسکین سمجھ کر ایک روٹی اس کو بھی دے دی' اب ایک مسکین روٹی ملنے سے محروم رہ گیا' اس نے روٹیاں بانٹنے والے شخص سے کہا: کیا وجہ ہے کہ آج تم نے مجھے روٹی نہیں دی؟ تو اس نے کہا: کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں نے کنجوسی کرتے ہوئے تیری روٹی روک لی ہے؟ اپنے ساتھیوں سے پوچھو کہ تم میں سے کسی کو دو روٹیاں تو نہیں مل گئیں؟ انہوں نے کہا: نہیں' تو اس نے کہا: تم یہ سمجھ رہے ہو گے کہ میں نے تمہاری روٹی روک لی ہے' اللہ کی قسم! آج رات میں تجھے کوئی چیز نہیں دوں گا؟ اس توبہ کرنے کے ارادہ سے نکلے ہوئے شخص نے ارادہ کیا کہ وہ روٹی جو اس کو دی گئی ہے' وہ اسے دے دے جو روٹی ملنے سے رہ گیا ہے' چنانچہ اس نے وہ روٹی حق دار کو دے دی اور پھر قضائے الٰہی سے وہ شخص فوت ہو گیا' اب اس کی ستر سال کی عبادت کو جب ان سات راتوں کے ساتھ جو اس نے ایک اجنبی عورت کے ساتھ گزاری تھیں تولا گیا تو اس کا سات راتوں کا بار گناہ اس کی ستر برس کی عبادت سے بھاری تھا' پھر جب اس روٹی کا وزن کیا گیا جو اس نے اس محروم رہ جانے والے شخص کو دی تھی اور خود نہیں کھائی تھی تو اس ایک روٹی کا وزن اس اجنبیہ عورت کے ساتھ گزاری ہوئی سات راتوں کے گناہ سے زیادہ بھاری تھا' یہ واقعہ سنانے کے بعد حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اے بیٹو! روٹی والے شخص کے واقعہ کو یاد کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ستر سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی' پھر ایک فاحشہ عورت کے ساتھ اس نے بدکاری کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے نیک عمل اکارت فرما دیئے' پھر وہ قحط میں مبتلا ہو گیا' ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک شخص مسکینوں پر کوئی چیز صدقہ کر رہا ہے' یہ بھی اس کے پاس چلا آیا اور اس سے ایک روٹی لے لی اور پھر وہ روٹی ایک مسکین پر صدقہ کر دی' اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی اور اس کے ستر سالہ نیک اعمال بھی اسے واپس لوٹا دیئے۔

حضرت ثابت بیان کرتے ہیں کہ ایک خاتون کھانا کھا رہی تھی کہ اس کے پاس ایک سائل نے آ کر صدا لگائی اور اس خاتون کے پاس کھانے میں سے صرف ایک لقمہ باقی تھا' جب اس نے وہ لقمہ اٹھایا اور اپنے منہ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو اس سائل نے روٹی کا سوال کیا' اس نے وہ لقمہ جو آدھا اس کے منہ میں اور آدھا باہر تھا' منہ سے نکال کر سائل کو کھلا دیا' اسی دوران میں ایک شیر ادھر آ نکلا اور اس نے اس عورت کے بچہ کو پکڑا اور چلتا بنا' وہ عورت کیا دیکھتی ہے کہ ایک مرد آتا ہے اور وہ شیر کو اس کے جبڑوں سے پکڑ لیتا ہے اور اس کے منہ سے بچے کو نکال کر اس بچہ کی ماں کے سپرد کر دیتا ہے اور کہتا ہے: ''ھا لقمه بلقمه'' یہ لیجئے! لقمہ کے بدلے میں لقمہ۔

یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی طرف مرفوعاً روایت کی گئی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں۔

سلامۃ بن مسکین بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص پرندوں کے گھونسلے اتار لیا کرتا تھا' پرندوں کے ایک جوڑے نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں التجا کی اور اس شخص کی شکایت پیش کی' اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے اس جوڑے کی طرف پیغام ارسال فرمایا کہ بے شک میں اس شخص کو ہلاک کرنے والا ہوں' اسی وقت وہ شخص گھر سے شکار کے لیے نکلا اور ایک مسکین سے اس کا سامنا ہو گیا' اس مرد کے پاس دوپہر کا کھانا تھا' اس نے وہ کھانا اس مسکین کو دے دیا' پھر وہ ایک درخت پر چڑھا اور اس نے پرندوں کے بچے پکڑ لیے' پرندوں کے جوڑے نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے اپنی ذات سے یہ عہد کیا ہے کہ میں کسی شخص کو ہلاک نہیں کروں گا' جس دن اس نے کوئی صدقہ دیا ہو۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا' اس نے اپنی مملکت والوں سے کہہ رکھا تھا کہ اگر تم میں سے کسی شخص نے کوئی چیز صدقہ کی تو میں اس کے ہاتھ کٹوا دوں گا' ایک مرد ایک عورت کے دروازے پر آیا اور کہا: تم مجھے کوئی صدقہ دو' اس عورت نے کہا: میں آپ پر کوئی چیز کیسے صدقہ کر سکتی ہوں جب کہ بادشاہ نے اعلان کر رکھا ہے کہ جو شخص بھی صدقہ دے گا تو میں اس کے دونوں ہاتھ کٹوا دوں گا؟ سائل نے کہا: جب تم مجھے صدقہ دو گی تو

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے لیے دعا کروں گا' پس اس عورت نے اس کو دو روٹیاں دے دیں' بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے اس عورت کی طرف آدمی بھیج کر اس کے ہاتھ کٹوا دیئے' پھر بادشاہ نے اپنی ماں سے کہا: مجھے کسی خوبصورت عورت کا پتا بتائیں' جس سے میں شادی کر لوں۔ اس کی ماں نے کہا: یہاں ایک نہایت خوبصورت عورت ہے' میں نے اس کی مثل حسین و جمیل عورت کبھی نہیں دیکھی اور لیکن اس میں ایک سخت عیب بھی ہے' بادشاہ نے پوچھا: اس میں کیا عیب ہے؟ ماں نے بتایا کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہیں' بادشاہ نے اس عورت کو اپنے ہاں بُلا بھیجا' جب اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ اس کو بہت اچھی لگی' بادشاہ نے اس عورت سے دریافت کیا کہ کیا تو مجھ سے شادی کرنا پسند کرے گی؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو بادشاہ نے اس کو نکاح کر کے اپنی بیویوں میں شامل کر لیا' اس کی سوکنات اس سے حسد کی آگ میں جلنے لگیں' بادشاہ کو جنگی مہم کے لیے باہر جانا پڑ گیا اور اس عورت کی سوکنات نے بادشاہ کو خط لکھا کہ آپ کی یہ نئی بیوی ایک بدکار عورت ہے اور اس نے آپ کے بعد ایک ناجائز بچے کو بھی جنم دیا ہے' بادشاہ نے اپنی ماں کو خط لکھا کہ وہ بچہ اس عورت کی گردن پر رکھ کر اور اس کے دونوں پہلوؤں پر مارتے ہوئے اس کو گھر سے صحرا کی طرف نکال دو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کی ماں نے اس عورت کو بُلایا اور بچے کو گردن پر اٹھانے کا حکم دیا اور اسے گھر سے صحراء کی طرف نکال دیا' اسی دوران میں کہ جب وہ چلی جا رہی تھی اور بچہ اس کی گردن پر بندھا ہوا تھا' وہ ایک نہر کے پاس سے گزر رہی تھی' جب وہ پانی پینے کی غرض سے نہر میں اتری تو بچہ اس کی گردن سے نہر میں گر کر ڈوب گیا' عورت نے وہاں بیٹھ کر رونا شروع کر دیا' اسی دوران میں وہاں سے دو مرد گزرے' انہوں نے اس عورت کو روتے ہوئے دیکھ کر اس سے دریافت کیا کہ تو کیوں رو رہی ہے؟ اس عورت نے انہیں بتایا کہ میں نے اپنے بیٹے کو گردن پر اٹھا رکھا تھا اور وہ پانی میں گر کر غرق ہو گیا ہے' ان دونوں شخصوں نے کہا کہ کیا تو پسند کرتی ہے کہ ہم تیرا بچہ نکال کر تجھے دے دیں؟ عورت نے کہا: ای واللہ! ہاں! اللہ کی قسم! راوی کہتے ہیں: ان دونوں شخصوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی' پس وہ بچہ پانی سے نکل آیا' پھر وہ دونوں کہنے لگے: کیا تو یہ پسند کرتی ہے کہ ہم تیرے دونوں ہاتھ واپس لوٹا دیں؟ عورت نے کہا: ہاں' پس انہوں نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دونوں ہاتھ

درست فرما دیئے' پھر وہ دونوں کہنے لگے: کیا تو جانتی ہے کہ ہم دونوں کون ہیں؟ عورت نے کہا: نہیں تو' انہوں نے کہا: ہم تیری وہ صدقہ کردہ دو روٹیاں ہیں جو تو نے ایک مسکین کو دی تھیں۔

حضرت مسعر بن قدام بیان کرتے ہیں کہ ایک عابد پہاڑ (کی غار میں) رہتا تھا اور عبادت میں مشغول رہتا' اس کے لیے ہر روز ایک سفید رنگ کا پرندہ دو روٹیاں لے کر آتا تھا' ایک دن جب وہ سفید پرندہ روٹیاں لے کر اس عابد کے پاس آیا' ادھر ایک سائل نے آ کر روٹی کا سوال کر دیا' عابد نے ایک روٹی اس کو دے دی' پھر ایک اور سائل آ گیا' عابد نے باقی ایک روٹی میں سے آدھی سائل کو دے دی اور آدھی اپنے لیے رکھ لی' لیکن پھر اس نے دل میں سوچا کہ یہ آدھی روٹی بخدا اس سے میں سیر ہوں گا اور نہ سائل کا پیٹ بھرے گا تو ہم دونوں میں ایک شخص کا سیر ہو کر کھا لینا دونوں کے بھوکا رہنے سے بہتر ہے' چنانچہ اس نے بقیہ آدھی روٹی بھی سائل کو دے دی اور خود بھوک کے ساتھ رات گزاری' رات کو اس کو خواب آتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے: مانگ' وہ عابد کہتا ہے: میں بخشش مانگتا ہوں' پھر اس سے کہا جاتا ہے: یہ چیز تو تمہیں عطا کر دی گئی ہے' اب اور بھی کچھ مانگ' عابد نے کہا: میرا سوال اور درخواست ہے کہ لوگوں پر بارش برسا دی جائے کیونکہ سخت قحط سالی ہے' پس اس کی دعا قبول ہوئی اور خوب بارش ہوئی۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص سمندر میں سفینہ پر سوار تھا تو وہ اپنے سفینہ اور اس میں سوار تمام ساتھیوں سمیت سمندر میں غرق ہو گیا اور کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا: سنو! فدیہ قبول ہو گیا اور زید کی فریاد رسی ہو گئی اور اس کا نام زید تھا' پس وہ لکڑی کے ایک تختے پر رہ گیا اور سمندر کی لہروں نے وہ تختہ ساحل پر لا پھینکا' جس سے وہ سلامت رہا (جب وہ گھر پہنچا تو) اس کی ماں نے کہا: بیٹا! تو نے سفر کے دوران میں کوئی بہت عجیب چیز دیکھی ہو تو بتاؤ؟ زید نے جہاز کے ڈوبنے اور اپنے ساتھ پیش آمدہ ماجرہ سنایا' اس کی ماں نے کہا: بے شک میں نے اس دن اس گھڑی ایک فقیر کو ایک درہم صدقہ دیا تھا اور میں نے یہ دعا کی تھی: "اللھم سلّم به ولدی ان رکب برّا او بحرا" یا اللہ! اس درہم کے صدقے تو میرے بیٹے کو اگر وہ خشکی یا سمندر کا سفر کر رہا ہو' سلامت رکھنا۔

محدث ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابوالحسن ابن فرات ابوجعفر بن بسطام سے کہتے تھے: اے ابوجعفر! حیف ہے، تم ہمیں اپنا روٹی والا قصہ کیوں نہیں سناتے، تو انہوں نے کہا: میری والدہ ماجدہ بوڑھی تھیں اور وہ بہت نیک عورت تھیں، ان کی عادت تھی کہ جب سے میں پیدا ہوا اس دن سے اپنی وفات تک وہ روزانہ میرے سرہانے کے نیچے ایک روٹی اور ایک درہم رکھ دیتی تھیں اور جب صبح ہوتی تو میرے نام کا صدقہ دے دیتی تھیں اور اب میں اپنی ماں کے اس طریقہ پر عمل کرتا ہوں، ابن فرات نے اس سے کہا: میں نے اس سے زیادہ عجیب بات نہیں سنی، یقین کر کہ میں تیرے متعلق بہت ہی بُری رائے رکھتا تھا۔

۴۸- حرام مال سے دیا ہوا صدقہ قبول نہیں ہوتا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حرام مال سے جو صدقہ دیا جائے، وہ قبول نہیں ہوتا اور اسی طرح طہارت (پاکیزگی) کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔

نوٹ: حرام مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ. (البقرہ:۲۶۷)

اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں پاک چیزوں سے خرچ کرو۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے مال حرام میں سے ثواب کی امید سے کسی فقیر کو کچھ دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر فقیر کو معلوم ہو کہ یہ شخص مال حرام سے بہ نیت ثواب صدقہ کر رہا ہے اور پھر اس کو دعا دے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ حرام مال کو مسجد یا کسی بھی کارِ خیر میں صرف کرنے کا یہی حکم ہے، پھر فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ اگر حرام مال کی حرمت قطعی تھی جیسے سود یا مال غیر، مثلاً چوری یا غصب کا مال یا رشوت وغیرہ تو اس کا ثواب کی نیت سے صدقہ کرنا کفر ہے، کیونکہ اس شخص نے حرام قطعی کو حلال قرار دیا کیونکہ حرام قطعی کو حلال قرار دینا کفر ہے اور اگر اس مال حرام کی حرمت ظنی تھی، مثلاً حرام اور حلال مال ملا جلا ہو یا فوٹو کھینچنے کی کمائی ہو تو اس مال کا صدقہ کرنا کفر نہیں، کیونکہ اس کی حرمت ظنی ہے، البتہ اس کا

صدقہ کرنا اور صدقہ لے کر اس پر دعا دینا گناہ سے خالی نہیں ہے۔

(علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار ج ۲ ص ۳۵ بحوالہ شرح مسلم ج ۱)

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ اب یہ بحث تفصیل طلب رہ جاتی ہے' جس شخص کے پاس مال حرام آ چکا ہو اور اب وہ اس پر نادم اور پریشان ہو اور آئندہ کے لیے تائب ہو تو وہ اس حرام مال کا کیا کرے؟ اس مسئلہ میں پہلا حکم تو یہ ہے کہ جس کا مال ہو اسے واپس کر دے اور اگر وہ زندہ نہ ہو تو اس کے ورثاء کو واپس کر دے (خواہ وہ مالِ حرام چوری کا ہو یا غصب کا' یا رشوت کا یا خیانت (کرپشن) کا یا سود وغیرہ کا) اگر مال کے مالک یا ورثاء کا پتا نہ چل سکے تو اس مال کے مالک کی طرف سے اس مال کو خیرات کر دے۔ اپنی طرف سے صدقہ کرنے کی نیت نہ کرے' بینک سے اگر سود لے لیا ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے' لیکن آج کل تمام بینک چونکہ قومی ملکیت میں ہیں اور حکومت ان کی متولی بلکہ مالک ہے' اس لیے بینک سے جو سود لے چکا' اس رقم کو حکومت کے کسی دفاعی یا رفاہی فنڈ میں داخل کر دے اور یہ نیت کرے کہ میں حکومت کا روپیہ اس کو واپس کر رہا ہوں۔

حضرت صالح المری رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے' وہ فرماتے تھے: "ایھا المتصدق علی المسکین یرحمہ ارحم من ظلمت"۔ اے مسکین آدمی پر (حرام مال سے) صدقہ کرنے والے شخص! تو اس مسکین پر تو رحم کر رہا ہے لیکن جس شخص پر (تو اس کا مال حرام ذریعے سے غصب کر کے) ظلم کرتا ہے' اس پر بھی رحم کر۔

۴۹- غلام آزاد کرنے کا ثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص کسی مومن غلام کو آزاد کرے گا' اللہ تعالیٰ غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں اس شخص کے ہر عضو کو دوزخ سے آزاد فرما دے گا' حتیٰ کہ غلام کے ہاتھ کے بدلے میں اس کے ہاتھ کو اور پاؤں کے بدلہ میں اس کے پاؤں کو اور عزت گاہ کے بدلہ میں عزت گاہ کو (آزاد فرما دے گا)۔

سعید بن مرجانہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ حدیث سنی تو میں نے جا کر اس کا ذکر علی بن حسین (امام زین العابدین رضی اللہ عنہما) سے کیا تو انہوں نے فرمایا: کیا تو نے یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے خود سنی ہے؟ سعید نے کہا: جی ہاں، علی بن حسین نے اپنے ایک غلام سے جو ان کے غلاموں میں سب سے بیش قیمت تھا، فرمایا: مطرف کو بلاؤ، سعید کہتے ہیں: جب وہ آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہوا تو فرمانے لگے: جاؤ! تم اللہ عزوجل کی رضا کے لیے آزاد ہو۔

حضرت عمرو بن عبسہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے ایک مسلمان شخص کو آزاد کیا، وہ جہنم سے اس کے لیے فدیہ ہو جائے گا۔

مالک بن عمرو القشیری بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے، وہ اس آزاد کرنے والے کے لیے دوزخ سے آزادی کا فدیہ بن جائے گا، اس کی ہر ہڈی (عضو) کے بدلے اس (غلام) کی ہر ہڈی (عضو) فدیہ ہو جائے گا۔

حضرت مالک بن حارث بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ فرماتے تھے کہ جس نے کسی مسلمان شخص کو آزاد کیا، وہ آزاد کرنے والے کے لیے دوزخ سے نجات کا سبب ہوگا اور غلام کا ہر عضو آزاد کرنے والے کے ہر عضو کا فدیہ بن جائے گا۔

غریف دیلمی کہتے ہیں کہ ہم واثلہ بن اسقع کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ ہمیں کوئی حدیث سناؤ، جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو تو انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنے ایک ساتھی کے مسئلہ کے بارے میں حاضر ہوئے، جس پر (فدیہ) واجب ہو چکا تھا، آپ نے فرمایا: اس کی طرف سے ایک غلام آزاد کر دو، اللہ عزوجل اس کے ہر عضو کے بدلہ میں اُس کا ہر عضو دوزخ سے آزاد فرما دے گا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کو دوہرا اجر ملے گا: (۱) ایک وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، پہلے اپنے نبی پر ایمان لایا ہو، پھر اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق بھی کی ہو اور ایمان لا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع بھی کی ہو، اس کو دوگنا اجر ملے گا (۲) اور دوسرا وہ عبد مملوک

ہے، جو اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتا ہو اور اپنے سائیں کا حق خدمت بھی ادا کرتا ہو' اس کو بھی دوگنا اجر ملے گا (۳) تیسرا وہ شخص ہے' جس کی کوئی باندی ہو' وہ اس کو کھانے پینے کو بھی اچھا دے اور اس کو بہترین ادب سکھائے اور پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اس کو بھی دوگنا اجر ملے گا' پھر شعبی نے کہا: جاؤ! اس حدیث کو بغیر کسی عوض کے لے جاؤ' ورنہ پہلے لوگ اس قسم کی حدیث کی تحصیل کے لیے مدینہ تک کا سفر کیا کرتے تھے۔

یہ الفاظ مسلم کے ہیں اور بخاری کی روایت یوں ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کو دوبارا اجر دیا جائے گا: (۱) ایک وہ مرد جس کی لونڈی ہو اور وہ اس کو بہترین کلچر سکھائے اور اس کو اعلیٰ تعلیم دلائے اور پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لے (۲) اور دوسرا وہ شخص ہے جو کسی کا مملوک (غلام) ہے اور وہ اپنے رب عزوجل کا حق بھی ادا کرتا ہو اور اپنے مالکوں کا حق خدمت بھی ادا کرتا ہو (۳) اور تیسرا وہ شخص ہے' جو (پہلے) اپنی کتاب (تورات یا انجیل وغیرہ) پر ایمان لایا اور (پھر) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لایا ہو۔

نوٹ: میرے استاذ ذی شان حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضہم فرماتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ دگنا اجر ملنے میں ان لوگوں کی کیا خصوصیت ہے جب کہ عام مسلمانوں کو ایک نیکی پر دس گنا اجر ملتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جن چیزوں پر عام مسلمانوں کو دس گنا اجر ملے گا' ان عبادتوں پر ان لوگوں کو بیس گنا اجر ملے گا' اسی طرح اجر و ثواب کے ہر شعبہ میں ان کا دگنا اجر و ثواب ہوگا۔

اہل علم کا اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ اہل کتاب کے مسلمان ہونے سے جو دگنا اجر ملتا ہے' یہ حکم قیامت تک کے لیے عام ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حکم عام نہیں' کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ○ وَاِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ○ اُولٰٓئِكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ	جن لوگوں کو ہم نے نزول قرآن سے پہلے کتاب دی اور وہ قرآن پر بھی ایمان لائے ○ اور جب ان پر اس قرآن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں:

مَّرَّتَيْنِ. (القصص: ۵۴-۵۲)

یہ آیات حق ہیں جو ہمارے رب نے نازل کی ہیں' ہم اس سے پہلے ہی ان کو مانتے تھےO ان لوگوں کو دگنا اجر ملے گا۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ دگنے اجر کی نوید ان اہل کتاب کے لیے ہے' جو ظہور اسلام سے پہلے اسلام کے منتظر تھے' ظاہر ہے یہ لوگ زمانۂ رسالت میں ہی متصور ہو سکتے ہیں۔ (شرح صحیح مسلم' جلد اوّل' کتاب الایمان' مطبوعہ فرید بک سٹال' لاہور)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آیا اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل سکھائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ان کنت اقصرت الخطبة لقد اعرضت المسالة...... الخ ''تو کسی کی جان آزاد کرا اور کوئی گردن چھڑا دے' اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ دونوں تو ایک ہی چیز نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! جان آزاد کرنا یہ ہے کہ تو اکیلا آزاد کرے اور گردن چھڑانا یہ ہے کہ تو اس کی گلوخلاصی میں اس کی معاونت کرے' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور پیاسے کو پانی پلاؤ اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کلمۂ خیر کے علاوہ اپنی زبان کو بند رکھو۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی موت کے وقت غلام کو آزاد کرتا ہے' وہ اس کی مثل ہے جو جس وقت سیر ہو جائے تو کسی کو ہدیہ دے۔

حضرت نافع بیان کرتے ہیں' حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی وفات سے پہلے ایک ہزار یا اس سے بھی زیادہ انسانوں کو آزاد کیا تھا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابولہب کو اس کے بعض گھر والوں نے خواب میں دیکھا تو ابولہب نے کہا: میں نے تم سے جدا ہونے کے بعد کوئی آرام نہیں پایا' الّا یہ کہ مجھے اس انگلی سے پلایا جاتا ہے اور اس نے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کی طرف اشادہ کیا' کیونکہ اس سے میں نے ثویبہ کی طرف اشارہ کیا تھا کہ جاؤ تم آزاد ہو' ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی اور اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوسلمہ کو دودھ پلایا تھا۔

۵۰۔ یتیم کی پرورش کرنے کے اجر و ثواب کا بیان

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یتیم کی کفالت (پرورش) کرنے والا ہو وہ اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ کیا۔

حضرت مالک بن عمرو القشیری بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ایسے یتیم بچے کی کہ جس کے ماں اور باپ دونوں مسلمان ہوں' پرورش کرتا ہے اور اس کو اپنے ساتھ کھلاتا پلاتا ہے' یہاں تک کہ اللہ عزوجل اس کو بے نیاز کر دے تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

یتیم کی کفالت (پرورش) کرنے والا' چاہے وہ اس کا رشتہ دار ہو یا نہ ہو' میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے' مالک (راوی) نے درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں وہ گھر جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو' خیر و برکت والا گھر ہے اور جس گھر میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو' وہ بدترین گھر ہے' (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:) میں اور یتیم کا کفیل جنت میں اس طرح ہوں گے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اس سے اشارہ فرما رہے تھے۔

حضرت عوف بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں اور وہ عورت جس کے رخساروں پر چھائیاں پڑی ہوئی ہیں' جنت میں اس طرح ہوں گے' جس طرح انگشت شہادت اور درمیان کی انگلی ساتھ ساتھ ہوتی ہیں' اس سے مراد وہ عورت ہے' جس کا شوہر فوت ہو گیا اور وہ بیوی سے بیوہ ہو گئی اور اس نے اپنی اولاد پر صبر کیا اور طویل بیوگی کی وجہ سے اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور راکھ اور سیاہی کی طرح اس کا چہرہ ہو گیا اور یتیم بچوں کی

تربیت اور پرورش میں مشغول رہنے کی وجہ سے نہ تو زیب وزینت کرنے کا اس کو موقع ملتا ہے اور نہ ہی بن سنور کر رہنے کی فرصت۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس قوم کے ساتھ ان کے پیالے یا پلیٹ میں کوئی یتیم کھانا کھائے تو شیطان ان کے کھانے کے برتن کے قریب نہیں آتا۔

حضرت عبداللہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک لڑکا آیا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہو وہ ایک یتیم لڑکا تھا' اس کی ماں بیوہ تھیں اور اس لڑکے کی ایک یتیم بہن بھی تھی' وہ عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو کھانے کو دیا ہے' ہمیں بھی اس میں سے کھلائیں اور ہمیں بھی عطا فرمائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس سے بہت کچھ عطا فرمایا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہو گئے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے! تو نے بہت اچھی بات کی ہے تم ہمارے گھر والوں کی طرف جاؤ' جو کچھ ان کے پاس سے تمہیں ملے' اسے ہمارے پاس لے کر آؤ' حضرت بلال رضی اللہ عنہ گئے اور اکیس عدد کھجوریں لے کر آئے اور وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی پر رکھ دیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھجوریں اپنے منہ مبارک کی طرف اٹھا کر ان میں پڑھ کر پھونک ماری اور برکت کی دعا کی' پھر فرمایا: اے لڑکے! ان میں سے سات کھجوریں تیری ہیں اور سات تمہاری ماں کے لیے ہیں اور سات تمہاری بہن کے لیے ہیں' ان میں سے ایک کھجور صبح اور ایک شام کو کھالیا کرنا' جب وہ (یتیم) لڑکا واپس جانے لگا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور فرمایا: اے لڑکے! اللہ تعالیٰ تمہاری یتیمی کا نقصان پورا فرمائے اور تمہیں تمہارے باپ کا خلیفہ و جانشین بنائے' یہ لڑکا مہاجرین کی اولاد میں سے تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے معاذ! میں نے آپ کو اور آپ کے کام کو دیکھا' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اس پر رحم کھاتے اور شفقت کرتے ہوئے ایسا کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لایلی — اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے

مسلم یتیما یحسن ولایته ویضع یده علی راسه الا رفعه اللّٰه بکل شعرة درجة ' وکتب له بکل شعرة حسنة' ومحی عنه بکل شعرة سیئة.

قبضہ وقدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے! جو مسلمان کسی بھی یتیم کی اچھی طرح کفالت اور پرورش کرے گا اور اس کے سر پر دست شفقت رکھے گا' اللہ تعالیٰ یتیم کے سر کے ہر بال کے بدلہ میں اس آدمی کا درجہ بلند فرمائے گا اور ہر بال کے بدلہ میں اس کے لیے ایک نیکی لکھ دے گا اور ہر بال کے بدلہ میں اس کا ایک گناہ مٹا دے گا۔

حضرت قاسم ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یتیم کے سر پر محض اللہ تعالیٰ عزوجل کی خوشنودگی کے لیے ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر سے اس کا ہاتھ گزرے گا' ہر بال کے مقابل اس کے لیے نیکیاں ہیں اور جو شخص کسی یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ نیکی اور احسان کرے' میں اور وہ احسان کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دُو انگشت ہائے مبارک شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ فرمایا۔

سنگ دلی کا علاج

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی سنگدلی کی شکایت کی' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے تو تو مسکین کو کھانا کھلا اور کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر (اس عمل سے دل کی سختی ختم ہو جائے گی)۔

محمد بن واسع الاسوی کہتے ہیں: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے مسلمان کو لکھا تھا کہ اے میرے بھائی! یتیم کو اپنے قریب رکھو اور اس پر مہربانی کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا' جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آ کر اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے فرما رہے تھے کہ یتیم کو اپنے قریب کرو اور اس پر مہربانی کرو' اس کے سر پر ہاتھ پھیرو' اور اپنے کھانے میں سے اس کو کھانا کھلاؤ کیونکہ اس سے تمہارا دل نرم

ہو گا اور تم اپنی مراد کو پالو گے۔

۵۱- مسکینوں اور بیواؤں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ان کی خاطر بھاگ دوڑ کرنے کے ثواب کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کی خاطر محنت اور کوشش کرنے والا' مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ہے' اور میرا یہ گمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ وہ نماز میں قیام کرنے والے کی مثل ہے' جو تھکتا نہ ہو اور اس روزہ دار کی مثل ہے جو افطار نہ کرتا ہو یعنی مسلسل روزے رکھنے والے شخص کی طرح ہے۔

۵۲- ہر قسم کے پریشان حال شخص کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کے ثواب کا بیان

(ب) ہر قسم کی نیکی پر صدقہ کا اطلاق ہوتا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کل معروف صدقة'' ہر نیکی صدقہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن یزید الخطمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے اور تیرا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنا اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈال دینا بھی نیکی ہے۔

ملاقات کے وقت کشادہ چہرے سے ملنا اور مسکرانا مستحب ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی نیکی کو حقیر نہ جانو' خواہ اپنے بھائی کے ساتھ کشادہ چہرے سے ملنا ہو اور ایک روایت میں ہے:

اے ابوذر! تم کسی نیکی کو حقیر نہ جانو اگر اور کچھ نہ پاؤ تو اپنے بھائی سے خندہ روئی سے مل لو (یہ بھی ایک نیکی ہے)۔

حضرت ابوتمیمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیکی کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کسی نیکی کو معمولی اور حقیر نہ جانو' خواہ وہ رسّی کی گرہ کا عطیہ ہو یا جوتے کا تسمہ ہو یا کسی پیاسے آدمی کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ڈال دینا ہو یا لوگوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور ہٹا دینا ہو یا تمہارا اپنے بھائی سے ملاقات کے وقت ہنس کر مل لینا ہی ہو اور یا اپنے بھائی سے ملنا اور اس کو سلام کرنا ہو اور اگرچہ یہی ہو کہ کسی اُداس آدمی کے ساتھ پیار کر کے اس کی اُداسی دور کر دو۔

حضرت سلیم بن جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بادیہ نشین لوگ ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ایسی چیز کی تعلیم دیں' جس سے اللہ تعالیٰ ہمیں نفع عطا فرمائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کسی نیکی کو حقیر نہ جانو' خواہ یہی ہو کہ تم ایک پانی مانگنے والے شخص کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ڈال دو اور خواہ یہی ہو کہ تم اپنے کسی بھائی سے گفتگو کرو تو تمہارے چہرے پر مسرت و انبساط ظاہر ہو۔

حضرت سالم اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے' وہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو ظالم کے سپرد کرے' جو شخص اپنے بھائی کی ضروریات کو پورا کرنے میں لگا رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتوں کو پورا فرماتا رہتا ہے' جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت اور مشکل کو حل کرتا ہے' اللہ تعالیٰ عزوجل قیامت کے دن اس کے اس عمل کے سبب اس کی مشکل کو حل فرما دے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

ذکر اور درسِ قرآن کے لیے اجتماع کی فضیلت کا بیان

محدث اعظم حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیا کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل کی تو اللہ تعالیٰ

عزوجل اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل فرما دے گا اور جس شخص نے کسی تنگ دست کے لیے آسانی کی' اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی پیدا فرما دے گا اور جس شخص نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی' اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی فرمائے گا' اور جب تک کوئی بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا رہتا ہے اور جو شخص علم کو طلب کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلا' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ (سفر) آسان فرما دے گا اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں کچھ لوگ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کی تلاوت اور اس کے درس کے لیے جب بھی جمع ہوتے ہیں' ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو اپنے جھرمٹ میں لیے رکھتے ہیں اور جو فرشتے اللہ کے پاس ہیں' اللہ تعالیٰ ان فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے اور جس شخص کا عمل سست ہو' اس کا نسب اس کو تیزی سے آگے نہیں لے جائے گا۔

حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کا دنیا میں پردہ رکھا' اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا پردہ رکھے گا اور جس شخص نے کسی مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کیا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے اس کی کوئی مصیبت دور فرما دے گا اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں لگا رہتا ہے' اللہ عزوجل اس کی حاجت روائی فرماتا رہتا ہے۔

حضرت سعید بن ابی بردہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ ہے' عرض کیا گیا کہ اگر وہ (صدقہ کی) طاقت نہ پائے تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ دستکاری کرے اور خود بھی نفع اٹھائے اور صدقہ بھی کرے' عرض کیا گیا کہ اگر کوئی یہ بھی نہ کر سکے؟ فرمایا: کسی حاجت مند اور پریشان آدمی کی معاونت کر دے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص پیدل جا رہا تھا' اس کو راستے میں سخت پیاس لگی' اس کو ایک کنواں مل گیا' اس نے اس کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ جب وہ کنویں سے نکلا تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے اور ہانپ رہا ہے' اس شخص نے سوچا اس کتے کی بھی پیاس سے وہی حالت ہو رہی ہے'

جو میری حالت ہو رہی تھی' پس وہ کنویں میں اترا اور اپنے موزے میں پانی بھرا' پھر اس موزے کو منہ سے پکڑ کر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا' اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ نیکی قبول کی اور اس کو بخش دیا' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ان جانوروں میں بھی ہمارے لیے اجر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہر تر جگر والے میں اجر ہے۔

ایک روایت میں امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایک کتا ایک کنویں کے گرد چکر لگا رہا تھا اور پیاس کی شدت سے مرنے کے قریب تھا' اچانک بنواسرائیل کی ایک فاحشہ عورت نے اس کو دیکھا' اس نے اپنا موزہ اتارا اور (اس میں پانی بھر کر) اس کتے کو پانی پلایا تو اس نیکی کے بدلہ میں اس کو بخش دیا گیا۔ (مسلم شریف' کتاب قتل الحیات وغیرھا)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی دعا قبول ہو اور اس سے مصیبت کو دور کر دیا جائے' پس اس کو چاہیے کہ وہ کسی تنگ دست کے لیے آسانی کرے اور اس کو آرام پہنچائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ایک کتا ایک کنویں کے اردگرد چکر کاٹ رہا تھا' لگتا یوں تھا کہ پیاس کی شدت سے وہ ہلاک ہو جائے گا۔ اچانک بنواسرائیل کی ایک فاحشہ عورت نے اس کتے کو دیکھا اور اس نے اپنا موزہ اتارا (اور اس کے ذریعے کنویں سے پانی نکالا) اور اس کتے کو پانی پلایا' پس اس کی اس نیکی سے اس کی مغفرت کر دی گئی۔

انسان کے انگ انگ پر صدقہ لازم ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

ہر روز جس میں سورج طلوع ہوتا ہے' انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے' دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا بھی صدقہ ہے' کسی کو سواری پر سوار ہونے میں مدد دینا بھی صدقہ ہے' اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے' نماز کو جانے کے لیے ہر قدم اٹھانا بھی صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ ہم نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کام کے لیے چلا حتیٰ کہ اس نے اپنے بھائی کا کام پورا کر دیا تو اللہ عزوجل اس پر پانچ ہزار فرشتوں کا سایا کر دیتا ہے' جو اس شخص کے لیے دعا کرتے ہیں اور اس کے لیے بخشش مانگتے ہیں' اگر وہ شخص صبح کو چلتا ہے تو شام تک اس کے لیے دعا اور استغفار کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کو چلے تو صبح تک اور اس کے ہر قدم اٹھانے پر اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اس قدم کے رکھنے پر اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھا ہوا تھا' تو میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے سلام کیا' پھر بیٹھ گیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا: اے شخص! کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تم رنجیدہ اور غمگین بیٹھے ہوئے ہو؟ اس نے کہا: اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چچازاد! فلاں آدمی کا مجھ پر قرض ہے اور مجھے اس صاحب مزار کی حرمت کی قسم ہے کہ میں اس کا حق (قرض) ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم پسند کرو تو میں تمہارے بارے میں قرض خواہ اور صاحب حق سے بات کروں؟ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جوتے پہنے اور پھر مسجد سے باہر نکلے تو اس شخص نے کہا: کیا آپ بھول گئے ہیں کہ آپ تو اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ نہیں' اور لیکن میں نے اس صاحب مزار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کام کے سلسلہ میں چلا اور وہ اپنی مراد کو پہنچ گیا تو یہ نیک عمل اس کے لیے دو سال کے اعتکاف سے بہتر ہے اور (حالانکہ اعتکاف کا ثواب اور اجر اس قدر ہے کہ) جو شخص ایک دن کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودگی کے لیے اعتکاف کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقیں حائل فرما دیتا ہے' جن میں سے دو خندقوں کے درمیان کا فاصلہ مشرق اور مغرب کے درمیانی فاصلہ سے بھی کہیں زیادہ ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کی حاجت روائی کی' تو یہ ایسے ہے جیسے اس نے اپنی ساری زندگی اللہ تعالیٰ (کے دین) کی خدمت میں گزار دی ہو۔

ایک اور سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے وہ عمر بھر اللہ تعالیٰ (کے دین) کی خدمت کرنے کے قائم مقام ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت جبریل علیہ السلام سے اور حضرت جبریل علیہ السلام اللہ عزوجل سے' اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: یا محمد! نیکی کے کاموں کو کثرت سے کرو کیونکہ نیکی کے کام بچھاڑے جانے کی بُری جگہوں (تباہیوں) سے بچاتے ہیں اور فرائض کے بعد اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جو عمل پسند ہے' وہ کسی مؤمن کے دل کو خوش کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''الخلق عیال اللّٰہ' فاحب الناس الی اللّٰہ من احسن الی عیالہ'' مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے' سو جو شخص اللہ تعالیٰ کے کنبہ کے ساتھ نیکی اور احسان کرے' وہ اسے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نیکی کا کام بُری بچھاڑے جانے کی جگہوں سے بچالیتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی پریشان حال آدمی کی مدد کرتا ہے' اللہ عزوجل اس کے لیے تہتر (۷۳) ایسی بخششیں لکھ دیتا ہے کہ ان میں سے ایک بخشش سے اس کے تمام کام سنور سکتے ہیں اور قیامت کے دن اس کو بہتر (۷۲) مرتبے عطا فرمائے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی کو برہنگی کی حالت میں لباس پہنایا' اللہ عزوجل اس کو جنت کا ریشمی لباس پہنائے گا اور جس شخص نے کسی پیاسے کو پانی پلایا' اللہ عزوجل اس کو جنت کی خالص شراب پلائے گا اور جس شخص نے کسی بھوکے کو کھانا کھلایا' اللہ عزوجل اس کو جنت کے پھلوں سے کھلائے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی دوسرے مسلمان کو پیاس کی حالت میں شربت پلایا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو رحیق مختوم (جنت کی خالص سربمہر شراب) میں سے سیراب فرمائے گا اور جس مسلمان نے کسی دوسرے مسلمان کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا' اللہ عزوجل اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور جس مسلمان نے کسی دوسرے مسلمان کو برہنگی کی حالت میں کپڑا پہنایا' اللہ عزوجل اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا۔

محولہ بالا حدیث ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من سرّنی بعدی فقد سرّنی فی قبری' ومن سرّنی فی قبری سرّہ اللّٰہ عزوجل یوم القیامۃ'' جس شخص نے میرے (وصال کے) بعد کسی مسلمان کو خوش کیا' اس نے مجھے میری قبر میں خوش کیا اور جس نے میری قبر میں مجھے خوش کیا' اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کو خوش کرے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من اطعم اخاہ لقمۃ حلوۃ لم یذق مرارۃ یوم القیامۃ'' جس شخص نے اپنے بھائی کو حلوے کا لقمہ کھلایا' وہ قیامت کے دن کی تلخی کو نہیں چکھے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی مومن کو خوشی پہنچائی' اس نے مجھے خوشی پہنچائی اور جس نے مجھے خوشی پہنچائی' اس نے اللہ کے پاس سے عہد لے لیا اور جس نے اللہ کے پاس سے عہد لے لیا' اس کو دوزخ کی آگ ہرگز نہ کبھی چھو سکے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے کسی مسلمان بھائی کو فرحت اور مسرت پہنچائی اور اسے دنیا میں خوش کیا' اللہ تعالیٰ عزوجل اس (کے اس نیک عمل) سے ایک مخلوق کو پیدا فرما دیتا ہے جو اس شخص سے دنیا کی آفات و بلیّات کو دفع کرتی رہتی ہے اور جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ مخلوق اس نیکوکار آدمی کے قریب ہوگی اور جب وہ شخص اس کے پاس سے گزرے گا تو وہ مخلوق (فرشتہ) کہے گا:

خوف زدہ نہ ہو بندہ صالح پوچھے گا: آپ کون ہیں؟ وہ (نیک عمل بشکل فرشتہ) جواب دے گا: میں وہ فرحت وسرور ہوں جو دارِ دنیا میں تم نے اپنے ایک مسلمان بھائی کے دل میں اتارا تھا (اور اب میں مجسم اور متشکل ہو کر تجھے خوش کرنے حاضر ہوں)۔

حضرت جعفر بن محمد اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی انسان کو خوشی پہنچاتا ہے' اللہ تعالیٰ اس سرور اور خوشی سے ایک فرشتہ پیدا فرما دیتا ہے' پھر جب اس خوشی پہنچانے والے شخص کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس وہ فرشتہ آتا ہے اور اس سے پوچھتا ہے: کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ میں وہ سرور اور خوشی ہوں جو تم نے دنیا میں فلاں شخص کو پہنچائی تھی' میں تیرے پاس اس لیے آیا ہوں تاکہ تجھے وحشت سے بچاؤں اور تیری غم خواری کروں اور تجھے حجت کی تلقین کروں (یعنی منکر نکیر کو جواب دینا سکھاؤں) اور تجھے قیامت کے مشاہدات کا مشاہدہ کراؤں اور تیرے لیے تیرے پروردگار کی بارگاہ میں سفارش کروں اور تجھے تیری وہ منزل دکھاؤں جو تجھے جنت میں ملے گی۔

حضرت ابوجعفر بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ اپنی ایک نیکی کے ساتھ مجھ سے ملا ہے' پس میں نے اس کے لیے اپنی جنت کو مباح کر دیا ہے (اور اس میں داخلہ کی اجازت دے دی ہے) حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: یارب! وہ کون سی نیکی ہے جس کے ساتھ تیرا بندہ تجھ سے ملا اور تو نے اس کے لیے جنت کو مباح کر دیا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''ادخال السرور علی عبدی المومن'' میرے ایک مومن بندے کو دل کو خوش کرنا۔

حضرت بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا آدمی کو بُری طرح بچھاڑے جانے سے بچا لیتا ہے۔

حضرت بدیل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میرے نزدیک اپنے ایک مسلمان بھائی کو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے کھانے کا ایک لقمہ کھلانا' ایک درہم صدقہ کرنے سے یقیناً زیادہ پسندیدہ ہے اور اپنے مسلمان بھائی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک

درہم دینا' کسی اور پر دس درہم صدقہ کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور اپنے مسلمان بھائی کو دس درہم دینا' میرے نزدیک ایک غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

حضرت ہناد کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر میں اپنے دس ساتھیوں کو دعوت دوں اور ان کو کھانا کھلاؤں تو یہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں تمہارے بازار میں جا کر ایک غلام خرید کر اس کو آزاد کروں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
نیکی کے کام کی رہنمائی کرنے والا' اس نیک کام کو کرنے والے کی مثل ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ کسی غم زدہ اور پریشان حال آدمی کی مدد کرنے کو پسند فرماتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی غم زدہ اور پریشان حال آدمی کی مدد کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی تہتر (۷۳) مرتبہ بخشش فرماتا ہے اور حالانکہ ان میں سے ایک بخشش اس کے سارے کام سنوار سکتی ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے لیے بہتر (۷۲) درجات ہوں گے۔

ابوعبداللہ محمد بن عباس العصمی شریف النسب اور اعلیٰ اوقات واقدار والے انسان تھے' ان کو فقہاء اور صالحین پر کئی طرح سے فضیلت حاصل تھی' مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ان کے لیے دینار ڈھال کر تیار کیے جاتے تھے اور ان میں سے ہر دینار ڈیڑھ اور اس سے زیادہ مثقال کے وزن کا ڈھالا جاتا تھا اور وہ ان کو صدقہ کرتے تھے اور فرماتے تھے: بے شک فقیر کو جب تو کاغذ اور لفافہ دیتا ہے تو وہ یہ خیال کر کے کہ اس میں چاندی ہوگی' خوش ہوتا ہے' پھر جب وہ اس کو کھولتا ہے اور اس میں دینار کی سنہری چمک کو دیکھتا ہے تو اس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے' پھر جب وہ اس کا وزن کرتا ہے اور اسے مثقال سے زیادہ پاتا ہے تو اس کی خوشی اور بھی دوبالا ہو جاتی ہے (غرضیکہ اللہ کے بندوں کو خوش کرنا چاہیے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے)۔

عمران ابن جدیر کہتے ہیں: حضرت حسن نے فرمایا: لوگ بھی عجیب ہیں' جب ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے ایک حج کیا' اب کی بار پھر حج کرنے جانا ہے تو میں اس سے کہتا ہوں: ارے بھائی! تم نے حج تو کر لیا ہے (اور انسان پر زندگی میں ایک ہی بار حج فرض ہے' اب تم

نفلی حج کرنے کی بجائے) صلہ رحمی کرو، رشتہ داروں پر خرچ کرو، غم کے مارے پریشان حال لوگوں کی خوش حالی کے لیے خرچ کرو، اپنے پڑوسی کا بھلا کرو، اس کی امداد کرو۔

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت حسن نے محمد بن نوح اور حمید الطویل دونوں کو اپنے ایک بھائی کے کام کے لیے بھیجا اور ان سے کہا کہ ثابت البنانی کے پاس جاؤ اور اس کو میرے پاس بلا کر لاؤ، وہ دونوں گئے اور ساتھ چلنے کو کہا، ثابت البنانی نے عذر پیش کیا اور کہا کہ میں اعتکاف بیٹھا ہوں، نہیں جا سکتا ہوں۔ حمید الطویل نے حضرت حسن کو آ کر اطلاع دی کہ ثابت اس طرح کہہ رہے تھے، حضرت حسن نے فرمایا: تم جا کر ثابت سے یہ کہو: حسن کہتے ہیں: یا اعمش! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تمہارا اپنے کسی مسلمان بھائی کے کام کے لیے اس کے ساتھ چلے جانا، تمہارے حج کے بعد حج کرنے سے افضل ہے پس ثابت البنانی یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اعتکاف کو ترک کر دیا۔

حضرت ابن عتیبہ بیان کرتے ہیں کہ محمد ابن المنکدر سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ کسی مسلمان کو خوش کرنا، سوال کرنے والے نے پھر پوچھا کہ آپ کی کوئی خواہش اور لذت کی بات جو ابھی پوری کرنی باقی ہو؟ فرمایا: بھائی بندوں پر فضل و احسان اور مہربانی کرنا۔

مطر الوراق کہتے ہیں: میں ایک دن محمد ابن واسع کے پاس گیا، پس جب انہوں نے مجھے دیکھا تو اپنا سر دونوں زانوؤں کے درمیان جھکا کر بیٹھ گئے، میں نے بڑی کوشش کی کہ ان کا چہرہ دیکھ لوں، مگر انہوں نے مراقبہ سے سر نہ اٹھایا، میں تھک ہار کر اٹھا اور وہاں سے واپس چلا آیا، پھر کچھ دن ہوئے تو وہ خود میرے پاس آئے، ان کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھی، اس میں سات سو درہم تھے، میں اپنی دکان میں بیٹھا ہوا تھا، انہوں نے وہ تھیلی میری طرف بڑھا دی، میں نے دل میں کہا: انہوں نے یہ پیسے میرے پاس اس لیے رکھے ہیں کہ ان کو کچھ چیزیں خریدنے کی حاجت ہو گی، جب انہوں نے کئی روز تک کوئی سامان نہیں منگوایا تو میں خود ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا: اے بندۂ خدا! آپ نے میری طرف اپنی ضروریات کی اشیاء لینے کے لیے میری طرف کوئی آدمی نہیں بھیجا؟ تو وہ کہنے لگے: مجھے تو کسی چیز کی حاجت نہ تھی، اس دن آپ میرے پاس آئے تو میں نے سمجھا آپ کو کوئی حاجت میرے پاس کھینچ

لائی ہے اور اس وقت چونکہ میرے پاس رقم نہیں تھی' جس سے میں آپ کی فوری طور پر ضرورت پوری کر سکتا' اس لیے میں ندامت سے سر جھکا کر بیٹھا رہا۔ مطر کہتے ہیں: میں نے ان سے کہا: میں تو مخیّر اور صاحب ثروت لوگوں میں سے ہوں تو انہوں نے کہا: آپ ان دراہم کو جہاں اور جیسے چاہیں خرچ کر لیں' میری طرف لوٹ کر نہیں آنے چاہئیں۔

جعفر بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک ملنے والے نے مجھے بتایا کہ مؤرق العجلی ایک تھیلی لاتے' اس میں چار سو کبھی پانچ سو درہم ہوتے اور وہ یہ تھیلی اپنے بھائیوں کے پاس امانت رکھ جاتے' پھر بعد میں جب وہ ان سے ملاقات کرتے تو کہتے: ان سے نفع حاصل کرو یہ تمہارے لیے ہیں۔

عبد اللہ بن بکر سہی کہتے ہیں: ہمارے بعض اساتذہ نے بیان فرمایا کہ جب حضرت سعید بن عاص رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے بیٹو! میرے گزر جانے کے بعد تمہارے پاس سے میرے بھائی اور احباب کبھی محروم نہیں لوٹنے چاہئیں' جو کچھ میں نے ان کے لیے جاری کیا ہے' وہ جاری رہنا چاہیے اور تم ان کے ساتھ اسی طرح نیکی کا سلوک کرتے رہنا' جس طرح میں کیا کرتا تھا اور تم ان کو کوئی چیز طلب کرنے اور اس کا سوال کرنے کی طرف مجبور نہ کرنا بلکہ ان کی ضروریات کا خود ہی بغیر ان کے کہے خیال رکھنا کیونکہ جب کوئی مرد اپنی حاجت اور ضرورت کی چیز کو طلب کرتا ہے تو اس کے اعضاء مضطرب ہوتے ہیں اور اس کے شانوں کا گوشت پھڑ پھڑاتا ہے' اس کی زبان گنگ ہوتی ہے اور چہرے کا رنگ اُڑ جاتا ہے اور شرمندگی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں' لہٰذا ان تمام اضطرابات سے ضرورت مند کو اس کے سوال کرنے سے قبل ہی اس کو عطیہ دے کر طلب کی مشقت سے اس کی کفایت کرنی چاہیے' بے شک میں جب کسی آدمی کو اس طرح پاتا ہوں کہ وہ رات بھر اپنے بستر پر بے چین پہلو بدلتا رہا ہو اور صبح کے وقت وہ تمہارے پاس اپنی حاجت لے کر حاضر ہو تو میرے نزدیک تمہارا اس شخص کی حاجت کو پورا کر دینا' اس کے خود کو سوال کرنے اور حاجت طلب کرنے کی ذلت کا عوض نہیں ہو سکتا' اس لیے بیٹو! تم حاجت مندوں کے سوال کرنے سے پہلے ہی سبقت کر کے ان کی حاجات اور ضروریات کو فوراً پورا کر دیا کرو۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ابلیس (شیطان) نیکی کے کام کرنے والوں کے پاس اپنے سخت ترین ساتھیوں کو بھیجتا ہے (تاکہ وہ پورے زور اور شدّ ومدّ سے ان کو بھلائی کے کاموں سے روک سکیں)۔

عیسیٰ بن ابی عیسیٰ کندی کہتے ہیں: مجھ سے میرے باپ نے بیان فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جب جمعہ کا خطبہ دیتے تو اکثر یہ کہا کرتے تھے: اے لوگو! نیکی کے کام کرنا اپنے اوپر لازم کرلو اور تم الجنی کا عمل یاد کرلو (اور اس کو اپنے لیے مثال بناؤ)۔ عیسیٰ کہتے ہیں: میرے باپ اشتر سے کہا: اے اشتر! تو ہمیں امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے چل تاکہ ہم آپ سے اس ''جنی'' کے متعلق دریافت کریں کہ اس کا کیا معاملہ تھا؟ کہ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ اس کا بہت ذکر کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ پھر میں اور اشتر دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے' آپ اس وقت بیت المال میں تشریف رکھتے تھے' آپ نے فرمایا: تم دونوں کو اس وقت کون سا کام پڑ گیا' کیونکہ ایسے وقت میں تمہارا آنا باعث تعجب ہے' میں تو ڈر گیا ہوں خیر ہو' ہم نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! ہم نے آپ کے متعلق سنا کہ آپ فرماتے ہیں: اے لوگو! تم نیکی کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلو اور اس سلسلہ میں تم جنی کا عمل پیش نظر رکھو' آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو وہ کون ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں' آپ نے فرمایا: وہ تم ہی میں سے ایک شخص تھا' سننے والوں نے پوچھا: کون؟ آپ نے فرمایا: مالک بن حریم الہمدانی ایک مرتبہ حج کے ارادہ سے اپنے ساتھیوں کے گروپ کے ساتھ سفر پر نکلا' حتیٰ کہ جب وہ راستے میں تھے تو مالک نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اس پہاڑ پر چڑھو' یہاں ضرور پانی ہوگا' پس وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہاں پھر سو گئے اور وہ اسی حالت میں تھے کہ رات کا آخری پہر ہوگیا اور آخر شب میں چاند طلوع ہوا تو چاندنی میں ایک خطرناک گنجا سانپ پہاڑ سے ان کی طرف رینگتا ہوا آ گیا اور اس نے قوم کے ارد گرد چکر کاٹنے شروع کر دیئے' ان میں سے ایک نوجوان کی اس سانپ پر نظر پڑ گئی' اس نے قریب پڑی ایک لاٹھی اٹھالی اور جو لوگ سو رہے تھے' ان کے گرد گھوم پھر کر دیکھا' جب وہ سانپ ان کے ایک بزرگ ساتھی کے پاس پہنچا تو نوجوان نے اس سانپ کی طرف اپنی لاٹھی کو مارنے کے لیے جھکایا' اس ڈر سے کہ وہ اس بزرگ کی طرف سبقت کر کے اسے ڈس نہ لے اور اس نے سانپ کو لاٹھی ماری مگر

نشانہ خطا ہو گیا اور اس کو لگ نہ سکی' اتنے میں وہ بزرگ ہڑ بڑا کر گھبرائے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور نوجوان سے کہا: ٹھہرو! نوجوان نے کہا: آپ کے (بستر) کے نیچے سانپ داخل ہوا ہے (میں نے اس کو لاٹھی ماری تھی)' بزرگ کہنے لگے: اس (سانپ) نے مجھ سے پناہ طلب کی تھی اور میں نے اس کو پناہ دے دی ہے۔ راوی کہتا ہے: پھر وہ سانپ نکلا اور جہاں سے آیا تھا' وہیں لوٹ گیا اور شیخ بزرگ نے فرمایا کہ سو جاؤ اور سمجھو کہ تم بس پانی پر قادر ہونے ہی والے ہو' وہ ایسے سوئے کہ سورج چڑھے ان کی آنکھ کھلی' سب نے اٹھ کر اپنی اپنی سواری کی لگام تھامی اور پانی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور پانی ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ راستہ کھو بیٹھے' اس گنجے سانپ نے ان کو دیکھ لیا اور پہاڑ سے ان کو آواز دی اور کہا:

یا ایها الرکب لا ماء امامکم حتی تسوموا المطایا یومها الدابا
ثم اسندوا یمنة فالماء عن کثب عین رواء وماء یذهب اللغبا

○ اے قافلے والو! تمہارے آگے کوئی پانی نہیں ہے' یہاں تک کہ تم دن بھر پیہم کوشش کر کے اور اپنی اونٹنیوں کو برابر تیز ہانکتے ہوئے چلتے رہو' اس کے بعد پھر تم نے ایسا کرنا ہو گا کہ اپنے دائیں جانب پہاڑ پر چڑھ جانا' وہاں پہاڑ کے نیچے پست زمین میں میٹھے پانی کا ایک چشمہ ہے' وہ ایسا پانی ہے کہ جسے پی کر تم اپنے سفر کی ساری مشقت اور تکلیف کو بھول جاؤ گے۔

کہا کہ پھر وہ لوگ پہاڑ پر چڑھ گئے' پہاڑ کی دوسری طرف ایک ٹھہرے ہوئے پانی کا چشمہ تھا' ان لوگوں نے خود بھی اس سے پانی پیا اور اپنے اونٹوں کو بھی پلایا اور وہاں سے نکل کر واپس لوٹ آئے' ابھی وہ پہاڑ کے قریب نیچے ہی تھے کہ اوپر سے ان کے دوسرے ساتھیوں نے کہا: اے یا ابا حریم! اگر ہم اس چشمہ سے میٹھا پانی اپنے ساتھ لے آتے' یہ کہہ کر وہ لوگ پہاڑ پر چڑھ گئے اور پانی کو تلاش کیا' لیکن وہ اب راستہ سے بھٹک گئے' جب اس گنجے سانپ نے انہیں دیکھا تو پہاڑ سے ان کو آواز دی اور کہا:

یا مال عنی جزاك الله صالحة هذا وداع لکم منی وتسلیم
لا تزهدن فی اصطناع العرف من احد ان الذی یحرم المعروف مخروم
انا الشجاع الذی انجیت من رهق شکرت ذلك ان الشکر مقسوم

من یفعل الخیر لا یعدم مغبتہ ما عاش والشر من العب مذموم

○ اے وہ شخص جس نے مجھے ہلاک کرنے سے اعراض کیا تھا' خدا تجھے نیک جزاء عطا فرمائے اور یہ میری طرف سے آپ کو الوداعی سلام ہے'

○ اور میری یہ نصیحت یاد رکھنا کہ نیکی اور بھلائی کرنے کو ترک نہ کرنا' نیکی خواہ کسی سے بھی کی جائے کیونکہ جو نیکی کرنے سے محروم ہو' وہ قسمت کا کھوٹا اور حرمان نصیب ہوتا ہے'

○ میں وہی اژدھا ہوں جس کو تم نے ہلاکت سے بچایا تھا' میں نے تمہارا شکریہ ادا کیا ہے' بے شک شکریہ ادا کرنے کی توفیق بھی قسمت سے نصیب ہوتی ہے'

○ جو بھلائی کرتا ہے' وہ اس کے اجر وثواب سے کبھی محروم نہیں کیا جاتا ہے اور بُرائی کا بدلہ بھی بُرا ہوتا ہے۔

حسین بن خالد بیان کرتے ہیں کہ عبید ابن ابرض اپنے کسی کام کے سلسلہ میں باہر گیا' اس کا ایک دوست بھی ہمراہ تھا' دورانِ سفر میں انہوں نے ایک مقام پر ایک اژدھا دیکھا' جو سخت گرمی میں لوٹ پوٹ ہو رہا تھا' ساتھیوں نے کہا: اے عبید! لو پکڑو اور اس سانپ کو مارو' ورنہ ہم اس کو ہلاک کرتے ہیں' عبید نے اپنے ساتھیوں سے کہا: میرا خیال یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ اس سانپ کو قتل کیا جائے' زیادہ ضروری ہے کہ اس کو میں پانی پلا کر سیراب کروں' انہوں نے پھر اپنے وہی الفاظ دہرائے کہ اس کو ہلاک کرو' ورنہ ہم خود اس کو ماردیں گے' عبید نے کہا: میں ضرور اس کی بابت تمہاری کفایت کروں گا' چنانچہ آپ نے پانی کا ایک برتن پکڑا' جو آپ کے ساتھ تھا اور سانپ پر انڈیلا اور اس نے پیا' پھر آپ نے مزید پانی لیا اور اس کے سر پر ڈالا اور وہ چلا گیا' پھر سفر کے اختتام پر ایک جگہ عبید کا اونٹ گم ہو گیا' غیب سے کسی آواز دینے والے نے آواز دی اور بصورت اشعار مخاطب کر کے کہا:

یا صاحب البکر المضل مذہبہ ولیس معہ ذو رشاد یصحبہ

دونك ھذا البکر منا فارکبہ وبکرك الرازح ایضا فاجتنبہ

حتی اذا اللّیل تولی مغربہ وسطع الصبح ولاح کوکبہ

فحط عنہ رحلہ وسببہ

○ اے شخص جس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ کوئی ساتھی بھی نہیں ہے' جو رہنمائی

کرنے والا ہو'

○ لیجئے! یہ ہمارا اونٹ حاضر ہے' آپ اس پر سوار ہو جایئے اور آپ اپنے گم شدہ اونٹ کو بھی اپنے پہلو میں پائیں گے'

○ حتیٰ کہ جب رات ختم ہونے کے قریب ہونے لگے اور صبح روشن ہونے کے قریب آنے لگے اور تارے ٹمٹما رہے ہوں تو تم اس سے اپنا سامان اتار لینا اور اس کو چھوڑ دینا۔

عبید کے ساتھی نے کہا کہ عبید جب متوجہ اور ملتفت ہوا تو اچانک کیا دیکھتا ہے کہ اس کا اونٹ اس کے سامنے ہے' پس اس نے اپنا سامان اس پر باندھا اور اس پر سوار ہو گیا اور جب صبح طلوع ہونے کے قریب ہوئی تو اس کو مکان کی پہچان ہو گئی اور اس نے کہا:

یا صاحب البکر قد انجیت من ضرر ومن فیافی یضل المدلج الهادی

الا ابت لنا بالصبح یعرفه من الذی جاد بالنعماء بالوادی

فارجع حمیدا فقد بلغت ما مننا بورکت من ذی سنام رائح غادی

○ اے اونٹ والے! تو نقصان سے بچ گیا ہے اور ایسے بے آب و گیاہ جنگل سے سلامتی کے ساتھ گزر گیا ہے جہاں رات کو سفر کرنے والے راستوں کے ماہر اور رہنما بھی بھٹک جاتے ہیں'

○ سنو! تم نے صبح دکھائی' اور روشن صبح دیکھنا اسی کو نصیب ہوتی ہے جو جنگل میں بھی نعمتوں کے ساتھ سخاوت کرتا ہے'

○ اب تم قابل تعریف حالت میں واپس چلے جاؤ تم نے ہمیں امن کی جگہ اور محفوظ مقام تک پہنچا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ صبح و شام آنے جانے والے اونٹوں کے قافلہ والوں سے تمہیں برکتیں نصیب فرمائے۔

تو اس نے اپنے محسن کو جواب دیتے ہوئے کہا:

انا الشجاع الذی ابصرته رمضا ومنزلی نزه من مورد ممادی

فجدت بالماء لما ضن حامله اورویت هامی ولم تبخل بانکاد

الخیر یبقی وان طال الزمان به والشر اخبث ما اوعیت من زاد

- میں وہی گنجا سانپ ہوں' جسے آپ نے گرمی میں تڑپتا ہوا دیکھا تھا اور میرا گھر پانی کے گھاٹ اور چشمے سے دور ہے'
- آپ نے اس وقت پانی کی سخاوت کی' جب پانی اٹھانے والے اس کے دینے میں بخل کر رہے تھے اور آپ نے مجھے پانی سے سیراب کرنے کے علاوہ سخت گرمی میں میرے سر پر پانی انڈیل کر مجھے ٹھنڈک بھی پہنچائی اور تم نے پانی ختم ہو جانے کے خوف سے بخل سے کام نہیں لیا'
- نیکی باقی رہتی ہے' اگرچہ کتنا ہی زمانہ گزر جائے' اس کے برخلاف برائی تیری جمع پونجی میں سے سب سے زیادہ خبیث سرمایہ اور توشہ ہے۔

عبد الوہاب ابن المبارک کہتے ہیں: ابان بن عبد الجبار کا بیان ہے کہ ہم سفیان بن عیینہ کے پاس حاضر تھے' وہ ہم سے گفتگو فرما رہے تھے' اچانک وہ اپنے برابر میں بیٹھے ہوئے ایک بزرگ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمائش کی کہ یا ابا عبد اللہ! آپ ہمیں سانپ والا قصہ سنائیں' وہ بزرگ گویا ہوئے: مجھ سے محمد بن عنبسہ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ حمیری بن عبد اللہ ایک دفعہ اپنی شکارگاہ کی طرف نکلے' جب وہ بیابان میں پہنچے تو ان کے گھوڑے کے پاؤں میں ایک رینگتا ہوا سانپ آ کھڑا ہوا اور وہ اپنی دم پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا:

آپ مجھے پناہ دیں' اللہ تعالیٰ آپ کو اس دن اپنے عرش کے سائے میں جائے پناہ عطا فرمائے گا' جس دن اس کے سایا کے علاوہ کوئی سایا نہیں ہو گا۔

ابن عبد اللہ نے اس اژدھے سے کہا: کس چیز سے میں تجھے پناہ دوں؟ اس نے کہا: میرے دشمن سے جو ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑا ہوا ہے اور چاہتا ہے کہ مجھے کاٹ کر میرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے' ابن عبد اللہ نے کہا: میں تجھے کہاں پناہ دوں؟ اس نے کہا: اگر تم نیکی کرنا چاہو تو پھر مجھے اپنے پیٹ میں چھپا لو' ابن عبد اللہ نے پوچھا: ارے بھئی! تم ہو کون؟ اپنا تعارف تو کراؤ' اس نے کہا: میں "لا الٰہ الا اللّٰہ" پڑھنے والا (یعنی کلمہ گو) مسلمان ہوں' ابن عبد اللہ نے کہا: یہاں آیئے یہ میرا شکم تمہارے لیے حاضر ہے اور یہ کہہ کر اپنے پیٹ میں چھپا لیا' ابھی وہ چھپا ہی تھا کہ اچانک ایک نوجوان وہاں آ دھمکا' جس نے اپنے کندھے پر ایک بھاری گرز اٹھا رکھی تھی' اس نے آتے ہی کہا: بزرگو! ابھی ابھی ایک سانپ تمہاری پناہ

میں داخل ہوا اور اس نے تمہارے ٹھکانے کی جگہ پڑاؤ کیا' وہ کہاں ہے؟ اس بزرگ نے جواب دیا: میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی' وہ نوجوان بولا: بڑا کلمہ تیرے منہ سے نکلا ہے؟ بزرگ نے کہا: اور تجھ سے اس سے بھی بڑا کلمہ صادر ہوا ہے' تو خود اپنی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا ہے' میں کہہ رہا ہوں کہ میں نے کچھ نہیں دیکھا اور تو مجھے اس طرح کی بات کہہ رہے' یہ سن کر وہ نوجوان واپس پلٹ گیا' جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو سانپ نے کہا: اے عبد اللہ! نظر اٹھا کر دیکھو کیا تمہاری آنکھیں اس نوجوان کو دیکھ رہی ہیں؟ عبداللہ نے کہا: نہیں! وہ میری آنکھوں سے بہت دور چلا گیا ہے' سانپ نے کہا: میری طرف سے تو دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لے یا تو میں تیرے دل پر نکتہ اور نشان لگاتا ہوں اور اسے اپنے زہریلے ڈنک سے جلا کر راکھ کرتا ہوں اور یا کہو تو تمہارے جگر کے ٹکڑے کر کے تمہارے نچلے حصہ سے ان ٹکڑوں کو باہر نکالتا ہوں' بتاؤ ان دونوں باتوں میں سے تم کون سی چیز اختیار اور پسند کرو گے؟ عبداللہ کہتے ہیں: میں نے اس سانپ سے کہا: اللہ کی قسم! خدا تیرا بھلا کرے' تم مجھے میری نیکی کا بہتر صلہ نہیں دے رہے ہو' سانپ نے کہا: اگر تم نادان نہ ہوتے تو ہرگز کسی ایسے کے ساتھ تم نیکی نہ کرتے' جو نہیں جانتا کہ نیکی کیا ہوتی ہے' یقیناً تم نے مجھ سے نیکی کر کے جہالت کا مظاہرہ کیا ہے' یہ تم بہ خوبی جانتے ہی ہو کہ میرے اور تمہارے باپ کے درمیان ہمیشہ سے عداوت اور دشمنی چلی آ رہی ہے' کہا گیا کہ اور بے شک آپ کو معلوم ہے کہ میرے پاس کوئی مال نہیں ہے' جو میں تجھے دوں اور نہ کوئی سواری ہے' جس پر میں تجھے سوار کروں' عبداللہ نے کہا: میں نے نیکی کا ارادہ کیا۔

اس نے کہا: اگر یہ ضروری ہے اور اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے تو پھر اس سامنے کے پہاڑ کے سایا میں ہو جایئے' پھر وہ اتر کر پیدل چلنے لگا تو وہ پہاڑ کے دامن میں تھا' وہاں اس نے ایک نوجوان کو بیٹھے ہوئے پایا' جس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح دمک رہا تھا' نوجوان نے اس سے کہا: اے شیخ! کیا بات ہے میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم زندگی سے مایوس ہو اور موت کو گلے لگانے کو تیار ہو' اس نے جواب دیا کہ زندگی سے مایوسی کی وجہ وہ دشمن ہے' جو میرے پیٹ میں ہے اور جس کو میں نے اس کے دشمن سے بچانے کے لیے اپنے پیٹ میں پناہ دی تھی اور پھر بزرگ نے نوجوان کو پورا قصہ سنایا' نوجوان نے شیخ سے کہا: تمہارا

غوث اور فریادرس و دستگیر تمہارے پاس پہنچ گیا ہے' پھر اس نے اپنا ہاتھ اپنے ''ردنہ'' پر مارا اور اس میں سے کوئی چیز نکال کر اس بزرگ کو کھلائی' جس سے اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا' نوجوان نے وہی چیز اس کو دوبارہ پھر کھلا دی' جس سے اس بزرگ کے پیٹ میں سخت درد اور مروڑ اٹھے' نوجوان نے تیسری مرتبہ پھر اس کو کچھ کھلا دیا' جس سے اس کو جلاب آئے اور پاخانے کے راستہ سانپ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر خارج ہو گیا تھا' اس کے بعد بزرگ نے اس نوجوان سے پوچھا: اللہ تم پر رحم فرمائے' مجھے یہ تو بتلاؤ کہ آپ کون ہیں؟ اور آپ سے بڑھ کر مجھ پر کوئی احسان کرنے والا نہیں ہے' اس نوجوان نے کہا: کیا تم مجھے نہیں پہچانتے؟ میں (تیری وہی) نیکی ہوں' تمام آسمانوں کے فرشتے بے چین اور مضطرب ہو گئے تھے' جب سانپ نے تجھے رسوا اور ذلیل کیا (حالانکہ تم نے اس کے ساتھ بڑی نیکی کی تھی) پس اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام مجھے آگاہ فرمایا اور حکم دیا کہ اے نیکی! میرے بندے کی مدد کو پہنچ اور اس کی فریادرسی کر اور اس سے یہ کہہ کہ (اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:) تو نے نیکی سے میری خوشنودی کا ارادہ کیا جس پر میں تجھے صالحین کا ثواب عطا فرماتا ہوں اور تیرا انجام میں نیکوکاروں کا انجام کرتا ہوں اور میں تیرے دشمن سے تجھے نجات عطا فرماتا ہوں۔

ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ احمد ابن الحصیب نے وزارت کے منصب پر فائز ہونے سے پہلے کا اپنا ایک واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میں سیدہ شجاع ام المتوکل کا سیکرٹری خزانہ تھا' ایک دن میں دیوان خانہ میں اپنی مسند پر بیٹھا ہوا تھا' اسی دوران میں میرے پاس خادم آیا اور اس نے ایک تھیلی لا کر مجھے دی اور کہا: اے ابوحمدان! امیر المؤمنین کی والدہ محترمہ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے: اس تھیلی (بریف کیس) میں ایک ہزار دینار ہیں اور یہ میرے پاک مال میں سے ہیں' آپ یہ رقم مستحق لوگوں پر خرچ کر دیں اور انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ جن مستحقین کی مالی امداد کریں گے' ان کے مکمل گھروں کے ایڈریس' نام' پتا' نسب مجھے لکھ بھیجئے گا تاکہ آئندہ بھی ان کا خیال رکھا جائے اور امداد جاری رکھی جا سکے اور ان کے علاقہ سے جب بھی مال پہنچے گا تو ہم اسی علاقے کے مستحق لوگوں پر اس کو صرف کر دیا کریں گے۔ احمد بن حصیب کہتے ہیں: میں نے اشرفیوں کی وہ تھیلی لے لی اور اپنے گھر کی طرف چلا آیا' میں نے ایک قابل اعتبار شخص کو اپنے پیچھے چھوڑا اور اس

کو ہدایت کر دی، سیدہ نے جو حکم دیا تھا اس کے مطابق معلومات حاصل کیں اور لوگوں کے پتے معلوم کرنے کے لیے میں نے اہل علاقہ سے سوالات کیے، انہوں نے مجھے ضرورت مندوں اور سفید پوش خودداروں مگر حاجت مندوں کے حالات سے آگاہ کیا، لوگوں نے مجھے ایک کافی تعداد جماعت کے نام بتائے، پس میں نے ان میں تین سو دینار تقسیم کیے اور رات ہو گئی اور مال ابھی میرے پاس باقی تھا اور مجھے کوئی مستحق شخص نہیں مل رہا تھا، میں نے دروازہ بند کر دیا اور دیناروں کے متعلق فکر مند تھا کہ ان کا کیا کیا جائے کہ اچانک کسی نے مین گیٹ کی کھڑکی پر دستک دی اور پہرے دار نے آواز دی کہ دروازے پر فلاں علوی آئے ہیں، میں نے کہا: ان کو اندر بھیج دو، وہ علوی صاحب اندر آئے، سلام کیا اور کہنے لگے کہ اب رات کا وقت ہے، میرے گھر ایک مہمان آئے ہیں اور وہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہیں اور بخدا! ہمارے پاس اس وقت ان کی مہمانی کے لیے کوئی چیز موجود نہیں ہے اور نہ ہی ہم کچھ تیار کرنے کی پوزیشن میں ہیں، جس طرح لوگ تیار کرتے ہیں، پس ہم نے ان کی خدمت میں ایک دینار پیش کر دیا، اس نے شکریہ ادا کیا اور چلے گئے، گھر کی نوکرانی باہر آئیں اور کہنے لگیں کہ سیدہ (مالکہ) نے یہ ایک ہزار دینار دیئے ہیں، تا کہ تم یہ مستحق کو دے دو اور تم جانتے ہی ہو کہ آل رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ حق دار کون ہو سکتا ہے؟ حالانکہ آپ کے پاس آل رسول میں سے ایک شخصیت کا شکوہ حال بھی پہنچا ہے، تم یہ رقم کی تھیلی ان کی خدمت اقدس میں پیش کر دو، میں نے ان صاحب کو واپس بلایا اور یہ تھیلی بھی ان کو دے دی۔

مؤلف کتاب ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ بلخ میں ایک علوی صاحب رہتے تھے اور ان کی زوجہ محترمہ بھی علویہ تھیں، ان کی بیٹیاں تھیں (اور نرینہ اولاد نہ تھی) ان پر مفلسی اور ناداری کے دن آ گئے، وہ علوی صاحب انتقال کر گئے اور ان کی اہلیہ محترمہ مخالفوں کی بدخواہی کے ڈر سے اپنی صاحبزادیوں کو لے کر بلخ سے سمرقند چلی گئیں، جس وقت وہ شہر میں داخل ہوئیں تو سخت سردی تھی، اس نے اپنی بیٹیوں کو ایک مسجد میں بٹھا دیا اور خود کھانے کے لیے کوئی حیلہ کرنے کے لیے نکل پڑیں، اس مائی صاحبہ کا گزر دو مجلسوں کے پاس سے ہوا، ایک مجمع شہر کے مسلمان شخص کے ہاں لگا ہوا تھا، جو شہر کا امیر تھا اور دوسرا مجمع ایک مجوسی (آتش پرست) کے پاس تھا، جو شہر کا ضامن (نگہبان) تھا۔

اس علویہ خاتون نے پہلے تو اس مسلمان امیر کے سامنے اپنے حالات کی شکایت کی اور امداد کے لیے کہا اور کہا: مجھے صرف آج رات کے کھانے کی ضرورت ہے' وہ امیر شہر کہنے لگا کہ پہلے تم گواہ پیش کرو کہ تم علوی ہو؟ اس خاتون نے کہا کہ میں تو اس شہر میں اجنبیہ ہوں' یہاں تو مجھے کوئی جانتا نہیں' میں گواہ کہاں سے لاؤں؟ اس پر امیر شہر نے منہ پھیر لیا اور ان خاتون صاحبہ کی کوئی مدد نہ کی' وہ چلی گئیں اور مجوسی کے پاس آ کر اپنی شکایت پیش کی اور اپنے حالات سے اس کو آگاہ کیا اور مسلمان سیٹھ کے ساتھ جو مکالمہ ہوا' وہ بھی اسے بتلایا' اس مجوسی (کافر) نے اپنے گھر والوں کو اس خاتون صاحبہ کے ہمراہ بھیج کر ان کی بچیوں کو اپنے گھر بلوا لیا اور بچیوں کو عمدہ لباس اور بیش قیمت زیورات پہنائے' کھانا وغیرہ کھلایا' جب نصف شب ہوئی تو اس مسلمان امیر شہر نے خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہو گئی ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا لہرا رہا ہے اور ایک سبز قیمتی پتھر کا محل ہے' یہ امیر شہر کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ محل کس کے لیے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ محل اس شخص کے لیے ہے' جو مسلمان مؤحد ہو' میں نے کہا: یارسول اللہ! میں مسلمان مؤحد ہوں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو میرے پاس گواہ پیش کر کہ تو مسلمان مؤحد ہے' میں حیران اور سخت پریشان ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت تیرے پاس ایک علویہ نے آ کر مدد کے لیے کہا تھا تو تو نے اس سے اس کے علویہ ہونے پر گواہ طلب کیے تھے' اسی طرح تو بھی اب گواہ لا کر پیش کر کہ تو مسلمان مؤحد ہے' اس کے بعد اس مسلمان امیر شہر کی آنکھ کھل گئی اور اس نے رونا دھونا اور اپنا سر پیٹنا شروع کر دیا اور گھر سے نکل کر اس خاتون کی تلاش میں شہر میں گھومنے لگا' یہاں تک کہ اسے معلوم ہوا کہ وہ فلاں مجوسی کے گھر ہیں' وہ مجوسی کے گھر آیا اور کہا کہ آپ کے پاس ایک خاتون علویہ ٹھہری ہوئی ہیں' میں چاہتا ہوں کہ انہیں اپنے گھر لے جاؤں' مجوسی نے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا' اس پر اس مسلمان رئیس شہر نے کہا: آپ مجھ سے ایک ہزار دینار لے لیں اور ان مہمانوں کو میرے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں' مجوسی کہنے لگا کہ انہوں نے مجھ سے مہمانی طلب کی اور مجھے اپنا میزبان ہونے کی سعادت سے نوازا ہے اور مجھے ان کی خدمت کرنے کی برکات بھی حاصل ہو چکی ہیں' مسلمان امیر نے کہا: یہ تو ضرور آپ کو کرنا ہو گا' اس نے کہا: جو کچھ آپ مانگ رہے ہیں' میں اس چیز کا تمہاری نسبت زیادہ حق دار ہوں'

اور جو محل آپ نے دیکھا ہے وہ میرے لیے تخلیق کیا گیا ہے' آپ مجھ پر اپنے اسلام کو دلیل بناتے ہیں' اللہ کی قسم! نہ میں رات کو سویا اور نہ میرے اہل خانہ' حتیٰ کہ ہم نے اس علویہ خاتون صاحبہ کے ہاتھ پر اسلام قبول نہیں کر لیا اور جس طرح کا خواب تو نے دیکھا ہے' میں نے بھی دیکھا ہے' اور رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: علویہ خاتون اور اس کی بیٹیاں تیرے پاس ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! یا رسول اللہ! تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ محل تیرے لیے اور تیرے اہل خانہ کے لیے مخصوص ہے اور تو بمع اہل خانہ جنتی ہے' اللہ تعالیٰ عزوجل نے ازل میں تجھے مؤمن پیدا فرمایا تھا۔

ابو علی الفتونی بیان کرتے ہیں کہ والیٔ واسط حامد ابن عباس منصب وزارت سنبھالنے سے پہلے ایک دن سوار ہو کر اپنے باغ کی طرف جا رہے تھے' راستے میں انہوں نے ایک بوڑھے شخص کو پڑا ہوا دیکھا' جو زارو قطار رو رہا ہے' اور گڑھے میں لوٹ پوٹ ہو رہا ہے اور اس کے اردگرد کچھ عورتیں اور بچے اسی کی طرح دلدل میں گرے پڑے ہیں' حامد ابن عباس انہیں دیکھ کر ٹھہر گیا اور ان کے بارے میں پوچھا: لوگوں نے بتایا کہ اس بوڑھے کے گھر میں رات کو آگ لگ گئی تھی اور سارا گھر جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا ہے اور کوئی چیز باقی نہیں بچی اور یہ ضعیف العمر آدمی تاجر تھا' جو اب فقیر و نادار ہو گیا۔ حامد ابن عباس کچھ دیر سر جھکا کر کھڑے سوچتے رہے' پھر گویا ہوئے کہ فلاں سیکرٹری کو بلاؤ' جب وہ آیا تو حامد ابن عباس نے اس سے کہا: میں نے تجھے ایک کام کے لیے بلایا ہے' اگر تم وہ کام میری مرضی کے مطابق کر دیتے ہو تو تمہیں یہ کچھ ملے گا اور اس کے لیے کسی اچھے صلے اور انعام کا ذکر کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر تم نے میری نشان دہی کے مطابق کام نہ کیا اور اس میں تجاوز کیا اور کسی قسم کی خرد برد کی تو پھر یوں اور یوں بھی ہو سکتا ہے اور اس نے کسی ناپسند بات کا ذکر کیا۔ وکیل (ایجنٹ' سیکرٹری) نے کہا: آپ کام بتائیں' ضرور آپ کے حکم اور منشاء کے مطابق عمل کیا جائے گا (ان شاء اللہ تعالیٰ) حامد ابن عباس نے وکیل سے کہا: تم اس بزرگ کا حال دیکھ رہے ہو ناں! اس کی وجہ سے میرے دل کو بہت دکھ پہنچا ہے' میں نے باغ میں سیر و تفریح کی خاطر جانے کا ارادہ کیا اور سواری پر جا رہا تھا کہ راستے میں اس بزرگ بوڑھے کی حالتِ زار کو دیکھ کر اس سے میری ساری عیش و عشرت مکدر ہو گئی اور دل میلا ہو گیا' اب دل باغ کی سیر کی طرف متوجہ

نہیں ہو رہا' تاوقتیکہ تو مجھے اس بات کی ضمانت نہیں فراہم کر دیتا کہ جب میں شام کو باغ کی سیر سے واپس پلٹ کر آؤں اور یہاں سے گزروں تو یہ بڑے میاں اپنے گھر میں بیٹھے ہوں اور اس کا گھر حسب سابق تعمیر ہو چکا ہو اور اس میں پہلے کی طرح تمام سامان موجود ہو' جو آتش زنی کی وجہ سے جل کر راکھ ہو گیا ہے' اس میں کپڑے' برتن اور دوسرا سارا سامان اور فرنیچر پہلے کی طرح لگا ہوا ہو اور گھر کے جملہ افراد اور اہل وعیال کے سردیوں اور گرمیوں کے ملبوسات اسی طرح گھر میں موجود ہوں' جیسے گھر جلنے سے قبل ان کے پاس موجود تھے۔ وکیل نے کہا: ''تتقدم الی الجھبذ یطلق لی کل ما ارید' والی صاحب المعونۃ یقف معی'' ''میں جو کاریگر طلب کروں' وہ میرے لیے حاضر کر دیئے جائیں اور میری یہ دو شرائط پوری کر دی جائیں تو میں آپ کے سیر سے واپس لوٹنے سے قبل آپ کا مطالبہ پورا کرنے کا ضامن ہوں' حامد ابن عباس نے اس کی شرائط کے مطابق مطلوبہ چیزیں اور کاریگر مہیا کرنے کا حکم دے دیا اور فوری طور پر سب کچھ اس کے پاس حاضر کر دیا گیا' اس کو ہر قسم کا پتھر اور معمار دے دیئے گئے اور انہوں نے کام شروع کر دیا اور صاحب خانہ کو کہا گیا کہ وہ ان تمام اشیاء کی فہرست لکھ کر دیں' جو آتش زنی کی وجہ سے ضائع ہوئی ہیں' پس ان میں سے کسی معمولی سی چیز کو بھی ذکر کرنے سے چھوڑنا نہیں ہے' صاحب خانہ نے جلنے والی تمام اشیاء کی ایک فہرست حتیٰ کہ جھاڑو اور چمچہ بھی لکھ دیا' نماز عصر تک مکان کی چھت ڈال کر دیواروں کو پلستر کر دیا گیا' دروازے کھڑکیاں لگا دی گئیں اور سفیدی اور قلعی کے علاوہ سب کام مکمل ہو گیا اور حامد ابن عباس کو رپورٹ بھیج دی گئی اور ان سے یہ بھی درخواست کی گئی کہ آپ باغ میں ہی توقف فرمائیں اور عشاء یا مغرب کی نماز وہیں ادا کریں' پھر بے شک تشریف لے آئیں' اس وقت تک کام مکمل ہو چکا ہو گا' انہوں نے ایسا ہی کیا' چنانچہ مکان کو سفیدی کر لی گئی' صفائی ہو گئی اور سامان سلیقے سے لگا دیا گیا' صاحب خانہ اور اس کے اہل وعیال نے کپڑے پہن لیے اور ان کی الماریاں اور صندوق وغیرہ سامان سے بھر کر ان کی چابیاں ان کے حوالے کر دی گئیں اور ان کی خواہش کے مطابق ہر چیز مہیا کر دی گئی۔ حامد جب باغ سے واپس آتے ہوئے وہاں سے گزرے تو لوگوں کا وہاں ٹھٹھ لگا ہوا دیکھا' سب لوگ گورنر صاحب کو دعائیں دے رہے تھے اور ان کی بلائیں لے رہے تھے۔ گورنر حامد صاحب نے سیکرٹری خزانہ سے

فرمایا: پانچ ہزار درہم لاؤ' جب انہوں نے حکم کے مطابق مطلوبہ رقم حاضر کر دی تو گورنر حامد صاحب نے بزرگ سے فرمایا: بڑے میاں! یہ رقم قبول کریں اور اپنے اصل سرمایہ میں ملا رک اپنا بیلنس بڑھائیں' پھر حامد صاحب خوش خوش عوام کی دعائیں لیتے ہوئے' اپنے گھر تشریف لے گئے۔

عباس ابن عباد بصری کہتے ہیں: ایک رات میں نے خواب دیکھا' کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے: مظلوم اور غم زدہ شخص کی دادرسی اور مدد کرو' میں بیدار ہوا تو میں نے کہا: دیکھو ہمارے پڑوس میں کوئی حاجت مند ہو تو نہیں ہے؟ گھر والوں نے کہا: ہم تو پڑوس میں کسی محتاج کو نہیں جانتے' اس کے بعد میری دوبارہ آنکھ لگ گئی اور پھر مجھے وہی بات کہی گئی اور کہنے والے نے کہا: تو سویا پڑا ہے اور ایک پریشان حال آدمی کی مدد نہیں کرتا؟ ابن عباد کہتے ہیں: میری آنکھ کھل گئی اور پھر اسی طرح ہوا' جب تیسری بار میری آنکھ لگی اور مجھے پھر کچھ کہا گیا تو میں اٹھ کھڑا ہوا اور میں نے غلام سے کہا: سواری پر زین رکھو اور میں نے تین سو درہم لیے اور خچر پر سوار ہو کر اس کی لگام چھوڑ دی' خچر چل دیا اور وہ جامع مسجد کے پاس سے گزر کر مربد نامی کوچہ سے ہوتا ہوا بڑے دروازے سے باہر کھلے میدان کی طرف نکل گیا' یہاں تک کہ قبرستان میں آ گیا' پھر مسجد کے دائیں طرف مڑ گیا اور جنازگاہ کی طرف آ گیا' وہاں آ کر وہ خچر رک گیا' میں نے دیکھا کہ وہاں ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے' جب اس نے میری آہٹ سنی تو اس نے سلام پھیرا اور میری طرف متوجہ ہوا' میں نے اس کے قریب ہو کر اس سے کہا: اے بندۂ خدا! اس آدھی رات کے وقت تجھے اس جنگل بیابان میں نکلنے پر کس امر نے مجبور کیا؟ اس نے کہا کہ میں ایک محنت کش آدمی ہوں' کھجور کے پتے وغیرہ فروخت کر کے گزر اوقات کرتا تھا' میرا کل سرمایہ ایک سو درہم تھے' جو ضائع ہو گئے ہیں اور اس وقت میرے ذمہ لوگوں کے دو سو درہم قرض ہیں' ابن عباد کہتے ہیں: میں نے دراہم نکال کر اس کو دیئے اور کہا: یہ تین سو درہم ہیں قبول کرو' اس نے وہ درہم لے لیے' میں نے پوچھا: مجھے پہچانتے ہو؟ اس نے جواب دیا: نہیں' میں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا: میں اسحاق بن عباد ہوں' آپ کو جب بھی کبھی کوئی مشکل پیش آئے' میرے پاس آ جایا کرو' میرا گھر فلاں فلاں مقام پر ہے' اس شخص نے کہا:

رحمك اللّٰه بل ان تاتينا نائبة فزعنا الى من اخرجك فى هذا الوقت حتى جاء بك الينا.

اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے' بلکہ اگر ہم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو ہم اس ذاتِ اقدس کی طرف پناہ ڈھونڈتے ہیں' جس نے تجھے اس وقت گھر سے نکالا' حتیٰ کہ ہمارے پاس پہنچا دیا۔

احمد ابن ناصح مصیعی قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بوڑھا تھا' جو بڑا عبادت گزار تھا اور بیوی بچوں والا تھا' وہ شام ہوتی تو سوت لے کر نکلتا اور اس کو فروخت کر کے گھر کا راشن وغیرہ خریدتا اور کچھ روئی خرید کر گھر واپس آ جاتا' ایک دن وہ گھر سے نکلا اور اس کے پاس کاتا ہوا سوت تھا' اس نے وہ بیچ ڈالا' اسی دوران میں اس کا بھائی اس سے ملا اور اس نے بوڑھے عابد سے اپنی مفلسی کا رونا رویا' جس پر بوڑھے عبادت گزار نے سوت سے جتنی رقم کمائی تھی' اپنے اس حاجت مند بھائی کو دی اور گھر لوٹ آیا' گھر والوں نے کہا: روئی کہاں ہے اور کھانے کی اشیاء؟ بزرگ نے انہیں بتلایا کہ فلاں آدمی مجھے راستہ میں مل گیا' اس نے میرے پاس اپنی محتاجی کی شکایت کی اور میں نے سوت سے حاصل ہونے والی ساری رقم اسے دی اور گھر چلا آیا ہوں' گھر والے کہنے لگے: تو پھر ہم اب کیا کریں گے؟ کیونکہ ہمارے پاس تو گھر میں کوئی چیز نہیں ہے' البتہ اس کے گھر میں ایک ٹوٹا ہوا پیالہ اور ایک گھڑا موجود تھا۔ بزرگ نے یہ دونوں چیزیں اٹھائیں اور بازار کی طرف چل دیا' بازار میں اس سے کسی نے یہ چیزیں نہیں خریدیں تو اس کے پاس سے ایک مچھلی فروش کا گزر ہوا' جس کے پاس ایک باسی مچھلی بچی ہوئی تھی' جس کو ظاہر سے کوئی خریدنے کو تیار نہیں تھا' مچھلی فروش نے بزرگ سے کہا: اپنے اس کھوٹے مال کا میرے ناکارہ مال سے سودا کرلیں' چنانچہ بزرگ نے وہ شکستہ پیالہ اور پرانا گھڑا دے کر باسی مچھلی خریدی اور گھر کی راہ لی' جب وہ گھر پہنچا تو گھر والوں نے اس سے کہا: اس باسی مچھلی کو ہم کیا کریں گے' اس نے کہا: (اس وقت چونکہ ہم اضطراری حالت میں ہیں' لہٰذا) اسی کو بھون کر بھوک دور کرتے ہیں' ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہیں کسی ذریعے سے رزق عطا فرما دے' انہوں نے جب مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس میں سے ایک نہایت قیمتی موتی نکلا' انہوں نے بزرگ کو اس کی خبر کر دی' بزرگ نے کہا: دیکھو! اگر تو اس موتی میں سوراخ ہے تو یہ

کسی آدمی کی ملکیت ہے اور اگر اس میں سوراخ موجود نہیں ہے تو پھر یہ رزق ہے' جو اللہ تعالیٰ عزوجل نے ہمیں مہیا فرمایا ہے' انہوں نے جب دیکھا تو اس موتی میں سوراخ نہیں تھا' پس جب صبح ہوئی تو وہ بزرگ یہ موتی لے کر اصحاب جواہر میں سے اپنے ایک جوہری بھائی کے پاس گیا اور اسے دکھایا تو اس نے پوچھا: آپ کو یہ موتی کہاں سے ملا ہے؟ بزرگ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے یہ رزق ہمیں عطا فرمایا ہے' جوہری نے کہا: اس موتی کی قیمت بیس ہزار درہم کے مساوی ہے اور فلاں شخص مجھ سے بھی زیادہ قیمت اس موتی کی لگا سکتا ہے' بہتر ہے کہ آپ اس کے پاس چلے جائیں' چنانچہ وہ بزرگ موتی لے کر نامبردہ شخص کے پاس گیا تو اس نے پوچھا کہ ارے بھائی! آپ کے ہاتھ یہ موتی کہاں سے لگا' یہ بہت خوبصورت موتی ہے' بزرگ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ رزق ہمیں عطا ہوا ہے' اس جوہری نے کہا: اس موتی کی قیمت تیس ہزار درہم بتلائی اور ساتھ ہی یہ کہا کہ اگر تم فلاں شخص کے پاس لے جاؤ تو وہ اس انمول موتی کا مول اس سے بھی زیادہ لگا سکتا ہے' چنانچہ وہ موتی لے کر جب جوہری کے پاس آیا تو اس نے پوچھا: ارے بھائی! یہ خوبصورت موتی آپ کو کہاں سے مل گیا؟ بزرگ نے جواب دیا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہمیں رزق عطا ہوا ہے۔ جوہری نے کہا: اس کی قیمت ستر ہزار درہم کے برابر بنتی ہے اور اس سے زیادہ قیمت شاید کوئی نہ لگائے' اگر فروخت کرنا چاہتے ہو تو اپنے آدمی بُلا لاؤ اور رقم اٹھا لے جاؤ' چنانچہ جوہری نے بزرگ کو موتی کے ستر ہزار درہم ادا کر دیئے اور بزرگ نے بار برداروں کو بلایا اور وہ رقم اٹھا کر اس کے گھر چھوڑ آئے' جب وہ گھر پہنچا تو دروازے پر ایک سائل نے آ کر اللہ کے نام پر سوال کیا اور کہا: اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے ہمیں بھی کچھ دو' بزرگ نے کہا: کل ہمارا حال بھی اسی طرح تھا' جس طرح آج تو ہے' پس تم اس میں سے نصف مال لے لو' جب انہوں نے مال بانٹ کر آدھا آدھا لے لیا تو سائل نے بزرگ سے کہا: مجھے مال کی ضرورت نہیں ہے' میں رب کی طرف سے تیرے پاس محض تیرا امتحان لینے کی غرض سے آیا تھا (اپنا سارا مال سنبھالو اور کھاؤ پیو' اللہ مزید برکت دے)۔

مصنف فرماتے ہیں کہ اسی طرح کا ایک واقعہ بنی اسرائیل کے متعلق بھی مشہور ہے' ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار شخص تھا اور وہ دستکاری کے پیشہ

سے منسلک تھا' اس شخص کا معمول تھا کہ وہ ہر روز کھجور کے پتوں سے ایک ٹوکری بناتا تھا اور پھر بازار میں اس کو ایک درہم میں بیچ کر چار دوانیق کا اپنے بیوی بچوں کے لیے راشن خرید لیتا اور دو دوانق کے کھجور کے گابھ کے پتے خرید لے آتا' جس سے وہ اور ٹوکری تیار کر لیتا تھا راوی کہتا ہے کہ حسب معمول ایک دن جب اس نے بازار میں ایک درہم میں ٹوکری بیچی اور کھانے کی اشیاء خریدنے بازار کی طرف نکلا تو راستے میں اسے ایک منگتا مل گیا' جو صدا لگا رہا تھا: کون ہے جو ہمیں اتنا قرض دے' جس سے ہماری ضرورت پوری ہوتی ہو۔

اس عابد نے وہ درہم سائل کو دے دیا اور پھر اپنے گھر چلا گیا' گھر والوں نے کہا: ہمارا راشن کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: وہ تو میں نے ایسے قرض میں دے دیا ہے جس کا کامل اجر ملتا ہے' عنقریب تمہاری روزی ضرور تمہارے پاس آئے گی اور یہ کہہ کر اس نے کھجور کے گابھ کے پتے جمع کیے اور ان سے ٹوکری بنانے کا کام شروع کر دیا' جب چھوٹی سی ایک ٹوکری تیار ہو گئی تو وہ اسے بازار لے گیا اور دو دوانق کے عوض فروخت کر دی۔ اب وہ سوچنے لگا کہ اگر میں ان پیسوں کی روٹی خریدتا ہوں تو یہ میرے اہل وعیال کے لیے ناکافی ہو گی اور اگر کھجور کے گابھ کے پتے خریدتا ہوں تو پھر بیوی بچے سرے سے بھوکے رہیں گے' چنانچہ وہ اسی فکر میں غلطاں تھا کہ اتنے میں ایک ماہی گیر اس کے پاس سے گزرا' اس کے پاس ایک عدد مچھلی تھی' پس اس شخص نے مچھلی فروش سے دو دوانق کے بدلے وہ مچھلی خرید لی اور گھر لے آیا اور خود تو نماز پڑھنے میں لگ گیا' بیوی کو مچھلی بنانے کا حکم دے دیا' اس کی اہلیہ نے جب مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس میں سے مرغی کے انڈے جتنا ایک خوبصورت قیمتی موتی نکلا' جس کی چمک سے سارا گھر جگمگا اٹھا' بیوی نے اس امر کی اطلاع اپنے شوہر کو بھی کر دی اور کہنے لگی: رب کریم عزوجل نے تمہارے قرض کو کس قدر جلدی تمہیں واپس لوٹا دیا ہے' وہ شخص یہ موتی لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے جوہریوں کو طلب کیا' انہوں نے اندازہ لگا کر بتلایا کہ اس موتی کی قیمت ایک لاکھ درہم سے کم نہیں ہے' پس بادشاہ نے ایک لاکھ میں وہ موتی رکھ لیا۔ عابد نے ایک دن بیوی سے کہا: تم جانو اور یہ مال مجھے اپنی نماز مکمل کرنے دو' اتنے میں سائل نے آ کر صدا لگائی' اے گھر والو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو رزق عطا فرمایا ہے' اس میں سے میرے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے کچھ عنایت کرو' صاحب خانہ نے سائل سے

کہا: اندر آ جائیں اور اس مال میں سے دس ہزار دراہم کی ایک تھیلی لے لیں۔ سائل نے کہا: آپ میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ صاحب خانہ نے کہا: نہیں تو' سائل بولا: میں تو پھر اتنا وزن اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں' صاحب خانہ کہنے لگے: چلیں میں آپ کے ساتھ اٹھا کر آپ کے گھر پہنچا آتا ہوں' چنانچہ اس نے اور سائل نے وہ دراہم اٹھا لیے اور جب وہ گھر سے باہر نکلے تو سائل صاحب خانہ سے کہنے لگا: میں منگتا نہیں ہوں' بلکہ میں تو ساتویں آسمان کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں' اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے تاکہ میں اس رزق کے بارے میں تمہارا امتحان لوں اور تمہاری آزمائش کر کے تمہیں پرکھوں' پس میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ پایا ہے اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس درہم کو جو تم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہ طور قرض پیش کیا تھا' قبول فرما لیا ہے اور اس کو بارہ گنا بڑھا کر تمہیں ایک جزء کا اجر ایک لاکھ درہم کی صورت میں عطا فرما دیا ہے اور باقی گیارہ حصوں کو اس نے آخرت کے لیے محفوظ فرما لیا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ باقی حصوں کا اجر تجھے جنت میں عطا فرمائے گا' وہ جنت جس کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی دل میں اس کا خیال گزرا ہے' تم واپس گھر لوٹ آؤ' اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تمہارے مال میں برکت فرمائیں۔ ہم تو بس!

فقیرانہ آئے صدا کر چلے میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

(مترجم)

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ بعض متقدمین کا واقعہ ہے کہ ان کے دل میں حج بیت اللہ کی بہت محبت رہتی تھی' ان کے بارے میں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے خود اپنا واقعہ سنایا کہ ایک سال کچھ لوگ بغداد وارد ہوئے' جو حج کے لیے جا رہے تھے' میں نے بھی ان کے ساتھ حج کے لیے سفر کا عزم کر لیا اور میں نے اپنے دامن میں پانچ سو دینار لے لیے اور حج کی ضروریات کا سامان خریدنے کے لیے بازار کی طرف نکلا' راستے میں ایک خاتون ملیں اور کہنے لگیں: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائیں! میں سید زادی ہوں اور میری بیٹیوں کے پاس تن ڈھانپنے کے لیے کپڑے تک نہیں ہیں اور چار دن سے ہم فاقے کی حالت میں ہیں' کچھ کھایا تک نہیں ہے' وہ شخص کہتا ہے کہ اس سید زادی صاحبہ کے کلام نے

میرے دل کو ہلا کر رکھ دیا' پس میں نے وہ پانچ سو دیناران خاتون صاحبہ کی چادر کے دامن میں ڈال دیئے اور عرض کیا کہ آپ اپنے گھر لوٹ جایئے اور ان دیناروں سے اپنی ضروریات پوری فرمایئے اور گزراوقات کیجئے اور میں اللہ عزوجل کا شکرادا کرتے ہوئے کہ اس نے مجھے اس نیکی کی توفیق بخشی ہے' اپنے گھر لوٹ آیا اور اللہ عزوجل نے میرے دل سے اس سال سفر حج کی حلاوت کو دور کر دیا' باقی لوگ سفر پر چل نکلے' انہوں نے حج ادا کیا اور واپس لوٹ آئے' میں نے جب حاجیوں کی واپسی کا سنا تو میں نے کہا: چلیں بعض حج سے آنے والے دوستوں سے ملاقات کر کے آتے ہیں اور ان کو سلام کرنے چلتے ہیں' چنانچہ میں گھر سے نکلا اور جس دوست سے بھی ملتا اور اس کو سلام کرتا اور کہتا: اللہ تعالیٰ آپ کا حج قبول اور آپ کی اس سعی کو مشکور فرمائے' تو وہ مجھے کہتا: اللہ تعالیٰ آپ کا حج بھی مقبول اور سعی مشکور فرمائے' سارا دن گزر گیا اور جب رات ہوئی تو میں نے خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کا دیدار کیا اور آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے فلاں! تو اس بات پر تعجب نہ کر کہ لوگ تجھے حج کی مبارک باد دیتے ہیں' جب تو نے کسی پریشان حال شخص کی مدد کی اور کمزور حال انسان کو فکر معاش سے بے نیاز کیا' تو میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی' پس اس نے تیری صورت کا ایک فرشتہ پیدا فرما دیا اور وہ فرشتہ ہر سال تیری طرف سے حج کرتا رہے گا' پس تو چاہے تو حج کرے اور اگر چاہے تو بے شک حج پر نہ جا۔

۵۳- سفارش کرنے کا اجر وثواب

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اپنے والد اور وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں' ام المؤمنین بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی مشکل کو دور کرنے کے لیے یا اس کو بھلائی پہنچانے کے لیے کسی بادشاہ یا مقتدر شخصیت کے پاس اس کی سفارش کرتا اور اس کا کام بنانے کے لیے وسیلہ وذریعہ بنتا ہے' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب پل صراط پر لوگوں کے پاؤں ڈگمگا رہے ہوں گے' اس شخص کی پل صراط سے گزرنے میں مدد فرمائے گا۔

۵۴- جو لوگ دنیا میں بھلائی کرتے ہیں' وہ آخرت میں بھی (اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے) بھلائی کرنے والے ہوں گے

حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ دنیا میں بھلائی کا کام کرنے والے ہیں وہ آخرت میں بھلائی کرنے والے ہوں گے۔

حضرت عطاء بن السائب' حضرت نافع سے اور وہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں' ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک جو لوگ دنیا میں بھلائی کا کام کرنے والے ہیں' وہ آخرت میں بھی بھلائی کریں گے اور جو دنیا میں بُرائی کرنے والے ہیں وہ آخرت میں بھی برائی ہی کرنے والے ہوں گے' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نیکی کو متجسم کر کے ایک مسافر کی صورت میں نیکی کرنے والے کے پاس بھیجے گا' جب آدمی کی قبر پھٹے گی اور وہ قبر سے باہر نکل کر اپنے چہرے سے مٹی جھاڑ رہا ہو گا تو وہ نیکی اپنے صاحب (نیکوکار) کے پاس آئے گی اور اس سے کہے گی: اے اللہ تعالیٰ کے دوست! خوش خبری ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے لیے امان ہے اور عزت واکرام ہے اور تم قیامت کے ان ہولناک مناظر سے جو دیکھ رہے ہو' ہرگز نہ گھبرانا اور وہ مسلسل یہ الفاظ دہراتا رہے گا' اس سے بچو اور اس سے محتاط رہو' یہاں تک کہ اس کی روح تسکین پالے گی اور ڈر خوف جاتا رہے گا' حتیٰ کہ اس کو پل صراط سے گزار دے گا' جب اس کو پل صراط پار کرا دے گا تو اللہ تعالیٰ کا وہ دوست' جنت میں اپنی منازل کی طرف راغب ہو جائے گا تو وہ نیکی اس کے پاس سے واپس پلٹنے کا ارادہ کرے گی تو وہ شخص اس کا دامن پکڑ لے گا اور اس سے کہے گا: اے بندۂ خدا! یہ تو بتا تو کون ہے؟ قیامت کے خطرات میں جب سب میرا ساتھ چھوڑ گئے تو فقط تو نے میری ڈھارس بندھائی' تم کون ہو؟ وہ کہے گا: آیا تم مجھے نہیں جانتے؟ وہ شخص کہے گا: نہیں' تو پھر وہ بتلائے گا کہ میں تیرا نیک عمل ہوں جو تو نے دنیا میں کیا تھا (آج) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے مجھے مخلوق کی صورت میں متشکل کر کے تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ اس کے ذریعے

تیرے اس نیک عمل کی تجھے جزاء عطا فرمائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں نیکی کرنے والے آخرت میں نیکی کرنے والے ہیں۔ عرض کیا گیا: یہ کس طرح ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا' اللہ تعالیٰ عزوجل نیکی کرنے والوں کو جمع کرے گا اور ان سے ارشاد فرمائے گا:

میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے ہیں اور اے نیکوکارو! میں نے تمہاری طرف سے کچھ بندے تخلیق فرمائے ہیں اور میں تمہارے لیے تمہاری نیکیاں تمہیں دیتا ہوں' تم انہیں آج جس کو مرضی ہے' ہبہ کردو اور دے دو تاکہ تم جس طرح دنیا میں لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرتے تھے' اسی طرح آخرت میں بھی نیکی کرنے والے بن جاؤ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب قیامت کا دن ہوگا' اللہ تعالیٰ ایک صف میں جنتیوں کو جمع فرمائے گا اور دوسری صف میں دوزخیوں کو' دوزخیوں کی صفوں میں سے ایک شخص جنتیوں کی صفوں کے پاس گزر رہا ہوگا تو وہ دوزخ آدمی ایک جنتی آدمی کو دیکھ کر اس سے کہے گا: اے فلاں شخص! کیا تجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے دنیا میں ایک دن تیرے ساتھ احسان کیا تھا' پس وہ جنتی شخص اس دوزخی کا ہاتھ پکڑ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کرے گا: یا اللہ! اس شخص نے دنیا میں میرے ساتھ بھلائی کی تھی' پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے حکم ہوگا کہ تو اس کا ہاتھ پکڑ اور اسے جنت میں لے جا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ ہوا ہے' وہ فضول خرچ آدمی تھا اور تھا وہ مسلمان! اس کا معمول یہ تھا کہ جب کھانا کھاتا تو جو کھانا بچتا' اس کو روڑی کے ڈھیر پر پھینکوا دیتا' اسی کے دور میں ایک عابد شخص تھا' وہ اس روڑی کے ڈھیر پر آتا' اگر اسے وہاں سے کوئی چیز یا کوئی سبزی مل جاتی تو اسے اٹھا کر کھالیتا اور اگر اسے کوئی ہڈی مل جاتی جس سے تمام گوشت اتار لیا گیا ہوتا تو اسی کو چوس کر پیٹ کی آگ بجھالیتا' پس وہ بادشاہ مرگیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کی وجہ سے اسے دوزخ میں ڈال دیا اور وہ عابد اپنی بھوک مٹانے کے لیے اب صحرا کی طرف نکل

جاتا اور جنگلی کی سبزیوں میں سے کوئی سبزی تلاش کر کے کھالیتا اور اس کا پانی پی کر گزر اوقات کرتا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی روح کو قبض فرمالیا تو اس سے دریافت فرمایا کہ تیرے ساتھ کسی شخص نے دنیا میں کوئی بھلائی کی ہو تو بتا' تاکہ میں اس کو تیرے ساتھ نیکی کرنے کا بدلہ عطا فرماؤں' عابد نے عرض کی: یارب! نہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اچھا تو یہ بتا کہ تیرا ذریعہ معاش کیا تھا (تو کھاتا پیتا کہاں سے تھا)؟ اور اللہ تعالیٰ اس بات کو خوب جانتا تھا' عابد نے عرض کی: میں ایک بادشاہ کے کوڑا دان اور روڑی کے ڈھیر کی طرف رجوع کرتا تھا' وہاں سے مجھے اگر کوئی کھانے کا ٹکڑا یا کوئی پھینکی ہوئی سبزی ہاتھ لگتی تو اسے اٹھا کر کھالیا کرتا تھا اور اگر کوئی ہڈی ملتی تو اسی کو چوس لیتا' پھر تو نے اس بادشاہ کی جب روح قبض فرمائی تو اب میں نے صحراء کی طرف جانا شروع کر دیا اور جنگل کے پانی اور ساگ پات اور کچی سبزیوں وغیرہ پر گزر اوقات ہونے لگی' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تو اس بادشاہ کو پہچانتا ہے؟ پھر اللہ پاک نے اس بادشاہ کو دوزخ سے باہر لانے کا حکم فرمایا' جب اسے نکالا گیا تو وہ کوئلہ بنا ہوا تھا۔ پس اللہ نے اسے دوبارہ پہلی حالت پر لوٹایا تو عابد نے اسے دیکھتے ہی کہا: ہاں! یارب! یہ وہی بادشاہ ہے جس کے کوڑا دان اور جس کی روڑی کے ڈھیر سے میں کھانے کی اشیاء اٹھا کر کھاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس عابد سے ارشاد فرمائے گا: اس کا ہاتھ پکڑو اور اسے جنت میں لے جاؤ' کیونکہ اس نے تیرے ساتھ بھلائی کی تھی اور اس نے تیرے ساتھ یہ نیکی لاشعوری طور پر کی تھی اور اس نے شعوری طور پر بھلائی کی ہوتی تو میں اسے مطلق عذاب نہ دیتا۔

خاتمہ

الحمد للہ! کتاب مکمل ہوگئی اوّل و آخر تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں' جو یکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ صلاۃ و رحمت اور سلامتی ہو' اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر' ان کی آل پاک پر اور آپ ﷺ کے تمام صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر۔

مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے مسودہ کو صاف کر کے لکھنے کا کام یوسف ابن محمد سرمری حنبلی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے انجام دیا' مسودہ انتہائی بوسیدہ ہو چکا تھا' کئی جگہوں

سے اوراق پھٹے ہوئے تھے' بین السطور' ترامیم' اضافے اور کچھ اجزاء کی پشت پر اور دائیں بائیں حواشی کی وجہ سے مسودہ کو پڑھنے میں بڑی دقت پیش آئی' بہرحال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مسودہ کو صاف کر کے لکھنے سے بیس شوال ۲۷۴۵ھ کو فراغت حاصل ہوئی اور اس کے ساتھ ہی الحمد للہ تعالیٰ! کتاب اختتام پذیر ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کی دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین

۱۴ اگست ۲۰۰۶ء بروز سوموار

غلام نصیر الدین
جامعہ نعیمیہ' لاہور
موبائل: 0300-4597263
0321-4847905

سیرتِ مصطفیٰ ﷺ سے متعلقہ منضبط علمی تحقیقات
اور ان کی روشنی میں حاصل ہونے والے اصول و احکام اور پند و نصائح

مؤلف
ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی

مترجم
مولانا حافظ محمد عمران انور نظامی
فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا کہ آپ لوگوں کو صاف صاف بتا دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا

(النحل ۴۴)

زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن (عربی)

اصولِ ترجمہ وتفسیر القرآن (مترجم)

قرآن پاک کے ترجمہ اور تفسیر کے جامع اور مفصل
اصول وقواعد کا بیان

تصنیف

السید محمد بن علوی المالکی الحسنی
ڈاکٹر پروفیسر حرم شریف مکہ معظمہ

مترجم

غلام نصیر الدین
جامعہ نعیمیہ لاہور

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

حج و عمرہ سے متعلق عورتوں کے خصوصی مسائل اور طریقہ حج و عمرہ،
روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت، مقدس و متبرک مقامات کی حاضری

مصنف

محمد یحییٰ انصاری اشرفی

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور